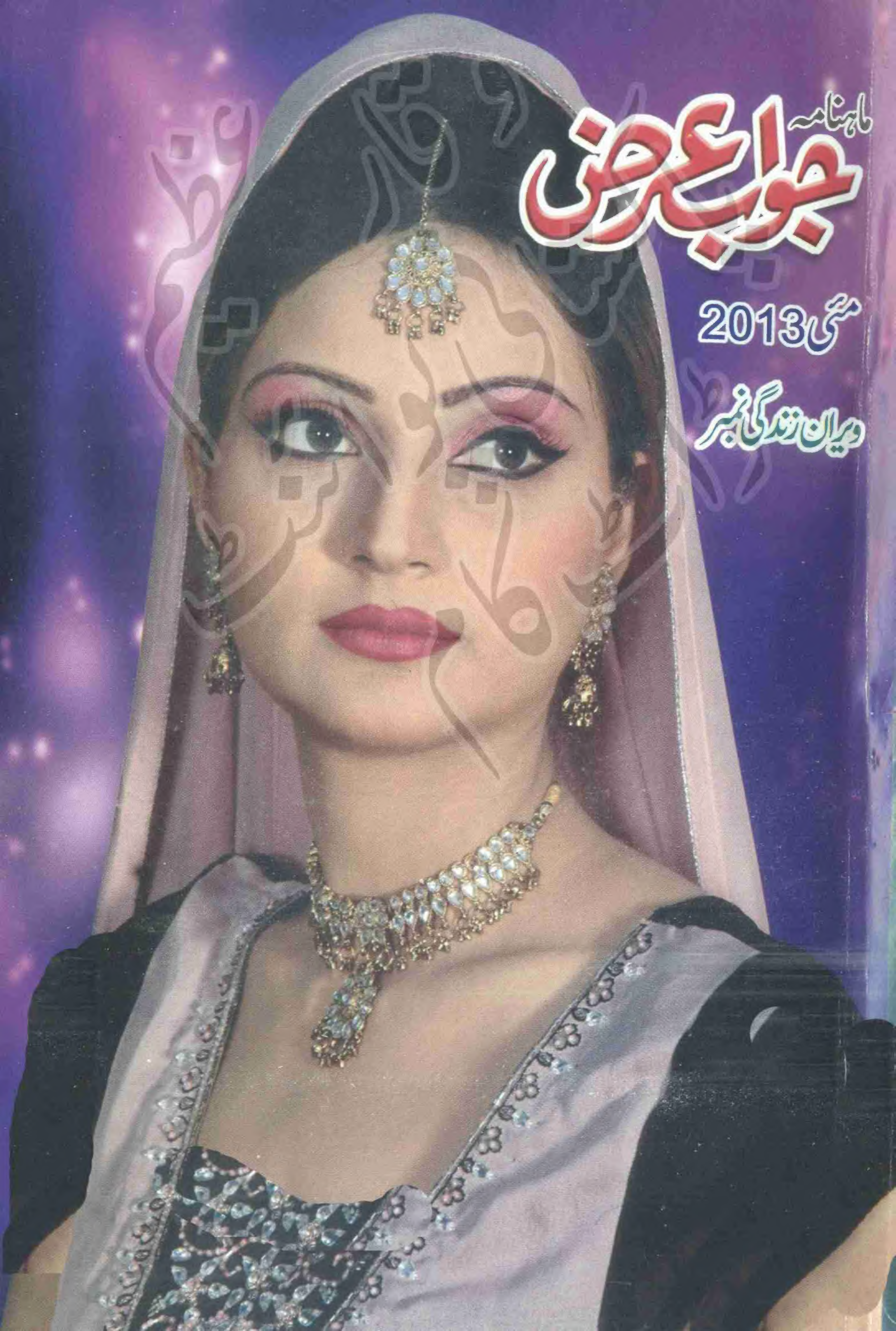


ماہنامہ جوابِ عرص

مئی 2013

میران تھریگی نمبر



ویران زندگی
کشور کرن، پٹوکی 32

عورت
شازیہ چوہدری، شوپورہ 42

زندگی مل نہ سکی
سدرہ رانی، بھوپال والا 44

خاموش محبتیں
اے آر ایل منتظر، جہرہ ٹی، فیصل آباد 56

محبت چھوڑ دی ہم نے
مس افشاں، ملتان روڈ لاہور 88

کیا صلہ دیا تم نے!
بشری رحمن، اوٹھل بلوچستان 110

بے درد جدائی مار دیتی ہے
منیر رضا، ساہیوال 116

غریب محبت
مجید احمد جانی، ملتان 122

جواب عرض کسی کہانی، ناقابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور رجسٹر یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ جواب عرض میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں کمی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالسکیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریڈنگ روم لاہور)

پچھتاوا ہے
احمد عجمی، پٹلاں میانوالی 136

عورت کوئی کھیل نہیں
ذوالفقار علی سائول، کتوال
منٹری بہاء الدین 146

حسرت رہ گئی دلدار کی
ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ 152

جال
راشد لطیف، صبرے والا 162

حادثہ
اظہار خادم آرائیں، گندواہ 168

چاہتوں کے کنول
عمران انجم ملک، ستہ پانی آزاد کشمیر 174

گلدستہ

زندگی کی ڈائری

جواب عرض کسی کہانی، ناقابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور رجسٹر یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ جواب عرض میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں کمی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالسکیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریڈنگ روم لاہور)

پڑوسیوں کے حقوق

اصل میں ہمسایہ ہر وہ شخص ہے جو آپ کے دائیں بائیں اوپر نیچے چالیس گھر تک آس پاس رہتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سن لو چالیس گھر تک ہمسایہ ہوتا ہے اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے ڈرتا ہو۔ اسلام کی نظر میں ہمسائے کے حقوق کی بنیاد چار اصولوں پر ہے:

- ☆ انسان اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ پہنچائے۔
- ☆ اس کو اس شخص سے بچائے جو اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہو۔
- ☆ اس کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرے۔
- ☆ اس کی بد مزاجی کا بردباری اور درگزر سے بدلہ لے۔

ایذا کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، گالی گلوچ، برا بھلا کہنا اور غند وغیرہ ڈالنا بھی ایذا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس عورتوں سے زنا اور دس آدمیوں کے مال کو چوری کرنے کو ہمسائے سے ایک مرتبہ زنا اور ایک مرتبہ چوری کو برابر قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ قسم اٹھا کر خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے امن میں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمسایہ مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو اور اگر قرض مانگے تو قرض دو، محتاج ہو جائے تو مالی امداد کرو، بیمار ہو جائے تو علاج کراؤ اور مر جائے تو جنازے کے ساتھ قبرستان جاؤ اور اس کے بعد اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرو۔ اسے کوئی اعزاز مل جائے تو جا کر مبارک باد دو، کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اظہار ہمدردی کرو۔

محمد عباس راحت و حافظ محمد اکبر عطاری۔ نسبیلہ

حضور کا گزر اوقات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ نے کبھی بھی تین دن مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بھر نہ تو کبھی دستر خوان پر کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی چپائی کھائی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

سات ہلاکت خیز گناہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہ سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میہدان جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن خواتین پر زنا کی تہمت لگانا۔

شیطان کی اعانت سے بچو

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرو۔ مسلمان اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ کسی نے کہا تو نے اللہ کی فرمانبرداری کا خیال نہ کیا؟ کسی نے کہا تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ جب ایک آدمی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے تو نبی کریم نے اس کو روک دیا اور فرمایا: اسے بددعا نہیں دے کر اس کے خلاف شیطان کی اعانت نہ کرو اس کے بجائے اسے دعائیں دو، یوں کہو اے اللہ اس کی بخشش فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے تو آپ نے فرمایا جب تیری موت آئے تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

ذکر اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات کا خلاصہ ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر ہوتا ہے ستاروں کی طرح چمکدار رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جائیں گے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنوں کہلانے لگیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ عذاب دینے والا نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے مشغلہ اور دستور بتالیا جائے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنے والا مردہ۔

نوید سلیم۔ مرید والا، فیصل آباد

مشہور و معروف شاعرہ کشور کرن کی ذاتی شاعری

غزل

ساحل پہ اڑتے پیچھے تو اترا نہ چھوڑ
دے اگر جان جائے گہرائی تو ساحل پہ
آنا چھوڑ دے
تو مست ہوا میں اڑتا ہے بڑی
اونچی ہے پیہواز تیری
آجائے جو میرے پیچھے میں تو پر
پھیلانا چھوڑ دے
تو اک آزاد پیچھی ان لہروں سے
تیرا کیا رشتہ
ان لہروں میں بہہ جاؤ گے یہاں
آنا جانا چھوڑ دے
گہرائی میں اس کی پتھر ہیں تو
کیوں اس کا دیوانہ ہے
پتھر بھی موم نہیں بنتے تو دل لگانا
چھوڑ دے
تیرے اندر جوشعلے ہیں جوش جنوں
کے
جرم الفت میں یوں سب کی
نظروں میں آنا چھوڑ دے
نظم
میں تیری آنکھ کے آئینے میں اپنی
تصویر دیکھنا چاہتی ہوں
تم بس جلو ان ہاتھوں کی لکیروں
میں
اب میں اپنی لکیروں میں تقدیر
دیکھنا چاہتی ہوں

تم خواب نہیں حقیقت بن کے ملو
اب میں اپنے ان خوابوں کی تعبیر
دیکھنا چاہتی ہوں
تم میری زندگی میں اپنے پیار کی
مہر لگا جاؤ
پھر میں اس ظالم دنیا کی آخر دیکھنا
چاہتی ہوں
تم اپنے پیار کے پتھرے میں جو قید
رکھو تو خوش ہوں میں
تیرے پیار کی اپنے پیروں میں
زنجیر دیکھنا چاہتی ہوں
غزل
پھولوں نے ہاتھ زخمی کیے کانٹوں
سے شکوہ کیا کریں
جب اپنوں نے ٹھکرا دیا غیروں
سے شکوہ کیا کریں
ہم پیچھے تھے آزاد فضا کے اپنوں
نے ہم کو قید کیا
پر کاٹ کے ہم کو اڑا دیا اب ہوا
سے شکوہ کیا کریں
ہم آگے آگے چلتے تھے کبھی پیچھے مڑ
کر دیکھا نہ تھا
جب منزل ہم سے دور ہوئی
رستوں سے شکوہ کیا کریں
نہ واقف تھے ساگر کی گہرائی سے
آنکھیں بند کر کے کود گئے
موجوں نے ہم کو اچھال دیا سمندر
سے شکوہ کیا کریں
اک چمن سے ہم نے پھول چنا
(کشور کرن، چٹوکی)

ابھرتی مجھے دور کی شاعرہ نانکھ طارق، لیہ

غزل

عنوان میں وہی میری کہانی کے سفر میں
جو لوگ ملے مجھ کو جوانی کے سفر میں
اشکوں میں تیری یاد کیوں نہ تیرے
خوش ہو
چھلی بھی تھکتی نہیں پانی کے سفر میں
ہو شیار ہیں عشق و محبت کے مسافر
رکھا ہے قدم میں جوانی کے سفر میں
اندازہ لگا اس کے بھی سانسوں کے
سفر کا
تہا جو چلا عالم فانی کے سفر میں
جاتے ہیں جہاں راستے صحرائے وفا کو
وہ موڑ بھی ہے میری کہانی کے سفر میں
تازہ ہے جہاں اب بھی تیری یادوں
کا موسم
گزر دیکھی اس ریت پرانی کے سفر میں
کیا رو کے گا نانکھ یہ کزور سفینہ
سیلاب ہے مست اپنی روانی کے سفر میں
غزل
آمل کے ذرا پھول محبت کے کھلا
دیں
ہم زیت کی راہوں میں دیئے غم
کے جلا دیں
تم آؤ پری خانہ خلوت میں تو ہم بھی
آنکھوں سے محبت کے حسین جام پلا
دیں

غزل

آنکھیں تو کوئی چیز نہیں شہر وفا میں
تم آؤ تو ہم دل بھی سر راہ بچھا دیں
ہاتھوں میں جو پتھر لیے بیٹھے ہیں یہ
احباب
ہم عشق کے مجرم ہیں ہمیں کیوں نہ
سزا دیں
تاریخ محبت کی پھر کس نے دھرائی
نہتی ہوئی یادیں ہیں روتی ہوئی
تہائی
یہ کون پری چہرہ نزدیک سے گزرا ہے
اک پھول سا کھیل اٹھا اک برق سی
لہرائی
یہ دوہی تو عنوان ہیں افسانہ سستی کے
اک عقل کی نادانی، اک عشق کی
دانائی
وہ ٹوٹ کے بری ہے ساون کی گھٹا
اب
جیسے تیرا جو بن ہو جیسے تیری انگڑائی
برسات کا موسم ہو یا در دھیری رت ہو
ہر لمحہ تجھے چاہا ہر دم تیری یاد آئی
اشکوں کے تلاطم میں یوں تھا تیرا غم
تہا
ساحل پہ کوئی جیسے خاموش تماشا
نصیحت
اے پیاری سی لڑکی
اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں
کہ تم محبت نہ کرنا

غزل

بگی محبت تمہیں کچھ نہ دے گی
یہ تو تم سے تمہارا اپنا آپ بھی چھین
لے گی
اتنا بڑا دل کہاں سے لاؤ گی
لوگوں کے طعنے سہ نہ پاؤ گی
جگر چھلی چھلی ہوگا
پاؤں میں چھالے ہوں گے
لبوں پہ تالے ہوں گے
آنکھوں میں تصویر پار ہوگی
لیکن تجھے دید نہ ہوگی
اس لیے تو پیاری لڑکی
میں تمہیں سمجھائی ہوں
تم محبت نہ کرنا
محبت کچھ نہیں دیتی
جگر کی لمبی راتوں کے سوا
غزل
سب کچھ تیری ذات ہو جیسے
فیصلہ تیرے ہاتھ ہو جیسے
تیرے لوگ بچاری کیوں ہیں
تو پتھر کی ذات ہو جیسے
یوں اشکوں نے شور مچایا
آگن میں برسات ہو جیسے
دیکھ ہواؤں کی سرکشی
تیری میری بات ہو جیسے
یوں ہے تیرے لب پہ تبسم
کروں کی بارات ہو جیسے
کاغذ پر تمہاری ہے نانکھ
دن کو تمہیں رات ہو جیسے

ابھرتی ہوئی شاعرہ گلشن ناز ہٹھہ قریشی

ابھرتی شاعرہ اے آرا حیلہ منظر جمرہ مٹی

درد جدائی

تیڈی درد جدائی مار گئی ساکوں
ساڈی وسدے جھوک اوجاڑ گئی
کیا سوچیا ہاسے دل دار جن
نہ جیوں ہک دوجے توں بغیر جن
توں یاد تاں کر انھاں گالیں کوں
کیوں آدھا ہویں یار جن
ہنڑتاں نندراں وچ تیڈی یاد آندی

ہے
جیہڑی ساڈے دل کوں تڑپاندی ہے
اکھیاں رو رو کے تھک ویندن
تیں سنگ دل کوں میں کیوں
آکھاں
سا آندے ویدے رک ویندن
ہک داری جو دل آویں ہا
میں روندی کوں ہنادیں ہا
ساڈی اجڑی جھوک ہک داری
جن دل وسادیں ہا
دل داحال

ایں مکھڑے توں پردہ ہنادیں ہا
ذرا بن شباب دکھادیں ہا
بندی متھے اتھے چکادیں ہا
ویڑی پتلی اچ رنگاں جھنڈا کادیں ہا
بیراں جمنا جھر چاندی دی پاویں ہا
پیار ساڈے کوں آزادیں ہا

مورنی دانگوں ٹور ہے تیڈی
ساکوں لہڑی نور سکھادیں ہا
جیہڑے دل تے تیر چلیندے ہن
اتھاں اکھیاں وچ کجلا پاویں ہا
ساڈے ویزے پھیرا پاویں ہا
ہک داری جن ساکوں دل داحال
سزاویں ہا

پاگل سی لڑکی

کہتے ہیں لوگ مجھ کو پاگل سی لڑکی
کبھی دن کورات اور رات کو دن بتاتی
ہوں
کبھی خیالوں میں کھو جاتی ہوں تو
خود خیال ہو جاتی ہوں کبھی ہنستے ہنستے
رونے لگتی ہوں تو کبھی روتے ہوئے
ہنس دیتی ہوں
کہتے ہیں لوگ مجھ کو پاگل سی لڑکی
کبھی سپنوں میں کھو جاتی ہوں اور
کبھی
جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتی ہوں
کبھی دل کا حال چھپاتی ہوں سب
تو کبھی سو جاتی ہوں خود سے باتیں
کرتے
کرتے کبھی اڑتی تیلیوں کے پیچھے
بھاگتی ہوں
تو کبھی جگنوؤں کو تھیلی پہ نہچاتی ہوں

کہتے ہیں لوگ مجھ کو پاگل سی لڑکی
تلاش کرتی ہوں کبھی ہاتھوں کی
لکیروں میں
نام اس کا تو کبھی تقدیر کے ہاتھوں
مجبور ہو جاتی ہوں
سوچتی ہوں کہ کبھی وہ مل پائے گا مجھے
تو کبھی اس خوف سے دور بھاگتی ہوں
کہتے ہیں لوگ مجھ کو پاگل سی لڑکی
جانے وہ کون تھا اجنبی

جانے وہ کون تھا اجنبی
ہر روز جو خوابوں میں آتا تھا
مجھے نیند سے جگاتا تھا
پھر خود کو میرا اپنا کہہ کر
ہاتھ مجھ سے ملاتا تھا
جانے وہ کون تھا اجنبی
میں جب بھی روتی
وہ مجھے ہنساتا
میری بیگی پلکوں سے
وہ آنسو چراتا
اور دھیرے دھیرے
کانوں میں یہ کہہ جاتا
پگلی میں ہوں تیرا اپنا
تیرے دکھ سکھ کا ساتھی
تیری خوشیوں کا رکھوالا
تیری آنکھوں کا تارا
تیرے جیون کا سہارا
توں ہے ساحل
میں ہوں کنار

اک وعدہ اک تاکید

میں ہر روز خود سے یہ وعدہ کرتی ہوں
تمہیں بھول جانے کا..... اے آر
پر ہر روز مجھے خود اپنا یہ وعدہ توڑنا پڑتا
ہے
جب روز پھر سے تمہیں یاد کر کے
اک وعدہ..... کرتی ہوں
تمہیں بھول جانے کا.....
میں ہر رات آنکھوں کو یہ تاکید کر کے
سونی ہوں
کہ اب تیرے خواب نہیں دیکھنا
پر ہر رات میری یہ آنکھیں مجھے دھوکہ
دے جاتی ہیں
جب ہر صبح آنکھ کھلتی ہے.....
تیرے خواب دیکھ کر..... اے آر

*
شکوہ کوئی تجھ سے نہیں ہمیں اے
نند گانی
ہم تو اسی کے تھے مگر وہی ہمارا نہ تھا
درد سنے کی عادت کچھ اس قدر ہو چکی
ہمیں
کہ جب درد نہیں ملتا تو بہت درد ہوتا
ہے
بن چکی ہے عادت اب تو شب تنہائی
میں
اکثر یاد میں تیری جاگنا اور آنسو بہانا
دوست
جب سوئے تو دل میں تیری یاد لیے

جب ہوئی بیدار تو آنکھوں میں تیرا
خواب
تم تھے تو سنگ تیرے کتنی حسین لگتی تھی
بنا تیرے کچھ بھی نہیں یہ زندگی
تم تھے تو ہر سو پھیلا تھا اجالا
بنا تیرے کتنی مدہم سی لگتی ہے یہ
چاندنی

عہد

رکھ کر ہاتھ اس دل کی دھڑکن پر
گواہ بنا کر ان چلتی سانسوں کو
ابھرتے جذبوں کو تڑپتے ارمانوں کو
اور ہاں.....
ہر سو پھیلی اس خاموشی کو.....
گواہ بنا کر.....

میں خود سے یہ عہد کرتا ہوں
میں نے تم سے محبت کی ہے
تا عمر کرتا رہوں گا.....
محبت ساتھ رہتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے مگر
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
کبھی ہونٹوں پر درد کی صورت میں
کبھی دل میں دھڑکن بن کے دھڑکتی
ہے
اور اکثر پلکوں پر ستاروں کی مانند
جھلملاتی رہتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے مگر
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے

کبھی نیندوں میں خوابوں کی صورت
میں
کبھی خیالوں میں عکس بن کر لہلہاتی
ہے
اور اکثر سانسوں میں روانی بن کر
چلتی لگتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے گی
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
کبھی برقی بوندوں کی صورت میں
کبھی نگاہوں سے لہو بن کر
اشکوں کی صورت میں ٹپکنے لگتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے گی
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
کبھی من مندر میں مورتی کی صورت
میں
اک احساس خوشبو بن کر مٹکنے لگتی ہے
اور اکثر یادوں میں نمی کی صورت
بھیکتی رہتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے گی
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
کبھی نظموں کی صورت میں
تو کبھی شعر کبھی غزل بن کر راجیلہ
اکثر بے ربط سی تحریریں بن کر
کاغذ پر ترپنے لگتی ہے
محبت بچھڑ بھی جائے گی
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
محبت ہمیشہ ساتھ رہتی ہے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

ابھرتے ہوئے شاعر

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

ابھرتے ہوئے شاعر

ابھرتی ہوئی شاعرہ انعم ندیر، دہاڑی

غزل

تجھے دیکھتے ہی خود کو بھلا ڈالا دشمن جال
کہ تجھے ہر گھڑی اس خدا سے نہ مانگتی
تو اور کیا کرتی
ہے تیرے بغیر جینے کا تصور بھی ناممکن
کہ تجھے عشق نہ کرتی تو اور کیا کرتی
تیرے بغیر ہوتی ہے برسات بہت
ان آنکھوں میں
ناراضگی میں یہ آنکھیں برستی نہ تو اور
کیا کرتی
تجھے ہی زندگی بنایا تھا اپنی اومیر سے چاند

غزل

وصال یار ہو جاتا اگر سادوں کے موسم
میں
دلوں کے پھول کھل جاتے یونہی
سادوں کے موسم میں
ابھی تو ہجر کے موسم کا اختتام بھی لاپتہ ہے
تو کیسے ہو جاتا وصال یونہی سادوں
کے موسم میں
گزار دیتے ساری زندگی وصال یار
میں
اک پل بھی مل جاتا اگر سادوں کے
موسم میں
اک گھڑی بھی نہ گزرے بن پیار
کے
کیسے دل کو سمجھاؤں یونہی سادوں کے
موسم میں
ترپتی ہوں میں تو وہ بھی ترپتا ہے
ملنگی مجبوریاں میں سادوں کے موسم میں

مانا کہ جہاں میں بہت ہیں چاہنے
والے
کوئی پیار کی طرح نبھائے تو بتانا
ہم نے تو تیرے لیے وقف کردی زندگی
کوئی اس طرح سے تم پہ مرے تو بتانا
ہر گھڑی ہر موڑ پر مل تو جاتے ہیں بہت
کوئی اس طرح سے وفا نبھائے تو بتانا
ہم پہ تو اعتبار ہی نہ کر سکے تم تو
کسی پہ اگر اعتبار آئے تو بتانا
بھول تو سکتے نہیں تم میری وفا میں
گر کسی موڑ پہ بھول جاؤ تو بتانا
میں ساتھ رہوں گی تیرے ہر پل جاناں
گر کبھی دل نہ لگے تو بتانا
میں تیرے ہی لیے دعا گو رہوں گی ہمیشہ
اگر کبھی مشکل جو آئے تو بتانا
میں راہ گوں کی تیری ہمیشہ اومیر سے چاند
اگر کبھی میری یاد آئے تو بتانا

غزل

اسے اعتبار نہ آیا مجھ پہ سو میں بہک گئی
اگر بہکتی نہ تو اور کیا کرتی
اے کاش کہ وہ ساتھ نبھاتا میرا کہ
میں حد سے نہ گزرتی تو اور کیا کرتی
اب پوچھتی ہوں اس سے اور اپنے
پیار سے
کہ اس دلدل میں نہ چھپتی تو اور کیا کرتی
تو پیار ہے میرا پوچھا ہے ہر گھڑی تجھ کو
کہ تجھ پر ہی اعتبار نہ کرتی تو اور کیا کرتی

میرے دامن کو کانٹوں سے سجایا گیا
میں تیری ہوتا چاہتی تھی
مجھے تیری خاطر رولایا گیا
وہ شخص جو کبھی ہمارا تھا
ہماری زندگی سے ہی روکھ گیا
ہمیں عمر بھر کے غم وہ دے گیا
جیسے زندگی کا دیوتا مانا تھا
آخر وہی ہر جانی نکلا
چھوڑ ہمیں خود دور چلا گیا
خوشیوں تو وہ دے نہ سکا
زندگی میں کڑی جدائی دے گیا
میری زندگی کو بے رنگ بنا دیا اس
نے
جو کبھی رنگ بھرا کرتا تھا
آج وہ مجھے حالات کے رحم و کرم پہ
چھوڑ گیا
میری زندگی کو کھلونا سمجھ کے جاتے
جاتے وہ توڑ گیا
دل کی دنیا اجڑ گئی
میرے دل کی دنیا اجڑ گئی
مجھے رواجوں کی بھینٹ چڑھایا گیا
میری خوشیاں مجھ سے چھینی گئیں
میرے دامن کو سولی پہ چڑھایا گیا
میں دکھوں کی آگ میں جلتی رہی
مجھے تا عمر دکھوں میں بٹھایا گیا
مجھے نیند نہیں آتی تیرے بن
مجھے بن تیرے رہنا سکھایا گیا
میں چاہا تھا تمہیں زندگی میں

غزل

میرے دامن کو کانٹوں سے سجایا گیا
میں تیری ہوتا چاہتی تھی
مجھے تیری خاطر رولایا گیا
وہ شخص جو کبھی ہمارا تھا
ہماری زندگی سے ہی روکھ گیا
ہمیں عمر بھر کے غم وہ دے گیا
جیسے زندگی کا دیوتا مانا تھا
آخر وہی ہر جانی نکلا
چھوڑ ہمیں خود دور چلا گیا
خوشیوں تو وہ دے نہ سکا
زندگی میں کڑی جدائی دے گیا
میری زندگی کو بے رنگ بنا دیا اس
نے
جو کبھی رنگ بھرا کرتا تھا
آج وہ مجھے حالات کے رحم و کرم پہ
چھوڑ گیا
میری زندگی کو کھلونا سمجھ کے جاتے
جاتے وہ توڑ گیا

دل کی دنیا اجڑ گئی

میرے دل کی دنیا اجڑ گئی
مجھے رواجوں کی بھینٹ چڑھایا گیا
میری خوشیاں مجھ سے چھینی گئیں
میرے دامن کو سولی پہ چڑھایا گیا
میں دکھوں کی آگ میں جلتی رہی
مجھے تا عمر دکھوں میں بٹھایا گیا
مجھے نیند نہیں آتی تیرے بن
مجھے بن تیرے رہنا سکھایا گیا
میں چاہا تھا تمہیں زندگی میں

ابھرتے ہوئے شاعر

ابھرتی ہوئی نئی شاعرہ عابدہ رانی

میرے دامن کو کانٹوں سے سجایا گیا
میں تیری ہوتا چاہتی تھی
مجھے تیری خاطر رولایا گیا
وہ شخص جو کبھی ہمارا تھا
ہماری زندگی سے ہی روکھ گیا
ہمیں عمر بھر کے غم وہ دے گیا
جیسے زندگی کا دیوتا مانا تھا
آخر وہی ہر جانی نکلا
چھوڑ ہمیں خود دور چلا گیا
خوشیوں تو وہ دے نہ سکا
زندگی میں کڑی جدائی دے گیا
میری زندگی کو بے رنگ بنا دیا اس
نے
جو کبھی رنگ بھرا کرتا تھا
آج وہ مجھے حالات کے رحم و کرم پہ
چھوڑ گیا
میری زندگی کو کھلونا سمجھ کے جاتے
جاتے وہ توڑ گیا

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی
جب چند ابا دلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیر مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل ترپاتا ہے

گنگن پور سے مس فوز یہ کنول کی شاعری

سنگ جو گرے ہیں میرے گھر میں
سنگ جو گرے ہیں میرے گھر میں دو
چار
جتنے بھی تھے یہ پہل سب گرے
میرے گھر کے پار یارو
جب گرتا ہی اپنے مقدر میں لکھا ہے تو
کیوں نہ اپنے ہی قدموں میں گریں
گرتی ہے جس طرح سایہ دیوار پہ
دیوار
اندھیرے تو چھوڑ گئے میرے گھر
کے اجالے مجھ میں
یہ ستارے تو گرے میرے گھر میں
بے کار
میں جب بھی منزل کی جانب چلی
مجھے ہر رستے نے دھوکہ دیا
کیوں قسمت نے دی یہ سزا مجھے بار
بار
دیکھ کر اپنے گردنوں میں لرز جاتی
ہوں
کر قتل کر رہے ہیں کس طرح یاروں
کو
مت دیکھو سمراتھا کر اونچے محلوں کی
طرف
یہ نہ ہو کہ گر جائے اپنے ہی سر کی
دستار
یہ سانسوں کی ذور ہے جانے کب
نوٹ جائے کنول
کیا پتہ کس گھڑی گر جائے سر پہ لٹکی

بات کچھ نہ تھی مگر وضاحتیں بھڑتی
بکھی جو خوش ملی تو وہ غموں کا بھیس
بدل کر
ہر روز ہماری ذات پر قیاسیں بڑھتی
کنکلی
نہ کر تمنا تنہا کی
تنہا نے اڑ جانا ہے
تو ڈھونڈے گا دیوانا ہو کر
پراس نے ہاتھ نہ آتا ہے
تو رستوں میں کھو جائے گا
اس کی منزل نہ کوئی ٹھکانہ ہے
اسے پاگلوں کی طرح جب
ڈھونڈے گا
لوگ کہیں گے یہ دیوانہ ہے
تو روئے گا تنہا بیٹھ کر
پر واپس نہ اس نے آتا ہے
تجھے پانے کی تمنا میں
تجھے پانے کی تمنا میں
کیا کیا نہ خواب سجائے میں نے
تجھے لوگوں کی ٹھوکروں سے بچا کر
خود زمانے کے سنگ کھائے میں نے
تجھے اپنا بنانے کی خاطر
کتنے ہی دل دکھائے میں نے
کیا خبر تھی کہ تو بے وفا نکلے گا
کیا خبر تھی سب جھوٹے خواب
سجائے میں نے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

12

گنگن پور سے مس فوز یہ کنول کی شاعری

اُبھرتے ہوئے شاعر

اُبھرتی ہوئی شاعرہ، ٹوبہ حسین شہر کھوٹ

شعر
اک وفا اپنانے کی خاطر
دُخی ہوتی ہے وفا میں کتنی
کتنا معصوم سا لگتا ہے لفظ محبت
اور اس الفاظ میں ملتی ہے سزائیں کتنی
غزل
میں نے خدا سے تیرے لیے دعا مانگی
ہے
اپنے پیار کے بدلے تجھ سے محبت
مانگی
یہ روگ لگا ہے ہمیں اس کی دوا نہیں
تیری راہوں میں صدا بچھول گئیں یہ
دعا
تیرا یہ مسکراتا بھاتا بہت ہے مجھے
تو اسی طرح مسکرائے یہ دعا مانگی ہے
میری روح میں ہے خوشبو تیرے پیار
کی
مرنے سے پہلے دیدار ہو تیرا یہ دعا
مانگی
غزل
بہت اداس موسم ہیں ملنے چلے آؤ
دکھوں میں ہم تو کم ہیں کبھی تو ملنے
چلے
تمہارے پاس تو ہوں گی زمانے بھر کی
خوشیاں ہمارے پاس تو
غم تیں اس لیے کبھی تم ملنے چلے آؤ
لگے ہیں زخم کتنے بے پناہ دل پہ محبت
میں

تہمارے لفظ تو مرہم ہیں بھی ملنے
چلے
پھر ہی نہ ہو جائیں نگاہیں دیکھتے
راستہ
کہ خوشیاں بھی تو بے رحم ہیں کبھی
ملنے چلے آؤ
غزل
میں نے کب درد کے زخموں سے
شکایت کی ہے
ہاں میرا جرم ہے کہ میں نے محبت کی
ہے
چلتی پھرتی لاشوں کو گدہ ہے مجھ سے
بے وفا تیرے شہر میں رہ کر میں نے
جینے کی حسرت کی ہے
آج پہچان نہیں جانا چہرے اس کا
جس نے اک عمر میرے دل پہ
حکومت کی ہے
آج پھر دیکھا ہے محفل میں پتھر بن کر
میں نے آنکھوں سے نہیں دل سے
بغاوت کی ہے
اس کو بھول جانے کی غلطی بھی نہیں کر
سکتی
صرف ٹوٹ کر کی ہے تو اس سے محبت
کی ہے
شعر
میں نے بھی اس سے پیار کیا تھا
تھوڑا نہیں بے شمار کیا تھا
میری تو دنیا ہی بدل گئی

جب اس نے کہا میں نے تو صرف
ذائقہ کیا تھا
غزل
تیری چاہت میں گزرتی میری ہر
شام
میرے دل سے نکلی ہوئی ہر دعا
تیرے نام تھی
اب مجھ کو الزام نہ دو بے وفا کی کا
میری ہاتھوں کی کیکروں میں دغا عام
تھی
قدر پوچھ اس سے جو کرتے ہیں محبت
کی
صرف تیرے ہی شہر میں محبت بدنام تھی
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
میری زندگی نہ پوری ہے اس کے بغیر
میری ہر خوشی ادھوری ہے اس کے بغیر
کوئی اس سے بچا کے کہہ دے
میرے خوابوں کی تعبیر ہے وہ
میری زندگی کی جاگیر ہے وہ
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
اس کی چاہت نے میری دنیا بچا دی
اس کے پیار نے مجھے شاعری سکھا دی
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
میں بیٹھی ہوں تمناؤں کے دیپ
جلائے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

13

اُبھرتے ہوئے شاعر

اُبھرتے ہوئے شاعر

جنون عشق

--- تحریر - ریاض احمد - لاہور - قسط نمبر ۳ ---

بہت گہری دوستی ہے ان دونوں میں ایک بل بھی دور نہیں رہتے ہیں اگر کچھ دیر یہ دور ہو جائیں تو انعم کی مالت ایسے ہو جاتی ہے کہ وہ سر پر آسمان اٹھا لیتی ہے چیزیں توڑنے لگ جاتی ہے اس کی ماما کی یہ الفاظ سن کر بس حیران سی رہ گئی اور یہ بات بھی جان گئی کہ اس کی اپنی خواہش ہے کہ انعم اور عادل کی دوستی کو بھٹی چلتی رہے یعنی اس کام میں وہ برابر کی شریک تھیں۔ ماما مجھے بھوک نہیں ہے جب لگے گی تو کھالوں گی میں اندر کمرے میں جا رہی ہوں اتنا کہہ کر اٹھ کر اندر کمرے میں چل آئی۔ میری سوچوں کا محور وہ دونوں تھے بس وہ دونوں۔ ان کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا تیسرا اب کچھ دیر سوچ میں آیا تھا اسکے بعد ختم ہو گیا تھا میرا دھیان خاص کر عادل کی طرف تھا جس کو میں پوجتی آ رہی تھی اور وہ وہ ایسا نکلا تھا کہ بس۔۔ میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی اس کے علاوہ میں کر بھی کیا کرتی تھی اب تو اظہار محبت کرنا بھی فضول تھا دل کی بات کو زبان کے الفاظ دینا ایسے تھے جیسے خود کو خود ہی ذلیل کو بنا ہو۔ اگر میں زیادہ دن یہاں رکی تو ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مریضہ بن جاؤں گی مجھے یہاں سے جتنی جلدی ہو سکتا ہے چلے جانا چاہیے ہاں مجھے اب یہاں سے نکلنا چاہیے کچھ بھی ہو جائے مجھے اب یہاں رکنا نہیں چاہیے سیزانے جو کچھ بھی کہا تھا ٹھیک کہا تھا میری چاہت میری محبت کو محض پاگل پن کا نام دیا تھا اسکے علاوہ کچھ بھی نہ کہا تھا اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ جب وہ کسی اور طرف جانے لگا جب تیرے سامنے کسی اور کا ذکر کرے گا کسی اور کی باتیں کرے گا تب تم کو بت چلے گا کہ تم پاگل کہہ رہی ہو۔ بالکل ایسا ہی ہوا تھا اس نے جو جو کہا تھا وہی ہو رہا تھا شاید وہ اس منزل سے گزر چکی تھی اس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ ایسا کرنا اپنے آپ کو روگ لگانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے بس مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ میں نے دل میں پختہ فیصلہ کر لیا۔ ایک سنسنی خیز اور دلچسپ کہانی

میں آنکھیں بند کئے ہوئے عادل کے بارے میں سوچتی جا رہی تھی مجھے کسی بھی کی خبر نہ تھی کہ کوئی کیا کر رہا ہے کیا کھار رہا ہے کیا بی رہا ہے باتیں کر رہا ہے یا کپ شپ کر رہا ہے میں اپنی ہی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی اس کی حسین اور معصوم صورت میری نظروں سامنے تھی وہ ادرا میں وہ مسکراہٹیں وہ باتیں سب کچھ مجھے یاد آ رہی تھیں اور تصورات میں میں اس سے دھیڑوں باتیں کرتی جا رہی تھی وہ وہ کچھ کہتی جا رہی تھی جس کو آج تک میں لفظوں کی زبان نہ دے پائی تھی اور میں ان کو لفظوں کی زبان دینا چاہتی بھی تھی لیکن نہ دے پائی تھی اور کیونکہ میں جانتی تھی کہ وہ ان باتوں سے بے خبر ہے اس کو معلوم نہیں ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے چاہت کیا ہوتی ہے کسی کو چاہنا کیا ہوتا ہے کسی کی پرستش کرنا کیا ہوتا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ابھی میرے لبوں پر مسکراہٹ تاپنے لگی تھی اور ابھی اداسی میں میرا چہرہ بھگ جاتا تھا۔ میں یہ بھی بھول گئی کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے میرے چہرے کی کیفیت کو جاننے کی کوشش کر رہا ہے۔

بیٹی کیا ہے۔ بہت چپ چاپ سی ہو۔ مجھے ماما کی آواز سنائی دی۔ ان کی آواز سننے ہی میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اتنا لمبا سفر بیت چکا ہے نہ تم نے کوئی بات کی ہے اور نہ ہی کچھ کھانے کو مانگا ہے تمہاری طبیعت تو



ٹھیک ہے ناں۔

ہاں ہاں۔ میں چونک سی گئی اور ایک نظر ماما پڑالی جو مجھے ہی دیکھ کر جا رہی تھیں میں نے محسوس کیا کہ ان لبوں پر کئی الفاظ تھے جو وہ مجھ سے کہنا چاہ رہی تھیں۔ ہاں می میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے بس باہر کے نظاروں میں مست ہو کر رہی تھی دیکھا کتنا اچھا لگ رہا ہے باہر کا موسم وہ دیکھیں آسمان پر دوڑتے ہوئے بادلوں کا جھڑم کتنا پیارا لگ رہا ہے یہ سب۔۔ میں نے جان بوجھ کر ان کا دھیان آسمان پر تیرتے ہوئے بادلوں کی طرف کر دیا۔ میری بات سن کر وہ مسکرا دیں۔

لیکن تم تو ان بادلوں کو نہیں دیکھ رہی تھی میں تو تمہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ تمہاری آنکھیں بند تھیں تم کبھی مسکرا رہی تھی اور کبھی یکدم افسردہ سی ہو جاتی تھی کی بات ہے کیا کیا سوچتی جا رہی ہو۔ ان کی بات سن کر مجھے کچھ شرمندگی سی ہوئی پھر میں نے یکدم بات کا پہلو بدل دیا۔

ہاں یہ بھی آپ کی بات صحیح ہے میں واقعی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی میں نے اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سنوارتے ہوئے کہا۔ دراصل مجھے سیرا کی باتیں یاد آ رہی تھیں وہ آتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ کراچی جا رہی ہو کہیں وہاں سمندر کی لہروں میں ڈوب نہ جانا واپس آنے کی برتا کہیں میں تمہارا ویٹ کرتے کرتے بوڑھی سی نہ ہو جاؤں میری بات سن کر وہ مسکرا دیں۔

ہاں بہت ہی پیاری ہے تمہاری وہ دوست مجھے بہت ہی اچھی لگتی ہے تیری طرح اس کے چہرے پر بھی بہت معصومیت ہے۔ بات بات پر مسکرا دیتی ہے غصہ تو اس کے چہرے پر میں نے آج تک نہیں دیکھا ہے۔ اور زبان کی اتنی میٹھی ہے کہ بس۔۔۔

ہاں ہاں ماں وہ بہت ہی اچھی ہے۔ اسی لیے تو میری اس کے ساتھ دوستی چلتی جا رہی ہے ورنہ آپ تو جانتی ہیں کہ میں شروع میں ہی سے دوستیاں کرنے کے حق میں نہ تھی بس اکیلی رہ کر انجوائے کرنا چاہتی تھی لیکن جب سے وہ ملی ہے امان سے بہت ہی مزا آ رہا ہے۔ دل کی ہر بات وہ مجھے بتا دیتی ہے اور پھر اتنی سیانی ہے کہ میرے دل کی ہر بات مجھ سے اگلا دیتی ہے۔

میری یہ بات سن کر ماما بس دیں اور بولی چل چھوڑ ان باتوں کو کچھ کھا لو تمہارے پاپا تو خوب پیٹ بھر کھانے کے بعد اوپر بوتھ پر جا کر سو گئے ہیں۔ انہوں نے ایک شاپر کی گرہ کھولتے ہوئے کہا اور پھر اس میں انہوں نے سٹک نکالے جو انہوں نے میرے سامنے رکھ دیے میں نے ایک پیکٹ ان مین سے باہر نکالا اور اسے کھول کر ایک ایک سٹک نکال کر کھانے لگی۔

باہر ڈوبتے سورج کا نظارہ تھا جیسی طرف گاڑی جا رہی تھی اسی طرف ہی سورج ڈوب رہا تھا واؤ یہ نظارہ میں اکثر کوٹھی کی چھت پر جا کر دیکھا کرتی تھی اور نہ صرف دیکھا کرتی تھی اس کی گہرائیوں میں اتر لی چلی جاتی تھی مجھے دونوں طرف بہت ہی پسند ہیں ایک ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ اور دوسرا بارش میں بھگینا، یہ دونوں نظارے میں جہاں بھی موقع ملتا ہے ہاتھ سے جانے نہیں دیتی ہوں۔ باہر کھڑکی سے ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے اس نظارے کو مزید نکھار رہے تھے اور میں ان نظاروں میں ڈوبتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ ہاتھ میں پڑے ہوئے بسکٹ بھی کھائے جا رہی تھی ایک ایک بسکٹ کو کئی بار دانتوں تلے رکھ کر چبائی تھی میرا دھیان بسکٹ کی طرف نہ تھا بلکہ اس ڈوبتے ہوئے سورج کی طرف تھا جو اپنی سرخ نکلیا کے ساتھ ڈوبتا جا رہا تھا۔ زمانے بھر کے تمام دکھ اپنے اندر سیٹھے وہ کسی بھی وقت زمانے کو اندھیرے میں ڈوب دینا چاہتا تھا۔

ماما دیکھیں کتنا پیارا لگ رہا ہے ڈوبتا ہوا سورج۔ میں نے ایک نظر ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میری بات سن کر انہوں نے بھی باہر کھڑکی سے دیکھنا شروع کر دیا اور بولی۔ ہاں بیٹی واقعی یہ نظارہ بہت ہی سندر ہے بہت ہی سندر۔ ایک طرف ڈوبتا ہوا سورج اور دوسری طرف بھاگتے ہوئے سفید اور سیاہ بادلوں۔ اور پھر دھلتی شام کی ٹھنڈی ہوائیں۔ اگر گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھیں تو اتنا حسین نہ لگے بقا چلتی ہوئی تیز ترین میں دکھائی دے رہا ہے ان کی باتیں سن کر میں بس کر رہ گئی واقعی انہوں نے میرے دل کی باتیں چھین لی تھیں اور شاید انہیں بھی میری طرح ایسے نظارے بہت ہی پیارے لگتے تھے۔ ابھی ہم باہر سے گزرے تھے کہ میرے موبائل پر عادل کی کال آگئی۔

ماما عادل کی کال ہے۔ اس کو فکر لگی ہوئی ہے کہ ہم کہاں تک پہنچے ہیں راستے بھر میں وہ کئی بار فون کر چکا ہو کہ آپ اب کہاں پہنچیں ہیں آپ اب کہاں پہنچی ہیں۔ اتنا کہہ کر میں نے اس کا نمبر کاٹ دیا اور پھر خود ہی اس کو فون کر دیا۔ ہاں عادل بولوں کیا بات ہے میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ میں دیکھ رہی تھی کہ ماما کی تمام تر توجہ مجھ پر ہی تھی اور میں کسی بھی طرح ان کو کسی بھی شک میں نہیں ڈالنا چاہتی تھی ان کی نظروں سے گرنے نہیں چاہتی تھی۔ اس کی بہت ہی سہانی آواز میرے کانوں میں رس گھولنے لگی۔

آئی آپ کہاں تک پہنچی ہیں آپ تو کہہ رہی تھی کہ آپ شام ہونے تک میرے پاس ہوں گی لیکن اب تو شام ہو چکی ہے۔ میں اس کی بات سن کر بولی۔ ہاں عادل میں نے ایسا ہی کہا تھا مجھے کیا پتہ تھا کہ سفر اتنا لمبا ہو جائے گا کہ ختم ہونے کا نام تک نہیں لے گا۔ مٹی بتا رہی ہیں کہ ہم رات بھر سفر میں ہی رہیں صبح کو کراچی پہنچیں گے۔ میں نے اصل بات کہہ دی۔

اوہ آپ پھر تو میں سونے لگا ہوں۔ میں نے تو سوچا تھا کہ جب آئیں گی تو میں آپ کو لیکر سمندر کنارے جاؤں گا رات کو بہت ہی مزا آتا ہے وہاں جانے کا میں دو تین بار ماما پاپا کے ساتھ گیا تھا وہاں سے واپس آنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن خیر اب تو آپ نے صبح کو ہی آنا ہے میں سونے لگا ہوں دن بھر آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا ہوں اب نیند آ رہی ہے۔

ہاں عادل تم سو جاؤ ہم لوگ صبح ہی پہنچیں گے اور سمندر کی سیر بھی صبح ہی کریں گے جہاں جہاں کہو گے چلیں گے سمندر تو کیا ہر اس جگہ پر چلیں گے جو تم نے اس سے پہلے دیکھی نہ ہوگی۔ میری باتیں سن کر وہ ہنس دیا اور پھر ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔ میں ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔ بہت شوق ہے اس کو گھومنے پھرنے کا میں نے اسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہاں بھی آیا تھا تو ہر وقت گھومنے کے چکروں میں رہتا تھا اور اب بھی میرا یہی انتظار کر رہا ہے۔ میری بات سن کر ماما مسکرا دیں۔ اور ایک بار میں پھر باہر کے حسین نظاروں میں گم ہو گئی۔

ہم کراچی کا ترے وہ سب ہی ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف بھاگا اور آتے ہی مجھ سے لپٹ گیا میں نے ایک سکون کا سانس لیا۔ دل کو دلی راحت ملی اور میں اس کے سوسے کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ دیکھو میں آگئی ہوں۔ میں نے اس کے گالوں پر انگلیوں کی چٹکی کاٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر چاچا چاچی سے ملی چھوٹے بچوں سے ملی سب ہی ہمارے آنے سے بہت خوش تھے۔

لو اس کو اس تو اس کی آپ لی مل گئی ہے اب یہ جانے اور اس کی آپ لی جانے کئی دنوں سے یہی کہہ رہا تھا کہ آپ لی

آئے گی تو یہ کریں گے وہ کریں گے یہاں جائیں گے وہاں جائیں گے تو یہ اس نے تو ہماری ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جیسا تو آگئی ہے تو اب تو ہی سنبھال اس کو۔ چاچی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ میں ان کی باتیں سن کر مسکرا دی۔ اور ٹیک گہری اس کی طرف دیکھا اور کہا اوائے تو تنگ کرتا ہے اپنے ماما یا کو میں آگئی ہوں اب میں تیری خبر لیتی ہوں۔ وہ کیوٹ سی مسکراہٹ مسکرا کر رہ گیا اور میں اس پر فدا سے ہونے لگی وہ اب کافی بڑا لگ رہا تھا ان چھ ماہ وہ کافی تیز ہو گیا تھا ابھی اس کو داڑھی موچھ نہیں آتی تھی لیکن اس کا چہرہ بڑا سا لگ رہا تھا یعنی اس کے اندر چاہت بھری سوجھ بوجھ آگئی تھی وہ جانتا تھا کہ پیار کیا ہوتا ہے محبت کیا ہوتی ہے چاہت کیا ہوتی ہے سب کچھ جانتا تھا۔

مئی پاپا چاچا اور چاچی کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور میں اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہی تھی کبھی اس کے گالوں کو چٹپٹیاں کاٹ دیتی تھی کبھی اس کے بالوں سے پکڑ کر کھینچتی تھی اور کبھی کچھ کر رہی تھی کراچی آنا مجھے بہت بلی اچھا لگتا تھا۔ میں وہاں آکر پیچھے سب کچھ بھول گئی تھی اور بھولتی تھی کیوں نہ جس کے لیے اتنا عرصہ تڑپ رہی تھی وہ اب میرے سامنے تھا میرے ساتھ تھا میرے پہلو میں تھا۔ اور میں جانتی تھی کہ جب میں یہاں ہوں وہ ہر پرل ہر لمحہ میرے سامنے رہے گا۔ اور میں وہ سب کہہ دوں گی جو کچھ میرے دل میں ہے میں حالات کو دیکھ کر چلنا چاہتی تھی پہلے اس کے دل کو دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے دل میں کچھ ہے کہ نہیں اگر کچھ ہو تو پھر میں کچھ بھی کہنے سے نہیں رک سکتی تھی۔

کارفرمائے بھرتی ہوئی گھر کی طرف جارہی تھی اور وہ میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا میں اس کو چھینرخانی کے ساتھ ساتھ اس سے باتیں بھی پوچھ رہی تھی سب کے سامنے میں اس سے سکول سے متعلق ہی پوچھ سکتی تھی باقی جو بھی باتیں تھیں وہ تو بلیکڈ میں بول سکتی تھیں ناں۔ گاڑی مختلف سڑکیوں پر سے گزرتی ہوئی تیزی سے چلتی جارہی تھی اور پھر ہم سب گھر جا پہنچے۔

آپی آپی آئیں میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھاتا ہوں وہ میرا ہاتھ پکڑے ایک طرف کو جانے کو بے تاب ہو رہا تھا اور میں بھی چاہتی تھی کہ میں چند لحظات علیحدگی میں اس کے ساتھ رہوں میں بھی آرام سے اس کے ساتھ چل دی اور وہ مجھے ایک خوبصورت کمرے میں لے گیا اور بولا یہ آپ کا کمرہ ہے دیکھا کتنا پیارا ہے۔ اس کی بات سن کر میں ہنس دی اور کہا۔

ہاں بہت ہی پیارا ہے لیکن تم نے نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری بات کو سمجھ نہ پایا تھا کہ میں نے کیا کہا ہے۔ صرف ہنس دیا اور میں نے اپنی بات کا رخ موڑ دیا اور کہا تمہارا کون سا کمرہ ہے وہ بولا میں نے آپ کے ساتھ ہی سونا کمرہ ہے یہ میرا بھی ہے میں اس کی بات سن کر دل ہی دل میں خوش ہو گئی۔ وہ اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا میں نے ماما پاپا سے کہہ دیا ہوا ہے کہ جب تک آپ یہاں رہیں گے میں ان کے ساتھ ہی سویا کروں گا۔ میں بیڈ پر بیٹھ گئی اور کہا۔

بتاؤ تم نے مجھے کتنا یاد کیا تھا۔ بہت زیادہ۔ وہ میرے ساتھ جڑتے ہوئے بولا۔ آپ کی بہت آتی رہتی تھی۔ اچھا بھلا کیوں میری یاد آتی تھی کیوں مجھے یاد کرتے تھے میں نے بات کو بڑھانا چاہا۔

اس لیے کہ آپ بہت ہی اچھی ہیں۔ آپ نے مجھے لاہور میں بہت ہی خوش رکھا تھا جو جو میں کہتا تھا آپ وہی کچھ کرتی تھیں اور پھر یاد کیوں نہ آتی اور اچھی کیوں نہ لگتی۔ اس کی بات سن کر میں ایک سرد سی آہ بھر کر رہ گئی

کیونکہ اس کے دل میں میرے لیے کسی بھی قسم کے کوئی بھی جذبات نہیں تھے کچھ بھی اس کے دل میں نہ تھا۔ اور ایک میں تھی کہ اس لیے پاگل بنی ہوئی تھی اس کے لیے اتنا لیا سفر طے کر کے آئی تھی حالانکہ میں اتنے لمبے سفر سے ہمیشہ ہی بھائی رہی تھی یہ تیسری بار میں کراچی آئی تھی اس سے قبل تقریباً پانچ سال پہلے آئی تھی اور ایک بار شاید میں بچپن میں آئی تھی اور اب میں آئی تھی تو صرف اس کے لیے اگر میرے دل میں اس کے لیے چاہت نہ ہوتی تو میں کبھی بھی نہ آتی کبھی بھی ادھر کا رخ نہ کرتی۔

کیا سوچنے لگی ہیں آپ۔ وہ مجھ سے دیکھتے ہوئے بولا۔ کچھ بھی نہیں بس سوچ رہی تھی کہ تم اب بڑے ہو گئے ہو۔ پہلے جیسے نہیں رہے ہو۔

ہاں۔ آپنی انعم بھی یہی کہتی ہے کہ میں بڑا ہو گیا ہوں۔ انعم کا نام سن کر میرا دماغ جھک سا گیا۔ دل کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ میرے سامنے اس کا نام کیوں لے لیا ہے۔ کیسے میں نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا تھا یہ میں ہی جانتی تھی۔

اپنی انعم سے مجھے نہیں ملو اؤ گے۔ میں نے بمشکل کہا۔ دراصل میں دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے کیسی ہے جو اس کی چاہت میں ڈوبی ہوئی ہے جو اس کے کنارہ بھی نہیں سکتی ہے۔

ہاں آپی میں آپ سے اس کو ضرور ملو اؤں گا میں نے اس کو بتایا ہے کہ میری لاہور والی آپی آرہی ہیں وہ بہت ہی اچھی ہیں بہت ہی سویت ہیں میری بات سن کر وہ بولی تھی پھر تم مجھے بھول ہی جاؤ گے۔ اور میں نے کہا تھا کہ نہیں پاگل میں تم کو بھلا کیسے بھول سکتا ہوں تم میرا بہت ہی خیال رکھتی ہو جانتی ہو آپی اس نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ وہ میری آپی سے ملے گی۔ لودیکھو وہ آئی گئی ہے۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگتا ہوا گیا۔ اور میں اس کو چاہتے ہوئے دستی رد کرتی جو جو خواہشات میں دل میں لے کر آتی تھی سب ہی نے دم توڑ دیا تھا آتے ہی مجھے آنسو ملے تھے اس معصوم نے یہ بھی نہ سوچا تھا کہ اس کی باتیں میرا کچھ چیز کر رہی ہیں میرے دل کو زخمی کر کے رکھ رہی ہیں۔ وہ تو بس جو جو منہ میں آتا گیا تھا وہ بولتا ہی چلا گیا تھا۔ میری نظریں اس کی طرف تھیں وہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے میرے کمرے کی طرف آ رہا تھا اور وہ چہرے سے معصوم دکھائی دے رہی تھی لیکن جسم سے وہ ایک جوان لڑکی کی مانند تھی اس نے اپنا جسم اچھی طرح سیاہ دوپٹے میں ڈھانپا ہوا تھا۔ واقعی وہ بہت ہی بیماری تھی بہت ہی حسین تھی بالکل سفید رنگت تھی اور گول مثل چہرہ تھا اس کی طرح نیلی آنکھیں تھیں۔ وہ معصوم تو تھی لیکن ساتھ وہ بہت سنجھی ہوئی بھی تھی۔

سلام آپی۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔ میں نے نہ جانتے ہوئے بھی اس سے ہاتھ ملایا۔ میری نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ مسلسل شرمائے جارہی تھی جیسے میں نے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔ یہ آپ کی بہت تعریفیں کرتا تھا اور اتنی تعریفیں سننے کے بعد میرا بھی دل جا پا کہ میں آپ کو دیکھوں آپ سے ملوں واقعی آپ بہت ہی اچھی ہیں یہ ایسے ہی آپ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ وہ بوٹی چلی گئی اور پھر ساتھ ہی اس نے کہہ دیا آپی آپ شادی شدہ ہیں۔ اس کی بات سن کر میں لرز کورہ گئی اور کہنا نہیں تو میں نے ابھی شادی نہیں کی ہے۔ اچھا پھر کب کریں گی شادی میں بھی عادل کے ساتھ آپ کی شادی میں آؤں گی۔ اس کی معصوم باتیں میرا دل زخمی کرتی جانے لگیں۔ میں یوں محسوس کرنے لگی کہ جیسے میں اس کی باتوں سے لا جواب ہو گئی تھی۔ اور تھی بھی ایسی ہی بات تب میں مسکرا دی اور کہا۔ ہاں میں تم دونوں کو ضرور بلاؤں گی اس کے علاوہ مجھے کوئی اور الفاظ ملے ہی نہ تھے کہنے کو اور وہ دونوں ایسے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے جیسے واقعی وہ اس کو شدت سے چاہتی تھی وہ

کمرے میں جہاں جہاں گھوم رہا تھا وہ ادھر ادھر ہی دیکھ رہی تھی اس کی نظریں اس کا ہی تعاقب کرتی جا رہی تھیں اور میں نے آج پہلی بار محسوس کیا تھا کہ میں جو کچھ بھی کر رہی ہوں بالکل ہی غلط کر رہی ہوں میں اگر اس کو اپنی طرف مائل کر بھی لوں تب بھی اس کی خوشیاں ادھوری رہ جائیں گی اس کے تمام سنے ادھورے رہ جائیں گے کیونکہ میرا اور اس کا نہ تو کوئی جوڑ تھا اور نہ ہی وہ میرے بارے میں ایسا سوچنا چاہتا تھا اگر وہ سوچتا بھی تو اس انعم کے لیے ایسا سوچ سکتا تھا جو ایک نہایت ہی حسین لڑکی تھی اس کی برابر کی تھی مجھے اس بل خود سے نفرت سی ہونے لگی خود کو تو نے گئی کہ میں کیا کر رہی ہوں اور کیا کرنا چاہتی ہوں جو کچھ کر رہی ہوں کیا درست ہے ہرگز نہیں مجھے یہ سب سوچ کر بہت ہی شدت سے دکھ ہونے لگا۔ اگرچہ کہوں تو وہ انعم بھی مجھے دیکھنے میں اس سے بڑی لگ رہی تھی اور میں تو پھر بھی ان سے۔۔۔ اف خدایا۔۔۔ میں ایک سردی آہ بھر کر رہ گئی اور پھر مجھے سب کی ہی باتیں یاد آنے لگیں خاص کر میرا کہ میں دنیا کی سب سے بڑی پاگل لڑکی ہوں جو نہ اپنی زندگی کو برباد کرنے پر تیار ہوتی ہوں بلکہ اس معصوم کی زندگی کو بھی برباد کرنے کے پیچھے پڑی ہوتی ہوں۔ مجھے اپنی خواہشات کا گلا دانا ہوگا ان دونوں کے درمیان سے نکل جانا ہوگا۔ ہاں اسی میں میری اس معصوم کی بہتری تھی ورنہ سب کچھ خاک ہو جائے گا میں اس سے اظہار کرنے کے بعد اس کی نظروں سے گر جاؤں گی جو الفاظ آج تک میں اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوں ان لفظوں کو ہمیشہ اپنے دل میں چھپائے رکھنا ہوں گے۔

آپنی یہ ہے میری دوست میں نے کہا تھا کہ تھا کہ وہ بہت ہی پیاری ہے دیکھا کتنی پیاری ہے میں جب اس کو کچھ دیر کے لیے نظر نہ اڑاؤں تو یہ رونا شروع کر دیتی ہے نہ کچھ کہانی ہے اور نہ ہی کچھ بتی ہے۔ وہ بتائے جا رہا تھا اور وہ اس کو گھور گھور کر دیکھتی جا رہی تھی اور میں۔۔۔ میں۔۔۔ مجھ پر جو کچھ بیت رہی تھی وہ میں ہی جانتی تھی لیکن میں نے خود کو غلط سمجھ لیا تھا ہاں مجھے غفلت سے کام لینا چاہیے تھا۔

ارے تم کیوں روتی ہو جب یہ تم کو دیکھا ہی نہیں دیتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھ لیا۔ میری بات سن کر وہ چونک گئی شاید اس کو مجھ سے ایسی بات کی توقع نہ تھی وہ سمجھتی جانے لگی اور اس کو قہر آلود نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی جیسے اس نے یہ سب مجھے بتا کر بہت ہی غلط کام کیا ہے۔ میں دیکھ رہی تھی کہ وہ میری بات کا جواب دینے کے لیے الفاظوں کو ڈھونڈ رہی تھی۔

آپنی۔۔۔ وہ جھپٹتے ہوئے بولی۔ مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے کہ میں ایسا کیوں کرتی ہوں اور جو کچھ بھی کرتی ہوں اس کو بتا دیتی ہوں اور یہ ہر کسی کو بتا دیتا ہے۔ اس کے جواب میں اپنی چاہت کا اظہار بھی تھا اور اس کے لیے شکوہ بھی تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے پیار کو کسی کے سامنے رکھے گی کو بتائے کہ وہ اس کو چاہتی ہے وہ یہ بات ہمیشہ چھپا کر رکھنا چاہتی تھی یا پھر اس کے جوان ہونے تک چھپا کر رکھنا چاہتی تھی میں نے جو کچھ محسوس کیا وہ ایسا ہی کیا تھا۔ آگے اس کے دل میں اور کیا کچھ تھا وہ ہی جانتی تھی۔ مجھ سے کچھ بھی نہ ہو یا ماسوائے مسکرانے کے میں اس کے معصوم انداز پر مسکرا کر رہ گئی۔ اور ساتھ ہی اس کی شرمندگی کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی تاکہ وہ دوبارہ آسانی سے میرے سامنے آ سکے۔

اچھی بات ہے ناں کہ وہ ایسا کرتی ہے تم بھی ایسا ہی کیا کرو ناں۔ ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو ایک ساتھ پڑھتے ہو اور جب ایک ساتھ انسان ہو تو پھر اس کی فکر ہوئی چاہیے ناں۔ میری یہ بات سن کر اس نے تشکرانہ نظروں سے مجھے دیکھا جیسے میں نے اس کے دل کی بات کہہ دی اس کی شرمندگی ختم ہو گئی تھی جو وہ مجھ سے آنکھیں نہ ملتا رہی تھیں اب وہ بار بار مجھے دیکھ رہی تھی۔

آپنی۔۔۔ یہ عادل کا بچہ جو جو اس کے منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے کچھ بھی نہیں سوچتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ وہ اس بار اس سے مخاطب ہوئی۔ اب میری بلا سے تم جاؤ بھاڑ میں میں تمہارے بارے میں کچھ بھی فکر نہ کروں گی کھاؤں گی بہت زیادہ اور دروڑوں کی بھی اس کی یہ بات سن کر میں کھلکھلا کر ہنس دی جیسے اس نے ایک انہونی بات کہہ دی ہو وہ معصوم تھے ان کی باتیں بھی معصوم تھیں۔ یہ کہہ کر وہ ناراض سی چلی گئی اور وہ اس کے پیچھے بھاگا میں ان کو ہی دیکھ رہی تھی اس نے جا کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن اس نے غصے سے اپنا ہاتھ چڑھ لیا۔ ٹھیک ہے جاؤ۔ میں اب بھی بھی تم سے نہ بولوں گا تمہاری میری کٹی۔ اس کی یہ بات سن کر وہ جلتے جلتے رک گئی۔ اور اسے ایسے دیکھا کہ میں خود بھی حیران رہ گئی اتنی شدت بھری تکلیف اس کے چہرے پر تھی کہ شاید کبھی میرے چہرے پر نہ ہوئی ہو میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی پللیں جھپٹنے لگیں تھیں وہ رک گئی اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر واپس میرے پاس کمرے میں آ گئی۔

آپنی دیکھا آپ نے کسی بات اس نے کر دی ہے مجھے منانے کے بجائے خود ہی روٹھنے لگا ہے۔ کتنا عجیب ہے یہ۔ ہر بار یہ ایسا ہی کرتا ہے ہر بار مجھے ہی اس کو منانا پڑتا ہے میں رڈھ کر بھی روٹھ نہیں پانی ہوں رڈھ جانے کے بعد خود ہی اس کو منانے چلی آتی ہوں۔ اس کے اندر ایک غبار تھا جو وہ اتارنا چاہتی تھی اس کی باتوں نے سب کچھ مجھ پر عیاں کر دیا تھا۔ جو جو اس کے دل میں تھا میں ایک بل میں ہی سمجھ گئی تھی وہ ایک طرف کھڑا اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے جا رہا تھا۔

چلو آؤ اور پرجھٹ پر کھینچے چلتے ہیں۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا میں نے آج تیرے لیے آئس کریم منگوا کر رکھی ہوئی ہے وہ مل کر کھاتے ہیں اتنا کہہ کر وہ اس کا ہاتھ تھامے کمرے سے نکل گیا اور اس میں ایک سردی آہ بھر کر رہ گئی میں کیا مقصد لے کر یہاں آئی تھی اور میرے ساتھ یہ سب کیا ہو گیا ہے کیا میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا ہاں میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس میں سارے تصور میرا ہی تھا اس کا نہ تھا اس کو تو کچھ بھی معلوم نہ تھا وہ تو اپنی مستیوں میں مست تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے ابھرنے لگے جن کو میں نے جلد ہی روک لیا کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی یکدم میرے کمرے میں آئے اور مجھے روتا ہوا دیکھ کر۔ نہیں میں کسی کو بھی کسی بھی قسم میں شک میں نہیں ڈالوں جو کچھ میں کر چکی ہوں اس کی سزا خود ہی جھگڑوں کی اپنی لگائی ہوئی آگ میں خود ہی جلتی رہوں گی۔ اور پھر کافی سوچ بچار کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے یہاں زیادہ دن نہیں رکننا چاہیے۔ یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ زیادہ رہوں گی تو میرا دل پھٹ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں۔۔۔ میں مرنی جاؤں۔ اور کوشش کروں گی کہ اس کو اپنی زندگی سے نکال دوں کیونکہ وہ میرا نہ تو ہے اور نہ ہی میرا ہے گا جب وہ میری عمر کا ہوگا تب میرے سر میں سفیدی چپکنے لگے گی۔ فیصلہ کرنے کے بعد میں اپنے کمرے سے باہر نکلی اور ماما پاپا کے پاس چلی گئی۔

آج مجھے یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اس ہفتے میں ہم کئی بار سمندر کنارے گئے تھے لیکن وہ اکیلا نہ جاتا انعم کو ساتھ لے کر جاتا تھا اور یہ میرے لیے سب سے بڑھ کر دکھ کی بات ہوتی تھی کیونکہ وہ تنہائی کا وقت میرے ساتھ انعم کے ساتھ گزرتا تھا اس کے ساتھ ہی ہنستا مسکراتا تھا اس کے ساتھ ہی گھومتا تھا وہ دونوں ایک ساتھ سمندر کی لہروں سے کھیلنے ہوئے مجھ سے کئی قدم دور چلے جاتے اور میں جیسے ان کی چوکیدار بن کر رہ گئی تھی ان کی ملازمہ بن کر رہ گئی وہ جہاں جہاں کہتے تھے میں چل پڑتی تھی وہ مجھے سیر کرانے نہیں لاتا تھا بلکہ میرا

فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو سیریں کرانے لاتا تھا۔ اور میرے دل میں بھی وہ چاہت نہ رہی تھی وہ بخشش نہ رہی تھی آہستہ آہستہ سب کو جاتا جا رہا تھا ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر صرف جل کر رہ جاتی تھی اور سب سے بڑھ کر اس کے علاوہ میں کسی اور کا سوچ بھی نہیں رہی تھی یہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا تھا میں اس سے بے خبر تھی اس کے علاوہ کسی اور کا چہرہ نظروں سامنے لانا جیسے میں گناہ بکیرہ سمجھ رہی تھی۔ وہ سمندر کی سیر کرنے کے بعد اور خوب انجوائے کرنے کے بعد واپس لوٹ آئے تھے اور میں جیسے ان کی منتظر تھی کہ وہ آئیں اور میں گھر جاؤں۔ چلتے ہوئے مسکراتے ہوئے وہ میرے قریب آئے۔

آبی بہت مزا آ رہا ہے جی چاہتا ہے یہ یہاں ہی رک جائیں اس کی بات سن کر میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی اور کہا عادل۔ دیکھو صبح کے ہم لوگ آئے ہوئے ہیں اور اب سورج ڈھلنے لگا ہے کھر والے پریشان ہوں گے چلتے ہیں پھر بھی آ جانا۔

ٹھیک ہے آپ جیسے آپ کی مرضی وہ مسکراتے ہوئے بولا اور پھر میرے ساتھ ہی وہ دونوں چلتے ہوئے باہر گاڑی تک آئے اور ہم لوگ واپس گھر کے لیے چل دیئے۔ عادل میں ہو سکتا ہے کہ صبح واپس چلی جاؤں۔ میں نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا۔

کیوں آپ کیا ہوا ہے آپ تو کہہ رہی تھیں کہ ایک ماہ رکیں گی اور ابھی تو صرف ایک ہفتہ ہوا ہے۔ ہاں جانتی ہوں کہ ایک ہفتہ ہوا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس ایک ہفتہ میں ہی ہم نے پورے کراچی کی سیر کر لی ہے کوئی بھی جگہ ایسی نہیں رہی ہے جہاں میں تم کو اور انعم کو لے کر نہیں آئی۔ یہاں آکر بہت انجوائے ہوا ہے بہت مزا آیا ہے لیکن کب تک یہاں رک سکتی ہوں مجھے گھر میں خزاؤں کا کام کرنے ہیں۔ میری بات سن کر وہ اداس سا ہو گیا میں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا وہ خاموش تھا بالکل خاموش لیکن آج مجھے اس کا اداس اور خاموش ہونا دل کو اتنا زیادہ دھکی نہ کیا تھا۔ کیونکہ اس ایک ہفتہ میں میں نے جو کچھ دیکھ لیا تھا میرے لیے اتنا ہی کافی تھا وہ ہر پل ایک ساتھ رہے تھے سکول میں چٹھیاں تھیں اور انعم جو کہ اس کے گھر سے چند گھروں کے فاصلے پر تھی اور اس کی امی کا بھی اس گھر میں آنا جانا لگا رہا تھا اس لیے وہ انعم کو اس کے ساتھ کہیں بھی آنے جانے سے نہ روکتے تھے وہ ان کو بچوں کے روپ میں دیکھ رہے تھے جبکہ میں جانتی تھی کہ ان کے دلوں میں کیا ہے کیونکہ اس بات کا ذکر خود عادل نے بھی مجھ سے کر دیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

آبی جانتی ہو انعم نے مجھے سمندر کے کنارے چلتے ہوئے کیا کہا تھا اتنا کہہ کر اس نے ایک نظر انعم کی طرف دیکھا تھا اور انعم نے اس کو بات کرنے سے اشارے سے منع کیا تھا۔ اور ہو سکتا تھا کہ وہ منع ہو جاتا لیکن میرے دل میں ایک کسک سی پیدا ہو گئی تھی میں جانتی چاہتی تھی کہ ایسی کوئی سی خاض بات تھی جو انعم نے اس سے کہی تھی اور اب بتانے سے روک رہی تھی۔

ہاں بتاؤ کیا تھا انعم نے تم سے۔ کچھ نہیں آبی یہ تو ایسے ہی جو بھی منہ میں آتا ہے کہہ دیتا ہے میں نے تو مذاق سے کہا تھا اور یہ میرے مذاق کو بھی تماشہ بنانے لگا ہے۔ انعم کی بات نے مجھے حیران سا کر دیا تھا کیونکہ یہ بات بچوں والی نہ تھی جو اس نے کر دی تھی بلکہ بڑوں والی اور سمجھداروں والی کی تھی۔

چلو مذاق میں ہی سہی لیکن کہا کیا تھا اس بار میں انعم سے مخاطب تھی لیکن اس کے جواب دینے سے پہلے عادل بول پڑا۔ آپ نے اس نے کہا کہ عادل جب ہم بڑے ہو جائیں گے تو ایک دوسرے سے شادی کریں گے

کسی اور سے نہیں کریں گے۔ اف خدا میرے دل کو ایک جھٹکا سالگ شد بد جھٹکا یوں لگا جیسے میرا سر چکر جائے گا اور گاڑی کسی چیز سے دے ماروں گی میں نے بمشکل خود کو سنبھالا اور عادل کو گہری نظروں سے دیکھا اور کہا اچھا تو تم نے اس کی اس کا کیا جواب دیا تھا۔ میری بات سن کر وہ تیزی سے بولا۔

آبی میں نے بھی کہا دیا تھا کہ ٹھیک ہے جب ہم بڑے ہوں گے تو ایک دوسرے سے شادی کریں گے اور بڑے ہونے میں کوئی دیر لگتی ہے ہم بڑے ہی تو ہیں یہ بھی بارہ سال کی ہے اور میں بھی بارہ کا ہوں آپ بارہ سال کا بچہ بڑا ہوتا ہے ناں۔ اس نے مجھ سے سوال کر دیا۔ اور میں سوچ میں ڈوب کر رہ گئی اور پھر کہا۔ یہ تم کو پتہ ہے کہ تم بڑے ہو یا چھوٹے۔ بڑے چھوٹوں میں کچھ فرق ہوتا ہے بڑوں کے دلوں میں جو چہرہ سما جائے وہ نکلتا نہیں ہے جبکہ چھوٹوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا ہے ان کے سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ میری بات سن کر وہ تیزی سے بولا۔

پھر تو میں بڑا ہو گیا ہوں کیونکہ میری نظروں سے بھی انعم کا چہرہ ہٹا نہیں ہے اور یہ بھی کہتی ہے کہ عادل تم ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہتے ہو میں جو بھی کام کر رہی ہوں تم میرے سامنے ہوتے ہو پڑھنے کو بھی دل نہیں کرتا ہے پڑھتے پڑھتے سوچنے لگ جاتی ہوں۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ انعم کی نہیں اپنی کہانی سنارہے اور میں جانتی تھی کہ اس لمحے میرے دل پر کیا بیت رہی تھی وہ سب کچھ سن رہی تھی جو کچھ میں اس کو سناتے کے لیے آئی تھی وہی لفظ تھے وہی باتیں تھیں لیکن زبان میری نہ تھی انعم کی تھی چہرہ میرا نہ تھا انعم کا تھا۔ سب کچھ الٹ ہو رہا تھا اور ایسا ہی ہونا تھا ہر کسی نے مجھے منع بھی تو کیا تھا ہر کسی نے مجھے میری بات سن کر مذاق ہی تو کیا تھا مجھے پاگل ہی کہا تھا کہ میں محض پاگل ہو گئی ہوں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اب میرا دماغ میرے بس نہیں رہا تھا میں نے کہا کہ بس کرو اب خاموش ہو جاؤ کوئی بھی ایسی بات نہ کرنا جو مجھے بری لگے۔ میری بات سن کر انعم نے ایک نظر مجھے اور پھر عادل کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ میں نے منع کیا تھا کہ یہ بات کسی کو بھی نہ بتانا وہ ڈرنے لگی۔

آبی۔ میں نے مذاق کیا تھا اور یہ بھی ناں۔۔ اچھا اچھا ٹھیک ہے کہاناں کہ اب ایسی کوئی بھی بات نہ کرنا جو کچھ کہہ دیا جو کچھ ہوا سب کو ہی دینے دو۔ اور خاموشی سے سفر کرتے رہو۔ اتنا کہہ کر میں نے ان دونوں کو چپ کر دیا۔ اور تیزی سے گاڑی چلائی ہوئی گھر جا پہنچی۔ آج مجھے شدید زخم لگا تھا ایسا زخم جس کا میں نے سوچا ضرور تھا لیکن یہ نہ سوچا تھا کہ اتنی دھڑکی لگ سکتا ہے میں تو سمجھ رہی تھی کہ اس کو پیار و محبت کا ذرا بھی علم نہیں ہے لیکن وہ سب کچھ جانتا ہے سب کو اس کے معلوم ہے وہ خود کو جوان سمجھنے لگا تھا انعم کی باتوں نے اس کو جوان کر دیا تھا وہ پہلے ہی جوان دیکھائی دے رہی تھی اور اس کو بھی جوان کر دیا۔ اور وہ جیت گئی میں ہار گئی اس نے اپنا پیار اس کے دل میں ڈال دیا اور میں چلے چلے بڑے ہو جی ایسا نہ کر سکی۔ اپنے کمرے میں جا کر میں خوب رونی کمرہ میں نے بند کر دیا تھا کیونکہ میں چاہتی تھی کہ میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ پاؤں گی۔ اور ایسا ہی ہوا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی آنسو خود بخود آنکھوں سے بہنے لگے آج میں تمہارا جناجی تھی ہاں بالکل تنہا۔ لیکن اس نے مجھے تنہا نہ رہنے دیا۔ وہ میرے کمرے میں آ گیا اور مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

آبی۔ پلیز کسی کو بھی انعم والی نہ بتانا میں نے تو آپ کو اپنی دوست سمجھ کر بتا تھا اگر آپ کو پتہ چل گیا کہ انعم نے آج ایسی بات کی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو ہمارے گھر میں نہ آنے دیں اور میں بھی چاہتا ہوں کہ وہ

ہمارے گھر میں نہ آئے۔ اس کی بات سن کر میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی۔ لیکن کچھ بھی نہ کہا کچھ کہنے کو دل ہی نہ چاہتا۔ وہ میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اور بولا آپ ناراض ہیں ناں مجھ سے۔

نہیں بھلا میں کیوں ناراض ہوں گی۔ بس ویسے ہی تھکی ہوئی ہوں اس لیے کچھ بھی کرنے کو کچھ بھی بولنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔ ویسے عادل ایک بات تو بتاتا۔ میں نے اس کے دل کے بارے میں جاننے کا سوچ کر اس کو لکھا۔ بتاؤ تم بھی اس سے پیار کرتے ہو۔ میری بات سن کر وہ بولا آپ پہلے ہی ہمارے باتیں سن کر ہم سے خفا ہیں اگر میں نے اور کچھ بتا دیا تو پھر تو آپ نے نا جانے کیا کچھ کہہ دینا اور ہو سکتا ہے کہ ماما پاپا کو بتادیں۔ یہ بات سن نے سمجھداروں والی لکھی میں نے اندازہ لگایا کہ اس کے دل میں بہت کچھ ہے انعم کے لیے جو وہ بتانا تو چاہتا ہے لیکن بتانے سے ڈر رہا ہے۔ میں نے کہا۔

نہیں میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گی بتاؤ وہ تمہیں اچھی لگتی ہے۔
ہاں آپی بہت اچھی لگتی ہے پہلے اتنی اچھی نہیں لگتی تھی لیکن جب سے اس نے کہا تھا کہ عادل تم مجھے بہت پیارے لگتے ہو میں گھر میں ہوتی ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ اڑ کر تمہارے پاس آ جا یا کروں اور تم سے کھیلا کروں تم سے باتیں کیا کروں۔ جب تم مجھے دکھائی نہیں دیتے ہو میں رونے لگ جاتی ہوں آپی تب سے وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔

ارے تم تو جیسے رستم نکلے ہو میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم ابھی بچے ہو تم کو ایسی باتوں کا ذرا بھی پتہ نہیں ہے لیکن۔ میری بات سن کر وہ بولا ہاں مجھے پتہ نہیں تھا لیکن جب اس نے کہا تھا کہ عادل انعم کو دیکھتی رہتی ہے تم جہاں جہاں جاتے ہو وہ تم کو ہی دیکھتی رہتی ہے وہ مجھے بلاتی تنک نہیں ہے اگر مجھے بلاتی تو میں اس کو اپنے دل میں چھپا لیتا وہ مجھے بہت ہی پیاری لگتی ہے اور میں اس کو پیار کرتا ہوں۔ آپی امجد مجھ سے ایک سال چھوٹا ہے اور اس نے اتنی بڑی بات کر دی تھی۔ میں نے انعم سے کہا تھا کہ انعم اجمد تم سے پیار کرتا ہے اس نے کہا ہے کہ تم اس کو بہت اچھی لگتی ہو۔ میری بات سن کر وہ بولی عادل کوئی مجھے پیار کرے یا نہ کرے لیکن میں جانتی ہوں کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں۔ تم کو چاہتی ہو پھر ہر روز وہ ایسی باتیں مجھ سے کرتی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی یہ باتیں مجھے اچھی لگنے لگیں اور پھر باتیں ہی نہیں وہ خود بھی مجھے اچھی لگنے لگی اور جس طرح امجد اس سے پیار کرتا تھا اسی طرح میں بھی اس سے پیار کرنے لگا۔ اس کی باتیں سن کر میں صرف اس کو دیکھ کر رہ گئی اور ایک سرد آہ میرے دل سے نکلی میں گزرے ہوئے وقت کو کوٹنے لگی کہ کاش میں اس کے دل میں اپنی باتیں ڈال دیتی تو یہ انعم کی باتوں کی طرح میو کی باتوں کو یاد رکھتا اس کے دل میں بیٹھ جاتی۔ میں نے جان بوجھ کر کہا پیار تو کوئی بھی کر سکتا ہے تمہارے مٹی پاپا بھی تو تم سے پیار کرتے ہیں میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں۔ میری بات سن کر وہ بولا آپ بڑی آپی ہیں آپ کا پیار انعم والا پیار تو نہیں ہے ناں آپوں والا ہے اور مٹی پاپا کا پیار مٹی پاپا کے پیار کی طرح ہے اور انعم کا پیار صرف میرے لیے ہے۔ ف خدا یا اتنا سمجھدار ہو گیا تھا وہ کہ ایسی باتیں کرنے لگا تھا اور میں نے یہ بھی تو جان لیا تھا کہ میرا پیار اس کو محض بہنوئی والا پیار نظر آیا تھا اور اس کے اس کے علاوہ مجھے کوئی بھی رتبہ نہ دیا تھا۔ اور شاید اسے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔

میدم کھانا تیار ہے۔ ملازمہ کمرے میں داخل ہوتے ہی بولی۔
چلیں آپی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔ لیکن مجھے اس کا ہاتھ پکڑنا ذرا بھی اچھا نہ لگا تھا وہ جو دل میں چاہت تھی وہ آج نوٹ لگتی تھی وہ وہ رہی تھی جو میں لاہور سے کراچی آنے تک لے کر آئی تھی جب آپی تھی تو ایسے

ایسے پلان دل میں تھے جو سب کے سب دھڑے کے دھڑے رہ گئے تھے۔ میں بوجھل قدموں سے کھانے کی ٹیبل کی طرف جانے لگی۔ ماما مجھے ادا سن پریشان دیکھ کر بولیں۔

بہن کیا بات ہے آج تم بہت چپ چپ سی ہو۔ کچھ نہیں ماما ویسے ہی سیر کر کے آئی ہوں تو تھک سی گئی ہوں نیند آرہی ہے سونا چاہتی ہوں۔ میں نے بہانا بناتے ہوئے کہا۔ اور ماما کو یوں لگا جیسے میں سچ کہہ رہی ہوں وہ بولیں۔ ٹھیک ہے بہن کھانے کے بعد جا کر سکون سے سو جانا اور کل کہیں بھی باہر نہ جانا جب سے یہاں آئی ہوں بس پریشان سی دکھائی دے رہی ہو ادھر تو ایسے جلدی کر رہی تھی کہ جیسے اس کے علاوہ ہمیں کچھ سوچ ہی نہ رہا تھا اور آتے ہی تم ایسی ہو گئی ہو کہ جیسے۔ وہ بات کرتے کرتے رک گئی کیونکہ سب کی توجہ باہر کی جانب ہو گئی تھی باہر انعم اور اس کی ماما آ گئی تھیں میں نے محسوس کیا کہ اسے دیکھ کر عادل کے چہرے پر نکھار سا آ گیا تھا اس کی میلی آنکھوں میں چمک ابھر آئی تھی یہ دیکھ کر میرا دل مزید کٹ کر رہ گیا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھے جا رہی تھی عادل جو میری ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا ماما میں کھانا اندر جا کر کھاتا ہوں آؤ اندر جا کر کھانا کھاتے ہیں وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولا اس کی ماما کرا دیں اور انعم کو کچھ بھی نہ کہا وہ اس کے ساتھ اندر ایک کمرے میں چلے گئے۔ میں ان کو جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔

بہت گہری دوستی ہے ان دونوں میں ایک پل بھی دور نہیں رہتے ہیں اگر کچھ دیر یہ دور ہو جائیں تو انعم کی حالت ایسے ہو جاتی ہے کہ وہ سر پر آسمان اٹھا لیتی ہے چیزیں توڑنے لگ جاتی ہے اس کی ماما کی یہ الفاظ سن کر میں حیران سی رہ گئی اور یہ بات بھی جان گئی کہ اس کی اپنی خواہش ہے کہ انعم اور عادل کی دوستی یونہی چلتی رہے یعنی اس کام میں وہ برابر کی شریک تھیں۔ اچھا تو یہ بات ہے میں خود سے ہی بولی۔ ماما مجھے بھوک نہیں ہے جب لگے گی تو کھالوں گی میں اندر کمرے میں جا رہی ہوں اتنا کہہ کر اٹھ کر اندر کمرے میں چلی آئی۔ میری سوچوں کا محور وہ دونوں تھے بس وہ دونوں۔ ان کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا تیسرا اب کچھ دیر سوچ میں آیا تھا اسکے بعد ختم ہو گیا تھا میرا وہ صان خاص کر عادل کی طرف تھا جس کو میں پوجتی آرہی تھی اور وہ ایسا نکلا تھا کہ بس۔۔ میں ایک سرد آہ بھر کر رہ گئی اس کے علاوہ میں کبھی کیا کرتی تھی اب تو اظہار محبت کرنا بھی فضول تھا دل کی بات کو زبان کے الفاظ دینا ایسے تھے جیسے خود کو خود ہی ذلیل کرنا ہو۔ اگر میں زیادہ دن یہاں رکی تو ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مریضہ بن جاؤں گی مجھے یہاں سے جتنی جلدی ہو سکتا ہے چلے جانا چاہیے ہاں مجھے اب یہاں سے نکلنا چاہیے کچھ بھی ہو جائے مجھے اب یہاں رکن نہیں چاہیے میرا نے جو کچھ بھی کہا تھا ٹھیک کہا تھا میری چاہت میری محبت کو محض پاگل پن کا نام نہ دیا تھا اسکے علاوہ کچھ بھی نہ کہا تھا اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ جب وہ کسی اور طرف جانے لگا جب تیرے سامنے کسی اور کا ذکر کرے گا کسی اور کی باتیں کرے گا تب تم کو پتہ چلے گا کہ تم پاگل کہ پائیں۔ بالکل ایسا ہی ہوا تھا اس نے جو جو کہا تھا وہ ایسا ہی ہوا تھا شاید وہ اس منزل سے گزر چکی تھی اس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ ایسا کرنا اپنے آپ کو روک لگانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے بس مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ میں نے دل میں پختہ فیصلہ کر لیا۔ اتنی دیر میں سیرا کا خون آ گیا لو جس کو ابھی یاد کیا وہ سامنے آ گئی۔ میں نے ابھی اس کی کال او کے کی ہی تھی کہ اس کی آواز مجھے سنائی دی۔

ہیلو بلورانی کراچی جا کر مجھے بھول ہی گئی ہو یقیناً اس کے پہلو میں بیٹھی ہوگی اس کو دیکھ دیکھ کر دگی عیاس بھجرا ہی ہوگی اور ہم سب کو بھول گئی ہوگی۔ اس کی بات سن کر میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا۔ سیرا تم سناؤ کیسی ہو لیا کچھ ہو رہا ہے۔

میں کیسی ہوں کیا کر رہی ہوں اس بات کا ذکر بعد میں کر لیں گے تم اپنی سناؤ کہ تم نے جو کچھ سوچا تھا وہ سب ہو گیا یا نہیں۔

نہیں۔۔ میں اسی طرح سر دواہ بھرتے ہوئے بولی۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ جو جو سوچا تھا سب غارت گیا ہے سب سینے بھر گئے ہیں آج مجھے تیری باتیں یاد آ رہی تھی میں تیرا اسی سوچ رہی تھی کہ تم نے ٹھیک کہا تھا کہ میں پاگل پن کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر رہی ہوں آج مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں واقعی پاگل تھی ہاں بہت بڑی پاگل۔ میری آواز ڈمگمائی گئی تھی۔

لیکن ہوا کیا ہے کل کر بتاؤ۔ وہ بے تابی سے بولی
بتا تو رہی ہوں۔ سب کچھ بتا رہی ہوں جو جو یہاں آنے کے بعد ہوا ہے جو جو دیکھا ہے سب کچھ بتانے لگی ہوں۔ تو نے سب کچھ ہی ٹھیک کہا تھا اس کو میری چاہت کی طلب نہ تھی اس کو جس کی چاہت کی طلب تھی وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔

کیا کیا۔۔ میری بات سن کر وہ چونکی۔
ہاں۔ وہ انعم آئی ہوئی ہے۔ ہر روز ہی آتی ہے بلکہ دن میں کئی بار آتی ہے میری طرح وہ بھی سب کی اس کی چاہت میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس نے اس کو اپنا بنالیا میں بارگئی میں اظہار محبت کا سوچ کر آئی تھی لیکن ان دونوں کو دیکھ کر یہ بھی نہ کر سکی۔ سیرامیں واپس آ رہی ہوں بہت جلد واپس آ رہی ہوں۔ یہاں آ کر بہت ہی پیچھا رہی ہوں۔ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا وہاں تھی تو کم از کم ایسی تو حالت نہ تھی ایسی تو سوچیں نہ تھیں اب تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ کیا کروں کیا نہ کروں ان بچوں سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی میں بھلا ان کو کیسے روک سکتی ہوں اور روکوں بھی کیوں وہ میرے روکنے سے رک تو نہیں جائیں گے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت بھرتی جا رہی ہے اور یہ محبت اس نے ڈالی ہے ہاں اسی نے ہی ڈالی ہے اس نے بتا دیا ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے میں باتیں کرتے کرتے سسک پڑی۔

پاگل تو تو پہلے ہی تھی اب اور بھی پاگل لگ رہی ہوں جو کچھ ہوا ایسا ہی ہونا تھا میں جانتی تھی کہ ایسا ہی ہونا تھا اسی وجہ سے میں تم کو روک کر تھی کہ تم سب سے بچ جاؤ لیکن تم نے نہ جانے کیا کیا سوچیں دل میں بسا رکھی تھیں تم نے یہ سوچ رکھا تھا کہ تم اس کو اپنا نے میں کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن میں جانتی تھی کہ تم ایسا کبھی بھی نہیں کر سکو گی بس اپنے آپ کو روگ لگا لو گی بس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکو گی۔

ہاں سیرا تم ٹھیک کہہ رہی ہو میں نے اپنے آپ کو واقعی روگ لگا لیا ہے بہت بڑا روگ ایسا روگ کہ جو شاید میز میٹھانے سے بھی مٹ نہ پائے گا۔

مٹ جائے گا مٹ جائے گا تم اس کی فکر نہ کرو بس واپس آنے کی کرو کیونکہ میں جان رہی ہوں کہ تم سے یہ سب کچھ دیکھنا نہیں جا رہا ہو گا جو کچھ ہو رہا ہے۔

ہاں واقعی مجھ سے کچھ بھی دیکھنا نہیں جا رہا ہے سارا دن اور ساری رات جلتی رہتی ہوں اور شاید جلنا ہی میری قسمت بن گئی ہے۔

ایسا نہیں کہتے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گی تم ذرا بھی اس بات کی ٹینشن نہ لو بس جب تم یہاں آ جاؤ گی تب میں جو جو کہوں گی تم نے ویسے ہی کرنا ہے دیکھنا پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا میں نے تو اس لیے فون کیا تھا کہ شاید تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہو گی لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ ایسا ہونا مشکل ہے

لیکن پھر بھی تم سے سب کچھ جانتا بہت ضروری تھا۔

جان لیا ناں سب کچھ اور میں نے سب کچھ ہی بتا دیا ہے وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو تم نے پوچھا چاہا ہے اب میں کچھ بھی بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کروں گی۔ میں نے ایسا کیوں کہہ دیا یہ میں نہیں جانتی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ میں نے یہ الفاظ کہہ دئے جس کو سن کر وہ بھی حیران رہ گئی بولی۔

یہ کیسی بات کر دی ہے۔ اسکی بات سن کر میں ہنس دی اور بولی انجانے میں ایسے الفاظ نکل گئے ہیں سوری بابا سوری۔ کانوں کو ماتھ لگاتی ہوں میری بات سن کر وہ ہنس دی اور پھر فون بند ہو گیا۔ میں نے ایک نظر باہر دیکھا وہ دونوں مجھے کونٹھی کے لان میں دکھائی دیئے ایک جھولے پردوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور کسی بات پر ہنس رہے تھے میں حیران اس بات پر تھی کہ کوئی بھی ان کو منع کرنے والا نہ تھا نہ چا چا جان نہ چاچی جان نے منع کیا تھا۔ آزاد ہی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے اپنا رخ موڑ لیا کروٹ بدل کر دوسری طرف منہ کر لیا میں ان کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

تم سوئی نہیں ہو یکدم مجھے ماما کی آواز سنائی دی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔
سو نے لگی تھی کہ سیرا کانوں آ گیا تھا وہ مجھے بلارہی تھی کہہ رہی تھی کہ جلدی واپس تم سے کوئی ضروری بات کرنا ہے آئیں ماما بیٹھیں میں نے ان کے لیے اپنے ساتھ بیڈ پر جگہ بناتے ہوئے کہا تو وہ میری طرف آنے لگی۔

وہ تمہیں کیوں بلارہی ہے ایسی کون سی ہے جو وہ تم سے فون پر نہیں وہاں پہنچنے پر کرنا چاہتی ہے ماما نے میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

پتہ نہیں ماما بس یہی کہا ہے اس نے کہ تم بس جلدی آؤ۔ بس ماما پاپا سے کہہ دیں صبح نکٹ لے آئیں اگر کل کے ہی مل جائیں تو بہت اچھی بات ہوگی کل کے لے آئیں ورنہ پرسوں کے ہر حال میں ہونے چاہیے۔ میں نے اپنا فیصلہ نہاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تمہارے پاپا سے بات کرنی ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میری یہ بات مانیں گے نہیں کیونکہ وہ ابھی رہتا چاہتے ہیں کل کہہ رہے تھے کہ ابھی پندرہ دن نہ سہی تو ایک ہفتہ تک وہ ضرور رکیں گے یہاں اور پھر جائیں گے ان کی بات سن کر میں نے کہا ماما کہہ کر تو دیکھیں چلیں میں خود ہی کہہ دیتی ہوں۔

ماہ رخ۔ کیا بات ہے تمہیں کوئی پریشانی ہے یہاں۔ کتنے شوق سے یہاں آئی تھی تم نے یہ کہا تھا کہ ایک دو ماہ کراچی رہ کر آئیں گے اور ابھی تو بمشکل دس دن ہوئے ہیں اور یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں تمہارے چاچا تو بھی ابھی ایسے نہیں جانے دیں گے۔ وہ مانیں گے ہی نہیں۔ اپنا دل لگانے کی کوشش کرو کیونکہ ہم یہاں تیری خوشی کے لیے آئے ہیں تم نے ہمیں اتنا بے بس کر دیا تھا کہ ہمیں یہاں آنا پڑا اور اب۔۔ ان کی باتیں سن کر میں ان کو کیا بتانی کہ میں کیوں یہاں رکنا نہیں چاہتی۔ کس اذیت سے گزر رہی ہوں میرا یہاں کیوں دل نہیں لگ رہا ہے۔ باتوں باتوں میرا وہاں باہر کی طرف چلا گیا وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے یعنی وہ جانے لگی تھی اور عادل اس کے ساتھ گیٹ تک گیا تھا ان دونوں اس تنہائی میں کیا کیا فیصلہ کیا تھا یہ وہ ہی جانتے تھے اسکو چھوڑنے کے بعد وہ میرے کمرے کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ میرا جی چاہا کہ اسے کہہ دوں کہ وہ میرے کمرے میں نہ آئے وہاں ہی چلا جائے جہاں وہ تھا۔ لیکن بھلا ایسے کیسے کہہ سکتی تھی اسے دیکھتی رہی وہ چلتا ہوا ہمارے کمرے میں آ گیا۔

آئی۔ وہ تیزی سے بولا میں نے اور انہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کل قائد اعظم کے مزار پر جائیں گے۔ ہمیں لے کر چلیں گی ناں۔

نہیں۔ میں نہیں جاسکتی۔ ہو سکتا ہے کہ کل ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ میں نے گہری سانس لینے ہوئے کہا۔ میری بات سنکر وہ جیسے جھینپ سا گیا۔ بولا نہیں آئی میں آپ کو ابھی نہیں جانے دوں گا آپ نے میرے ساتھ پرومیں کیا تھا کہ آپ پورے دو ماہ یہاں رہیں گی اور ابھی تو کچھ ہی دن ہوئے ہیں آپ کو یہاں آئے ہوئے۔ میں ماما پاپا کو جا کر کہتا ہوں کہ آپ کو جانے نہیں دینا اتنا کہہ کر وہ یکدم کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ اور میری ماما بس کر رہ گئی۔

اب تو تم کو رکنا ہی پڑے گا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر ان لوگوں کو پتہ چلا کہ ہم لوگ جارہے ہیں تو وہ نہ وہ تو کبھی بھی نہیں مانیں گے۔ اور بیٹی تم بھی یہاں دل لگانے کی کوشش کرو میں سمجھتا ہوں کہ خود ہی بات کرلوں کہ ابھی ہم لوگ نہیں آ رہے ہیں کم از کم ایک ماہ تک تو نہیں آئیں گے اس کے بعد آنے کا سوچیں گے چل تو آرام کرنا کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئیں اور میں سوچوں میں ڈوب گئی میں نے جو جو کہنا تھا کہہ دیا تھا اور یہ بھی جانتی تھی کہ میرے جانے کی بات کو کوئی بھی نہیں مانے گا۔ بچہ ضد کر کے ہر بات منوالیتے ہیں لیکن کبھی بچوں کو بھی بڑوں کی مانی پڑتی ہے جیسے میں نے ضد کی تھی اور وہ یہاں آ گئے تھے اور اب مجھے ان کی مانی پڑتی تھی اور پھر ایسا ہوا عادل پھر کمرے میں آیا لیکن اس بار وہ اکیلا نہ تھا اس کے ساتھ اس کے ماما پاپا اور میرے ماما پاپا بھی تھے۔ سب ہی مجھے دیکھنے لگے۔

بیٹی یہ میں کیساں رہا ہوں۔ چاچا جان بولے۔

جی انگل۔ آپ نے جو بھی سنا ٹھیک سنا ہے ہم تو یہاں رہنے کے لیے آئے تھے لیکن میری دوست کی کال آ گئی ہے وہ مجھے بلارہی ہے اس نے مجھ سے کوئی مشورہ کرنا ہے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ ایسی بات جو وہ فون پر نہیں کر سکتی ہے کوئی سکرٹ بات ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنی جلدی ہم بھی نہیں جانے دیں گے ایک ماہ تک تو ہم جانے نہیں دیں گے اس کے بعد کے بارے میں سوچیں تم اپنی دوست سے کہہ دو کہ یہاں کچھ مسئلے ہیں تم اتنی جلدی نہیں آ سکتی جو بھی مشورہ یا ضروری بات کرنی ہے یا تو وہ فون پر کر لے یا پھر ایک ماہ کا انتظار کرے بس اب تم کوئی بھی بات نہیں کرو گی جو میں نے کہہ دیا ہے وہی ہوگا میں ان کی بات سن کر چپ سی رہ گئی۔ وہ اکیلے نہ تھے پورا گھر بلکہ خود میرے ماما پاپا بھی ان کے ساتھ تھے سب ہی کی ایک ہی بات تھی مجھے ان کی بات ماننا پڑی میں نہ چاہتے ہوئے ہنس دی۔ اور کہا ٹھیک ہے میں فون پر اس کو کہہ دوں گی۔

یہ ہوئی ناں بات چاچی نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور پھر کچھ دیر میرے کمرے میں بیٹھنے کے بعد وہ سب ہی چلے گئے اور عادل میرے کمرے میں ہی رک گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ میں نے کہہ دیا میں سونے لگی ہوں مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اتنا کہہ کر میں لیٹ گئی اور وہ میرے کمرے میں رکایا چلا میں نہیں جانتی بس اتنا جانتی ہوں کہ کمرے میں مکمل خاموشی تھی۔

ہم سب ہی قائد اعظم کے مزار پر موجود تھے۔ میں صرف ان دونوں کو لے کر نہیں آئی تھی بلکہ سب کو ساتھ لے کر آئی تھی کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ ان دونوں کی وجہ سے میں دن بھر جلتی رہوں میں نے بہت زخم دل پر

بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ ان کی باتیں سن کر میں نے ایک سکون بھری گہری سانس لی۔ یوں لگا جیسے میرے بے جان جسم میں کسی نے روح پھونک دی ہو۔
ہینکس ماما۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بٹی تم اکیلی رہنے کی بجائے ہم بڑے لوگوں میں رہا کرو گے ہو سکتا ہے کہ سکون مل جائے بڑے لوگوں کی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی مگر بھائی زندگی کو سنوار دیتی ہیں۔ آؤ میرے ساتھ وہ میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے چاچا چاچی اور پاپا کے پاس لے گئیں اور پھر میں نے جان بوجھ کر خود کو ان کی باتوں میں ڈھال لیا میں نہیں چاہتی تھی کہ میں ان دونوں کے بارے میں سوچوں یا ان کو دیکھوں میں اس وحشت ناک واقعہ کو بھول جانا چاہتی تھی۔

باقی کا دن ایسے ہی بیت گیا وہ دونوں کبھی کہیں کبھی گھومتے پھرتے رہے جب جانے کا وقت ہوا تو وہ بھی آگئے اور یوں ہم لوگ واپس گھر کی طرف چل دیئے۔ اب میں نے اپنا زیادہ وقت ماما اور چاچی کے ساتھ گزارنا شروع کر دیا جس کا مجھے کچھ کچھ فائدہ ہوا۔ میں جس میں مبتلا تھی اس اذیت سے باہر نکل آئی تھی میں نے ذرا بھی ان دونوں میں دلچسپی نہ لی تھی کہ وہ آئی بھی تھی یا نہیں اور اگر آئی بھی تھی تو ان دونوں کیا کیا باتیں کتنے قہقہے لگائے میں کچھ بھی نہ جان سکی بس سکون سے ہی رہی اور یوں دن بیت گیا جب شام کو پاپا چاچا کے ساتھ گھر آئے تو انہوں نے میرے ہاتھ میں ٹرین کے ٹکٹ رکھ دیئے اور بولے۔

لو بٹی تماری کرلہ اب صبح ہم نے یہاں سے جانا ہے۔
واؤ پاپا۔ ہینکس میں ایسے خوش ہوئی جیسے انہوں نے مجھے کوئی انمول تحفہ دے دیا ہو انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ بٹی خوش رہا کر دھارے ہوتے ہوئے تم پریشان ہو یہ بھلا ہم سے کیسے برداشت ہو سکتا ہے گھر جا کر میں تم سے تمہاری پریشانی کی وجہ پوچھوں گا اور تمہاری دوست سے بھی پوچھوں گا کہ اس نے ایسی کون سی بات کر دی تھی کہ تمہارا دل یکدم یہاں سے اٹھ گیا ہے۔

پاپا کی باتیں سن کر میں ہنس دی کیونکہ میں جانتی تھی کہ پاپا صرف ایسا کہہ دیتے ہیں پوچھتے نہیں ہیں۔ وہ اتنا کہہ کر بھائی کے دوسرے کمرے میں چلے جب کہ چاچا جاتے جاتے کہہ گئے کہ اب ہم جب جائیں گے تو ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہیں گے تم جتنا مرضی ہم کو روک لینا ہم رکیں گے نہیں۔ ان کی بات سن کر میں نے ہنس کر کہا اگر آپ کو میری طرح وہاں کا پانی راس نہ آیا تو پھر میں روکوں گی نہیں ورنہ میں بھی واپس نہیں آنے والوں کی میری بات سن کر وہ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔

بس اتنی سی بات کے لیے تم جاری ہو یہ تو کچھ بھی نہیں میں تمہارے لیے تمہارے ہی شہر کا پانی منگو سکتا تھا اور یہاں سے بھی بوتلوں میں صاف پانی کے ڈھیزلگا سکتا تھا۔ بس تم اب ٹکٹ چھارو دن ان کی بات سن کر میں ہنس دی اور کہا۔

میں بھلا کیوں ان ٹکٹوں کو پھاڑوں گی یہ تو اب آگئی ہیں اور رہی بات آپ کی میں تو آپ کی بات کر رہی تھی بس اب نہیں یہاں سے کل ٹکٹا ہے اور پھر آپ کے آنے کا انتظار کرنا ہے میری بات سن کر وہ ہنس کر پاپا کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے گئے اور میں ٹکٹوں کو دیکھنے لگی آج کچھ سکون ملا تھا گہرا سکون کیونکہ یہاں آکر میں نے سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ جتنی چاہت سے آئی تھی اتنے ہی دکھوں کو لے کر جاری تھی جو جو سوچ کر آئی تھی سب کو اپنے ہاتھوں میں ملا کر جاری تھی سب کچھ ہی الٹ ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے

کمرے آیا تھا اس کو خبر مل گئی تھی کہ ہم لوگ کل جا رہے ہیں۔
آپ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ وہ معصوم اور دھکی انداز میں بولا۔

کیا مطلب۔ میں نے جان بوجھ کر کہا۔
آپ کل جا رہی ہیں۔ اس نے رونے والے انداز میں کہا۔
ہاں۔ جانا ضروری ہو گیا تھا۔

نہ جاؤ ناں۔ دیکھیں کتنا مزہ آ رہا تھا۔
ہاں آ رہا تھا لیکن تمہیں مجھے نہیں۔ اور تمہارا دل تو ویسے بھی انہم کے ساتھ لگا ہوا ہے تم تو ایک منٹ کے لیے بوز نہیں ہو گے میرے جانے یا نہ جانے سے تم کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ میری بات کی گہرائی میں اتر نہ سکا تھا لیکن اس نے جواب ضرور دے دیا تھا۔

آئی انہم اپنی جگہ اور آپ اپنی جگہ آپ تو میری آپ ہیں اور وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ بات کرتے کرتے چپ ہو گیا میں جان گئی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اور میں اس کی بات کو طول دے کر اپنے آپ کو مزید دھکی نہیں کرنا چاہتی تھی بس اتنا کہہ دیا میں پھر کبھی آؤں گی۔ اب تم جاؤ مجھے آرام کرنا ہے میری بات سن کر وہ خاموش سا کمرے سے نکل گیا اور میں اس کو جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔

ہماری ٹرین واپسی کے لیے تیز رفتاری سے بھاگتی جا رہی تھی۔ وہ سب ہی ہمیں ریلوے اسٹیشن تک چھوڑنے آئے تھے آج انہم ساتھ نہ تھی وہ اکیلا تھا وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کا معصوم چہرہ میری نظروں سامنے تھا وہ مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں کہنا چاہتا تھا جو میں سننا چاہتی تھی وہ صرف مجھے روکنا چاہتا تھا اس کے علاوہ اس کا مجھ سے کوئی بھی مطلب نہ تھا اور میں ایسے یہاں کیسے رہتی میں اس کو اداس چھوڑ کر چل دی تھی اور جب تک وہ مجھے دکھائی دیتا رہتا تھا میں اس کو چلتی ہوئی ٹرین سے دیکھتی رہی تھی لیکن میری آنکھوں میں آنسو نہ تھے اس کی جدائی کا دکھ نہ تھا دل میں ہزاروں زخم تھے جو میں لئے ہوئے واپس آ رہی تھی ان خدایا۔ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا میری تمام خواہشیں پانی میں کیوں بہہ گئیں میں جو چاہتی تھی وہ ہوا کیوں نہ میں نے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ کیوں پانی۔ جو کچھ سننا چاہتی تھی وہ اس نے مجھے سنایا کیوں نہ اس نے کیوں نہ سوچا کہ میں اتنا لمبا سفر کر کے اس کے پاس کیوں آئی تھی کیا مقصد لے کر آئی تھی کیا کہنے اور کیا سننے آئی تھی۔ اف میں یہ سب سوچ کر نوٹ بن گئی اور پھر یکدم اس کی سوچ آگئی۔ انہم کا چہرہ نظروں سامنے ٹھوم گیا۔ ان کا آپس میں باتیں کرنا ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرنا سب کو یاد آ گیا تھا اور میں جانتی تھی کہ وہ واپس جاتے ہی انہم کے ساتھ ویسے ہی خوش ہو جائے جیسے میری موجودگی میں خوش ہوتا تھا۔ میں نے اس کے لیے بہت ٹرب لیا ہے بہت رولیا ہے اب میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی ہاں میں کچھ بھی ایسا نہیں کروں گی میں اس کو بھولنے کی کوشش کروں گی ہاں پوری پوری کوشش کروں گی کہ وہ میری سوچوں میں نہ آئے۔ ابھی بھی میری سوچوں میں نہ آئے وہ وہ نہ تھا جو میں سوچ رہی تھی وہ وہ تھا جو وہ سوچ رہا تھا میں پاگل تھی ہاں میں پاگل تھی جو اس کو دل میں بسایا جو اس کے لیے ترقی رہی تھی اب اس کو اسی طرح دل سے نکالنا ہوگا۔ مجھے اپنے پاگل پن کو تم کرنا ہوگا۔ اسکو بھولنا ہوگا ہاں اس کو بھولنا ہوگا میں نے چلتی ٹرین میں پتہ فیصلہ کر لیا۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے آئندہ کا شمارہ ضرور پڑھئے گا۔ اور اپنی رائے سے نواز دیئے گا۔

ذمہ دار میں ہوں مگر میں بھی کیا کر سکتی تھی اندر ہی اندر کڑھتی رہتی۔ اپنے آپ سے اچھتی رہتی۔ میں نے دل میں نہ جانے کیا کیا سوچا تھا۔ کیسے کیسے سہانے خواب دیکھے تھے۔ مگر خواب تو جھوٹے ہوتے ہیں۔ اپنے محلے میں جب کسی کی بارات آتی یا محلے سے کوئی بارات جاتی تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی.....

انہی دنوں میری بھابھی ایک روز مجھے اپنے ساتھ لے کر شاپنگ کرنے چلی گئی ہم لوگ کپڑے کی ایک دکان پر کپڑے کے ڈیزائن پسند کر رہے تھے کہ ایک خوش پوش خاتون نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ بھابی سے ان کا حدود دار بعد دریافت کر رہی تھیں تب انہوں نے جھٹ سے اپنا تعارف کرایا۔ وہ بھابی کی کسی دور پار کے رشتے سے خالہ تھیں انہوں نے بتایا کہ انہوں نے بھابی کو ان کے ہاتھوں کی اپنی ماں جیسی مخصوص ساخت سے پہچانا تھا۔ میں اس عورت کی اس قیاس آرائی پر مسکرا کر رہ گئی ہم لوگ خریداری سے فارغ ہوئے تو اس عورت نے ہمیں اپنے گھر چلنے کی دعوت دے ڈالی میرا تو کچھ زیادہ موڈ ٹپس تھا لیکن بھابی صاحبہ نے حامی بھر لی مجبوراً مجھے بھی ساتھ دینا پڑا۔ ان کا گھر بازار سے کچھ دور ایک کالونی میں واقعہ تھا۔ اس عورت کے شو ہر عرصہ ہوا فوٹ ہو چکے تھے بڑا لڑکا ایک سرکاری محکمے میں کسی اعلیٰ پوسٹ پر تھا۔ اس سے چھوٹی تین لڑکیاں تھیں جو ابھی کنواری تھیں ان لوگوں نے ہماری بڑی آؤ بھگت کی وقت خاصا خوشگوار گزرا۔ شام ڈھلنے سے پہلے ہی ہم واپس گھر پہنچ چکے تھے پھر ایسا ہوا کہ ان لوگوں کا ہمارے ہاں خاص آنا جانا ہو گیا۔ ابھی کبھار ہم بھی ادھر چلے جاتے وہ بڑے پر خلوص اور ملنسار لوگ ثابت ہو رہے تھے وہ بالکل اپنوں کی طرح ہم سے ملتے تھے۔

ملاقاتیں بڑھیں تو دو گھرانوں کے میل جول نے نیا پہلو بدلا۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے میرے رشتے کا پیغام بھیج دیا۔ ابونے اس رشتہ کی

مخالفت نہیں کی کیونکہ وہ خود بھی اس گھرانے سے مرعوب ہو چکے تھے انہیں وہ گھرانہ اور اس گھرانے کے لوگ بے حد پسند آئے تھے۔ کسی حد تک ابو کی پریشانی ختم ہو چکی تھیں لہذا خاصی سوچ بچار کے بعد میری نسبت ان کے ہاں بھرا دی گئی۔ جٹ منگنی پٹ بیاہ والی بات تھی۔ شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی ابو نے اپنی بساط سے بڑھ کر جینز دیا تھا۔ جو بھی جینز کو دیکھتا عاشق عشق کر اٹھتا تھا بالآخر ایک دن انیس دہائی بن کر آگئے۔ ایک بار کہیں پڑھا تھا کہ شوگ کے فیصلے آسمانوں پر ہو جایا کرتے ہیں۔ اور آج اس کا یقین بھی ہو چلا تھا۔ اس لیے کہ میں نے عمر کی اس اسٹیج پر جہاں خیالوں کے پیکر تراشے جاتے ہیں جہاں دل میں میٹھی میٹھی سی سک سی ابھرتی ہے۔ جہاں کسی کو چاہئے اور کسی کی چاہت میں تڑپنے میں بھی لذتوں کا احساس بکھرتا ہے۔ ابھی کسی اجنبی پیکر کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ میرے خیالوں کی دہلیز پر ابھی کسی سپنوں کے شہزادے نے کوئی دستک نہیں دی تھی۔

ابھی تو میں ایک نوخیز کلی تھی جیسے کچھ عرصہ اپنے ہی پودے کی شاخوں پر سیرا کرتا تھا مگر مجھے باہل کی اس تہی سے زبردستی علیحدہ کر کے کسی اجنبی کے سہرے کی ٹولیوں میں پرو دیا گیا تھا۔ ابونے کتنا ظلم کیا تھا مجھ پر۔ وہ خود ہی تو کہتے تھے کہ بیٹیاں خدا کی نعمت ہوتی ہیں پھر انہیں اتنی جلدی آپ نے خود سے کیوں جدا کر دیا۔ مجھے کیوں اپنے گھر سے نکال کر کسی اور کے حوالے کر دیا۔ گھونگٹ میں منہ چھپائے میں رو رو کر بے حال ہوتی جا رہی تھی میری اپنی صدائیں ذہن سے ٹکرائیں کر لوٹ رہی تھیں..... اور میں ان بے آواز صداؤں کے ہجوم میں گھر کر پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ پھر وہ لمحات آ گئے جب مجھے باہل کی دہلیز سے باہر قدم نکالنا تھا اب تک کے سہمے سہمے آنسو ایک دم سے چیخوں میں بدل گئے۔ اور میں منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر ابو سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے

لگی۔ جیسے میری چیخوں سے انہیں رحم آجائے گا جیسے وہ مجھے روک ہی تو لیں گے جیسے وہ ابھی یہ کہہ انہیں گے کہ میری لاڈلی بیٹی میرے پاس ہی رہے گی۔ ہم اسے رخصت نہیں کر رہے۔ مگر یہ تصور حرف تصور ہی رہا ابو بھی مجھ سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تھے۔ کئی لمحے آنسوؤں اور سسکیوں کی نذر ہو گئے پھر جیسے انہیں ہوش آ گیا۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے وقار سے کہا۔ تمیرا بیٹی اب وہی تمہارا گھر ہے اب انیس ہی تمہارے لیے سب کچھ ہے بیٹی۔ انہیں بھی شکایت کا موقع مت دینا ہمارے ہاں بیٹیاں ایک بار ڈولی میں بیٹھ کر سسرال جاتی ہیں تو وہاں سے ان کا جنازہ ہی نکلتا ہے۔ بیٹی رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عورت اپنے خاوند کی خدمت نہ کرے گی وہ دوزخ کے عذاب سے نجات نہ پاوے گی..... ان کی آواز آہستہ آہستہ مدہم ہوتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی میری نئی زندگی کے نئے سفر کا آغاز ہو گیا۔ انیس ایک چاہنے والا شوہر ثابت ہوا۔ فرصت کا ایک ایک لمحہ ان کے خلوص و چاہت سے لبریز قرب میں گزرتا تھا اور یہ ان کا سلیک اور رویہ ہی تھا جس نے میرے دل سے میکے کی خوشگوار یادوں کا تار ترائل کر دیا تھا۔ ماضی تاریکی میں چلا گیا اور حال انیس کے دیکھتے ہوئے چہرے اور روشن آنکھوں میں گھل مل گیا تھا۔ میں خود بھی نازاں تھی اور اپنی قسمت پر بھی۔ جس نے مجھے اتنی شدت سے پیار کرنے والا شوہر دے دیا تھا..... شروع کے چند روز ہنستے کھیلتے گزر گئے۔ خوشیاں کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلنے دیتیں۔ نسرین اور پروین انیس کی عدم موجودگی میں ہر وقت میرے پاس ہی تھیں ریتیں میری ساس کا رویہ بھی بڑا اپنائیت آمیز تھا۔ ہر نئے آنے والے سے یہی کہہ کر متعارف کرواتیں دیکھا میری بھوچاند کا ٹکڑا ہے۔ ایسا کہتے ہوئے ان کا سر فخر سے اس طرح بلند ہو جاتا

جیسے مجاز پر دشمن کو شکست دینے والے کسی فوجی افسر کا سراپا کی جرات کے بارے میں بتاتے ہوئے ہو جاتا ہو..... انیس کی چھٹیاں ختم ہو گئیں اور انہوں نے آفس جانا شروع کر دیا۔ رات کو ہی انہوں نے مجھے اچھی طرح سمجھاتے ہوئے کہہ دیا تھا۔ کل سے میں ڈیوٹی پر جانے لگوں گا۔ تم بھی کل سے آہستہ آہستہ گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنا شروع کر دو۔ نسرین اور پروین تو کالج جاتی ہیں اور سارہ ابھی نادان ہے وہ ابھی کوئی گھریلو کام سرانجام نہیں دے سکتی۔ امی بھی بوڑھی ہو گئی ہیں اس لیے گھر کا ہر کام تم نے ہی سنبھالنا ہے ٹھیک ہے ناں..... آپ فکر نہ کریں باؤ جی انشاء اللہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ امی سے بھی کہہ دیجئے گا کہ اگر کہیں غلطی ہو جایا کرے تو مجھے اپنی ہی بیٹی سمجھ کر معاف کر دیا کریں..... اور میں نے انہیں اپنی خدمت و تعاون کا بھرپور یقین دلایا.....

شروع شروع کے دن بڑے سکون سے گزر گئے نسرین اور پروین میرے ساتھ کام میں ہاتھ بٹا دیا کرتی تھیں ابھی کبھار ساس بھی کوئی چھوٹا موٹا کام کر دیا کرتی تھیں پھر دھیرے دھیرے غیر محسوس طریقے سے انہوں نے کام سے ہاتھ پھینچنا شروع کر دیا۔ میں علی الجبہ بیدار ہو کر سب کے لیے ناشتہ تیار کرتی۔ نسرین اور پروین کو کالج جانے کی تیاریوں میں مدد دیتی۔ پھر برتن جھاڑو، دوپہر کا کھانا میلے کپڑوں کی دھلائی ان کاموں سے نمٹتی تو شام ہو چکی ہوتی۔ اور میں ایک بار پھر شام کے کھانے کی تیاریوں میں باورچی خانے میں جت جاتی۔ کام کا یہ بے پناہ بوجھ کچھ اس طرح سے مجھ پر پڑا کہ چند ہی دنوں میں میرا وجود کھلانا لگا۔ رات کو بستر پر لیٹی تو تھکن کے مارے میرا جوڑ جوڑ فریاد کر رہا ہوتا۔ مگر میں نے چپ رہنے میں ہی اپنی عزت جانی تھی اس لیے کہ کسی اور کے کام نہ کرنے کی شکایت کر کے مجھے انیس کی ناراضگی کا خطرہ تھا۔ اتنی محنت اور اتنی خدمت کے عوض اگر مجھے انیس

کی بھرپور محبت نصیب تھی تو یقیناً یہ سودا گھائے کا نہیں تھا انیس آفس سے لوٹتے تو سیدھے میرے کمرے میں آجاتے۔ اپنی ہانہوں میں لے کر اپنائیت کا اظہار کرتے تو میری سارے دن کی تھکن معدوم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ سانس اور نندوں کو ان کی میرے لیے یہ بھرپور چاہت ٹھنک گئی۔ اس روز بھی میں انیس کے آنے کے وقت سے پہلے بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی انیس کی خواہش جوا کرتی تھی کہ جب وہ گھر میں داخل ہوں تو میں انہیں ٹھہری ہوئی، نارپولہ اور میک اپ سے آراستہ قلو پطرہ کی طرح حسین نظر آؤں۔ میں جیسے جگہ دیکھ کر کھن میں آئی مجھے ساس کی آواز سنائی دی۔ نسرین اور پروین بھی ان کے برابر ہی بیٹھی ہوئی تھیں اور بڑے پراسرار انداز میں خاموش خاموشی مجھ دیکھ رہی تھیں۔

جی امی جان! میں نے نزدیک پہنچ کر ادب سے کہا میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں تمیرا تم انیس کو ایک لمحے کے لیے بھی کمرے سے نہیں نکلنے دیتی ہو وہ آفس سے آکر سیدھا تمہارے کمرے میں چلا جاتا ہے اور پھر صبح تک نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا تم اسے بہت خوبصورت لگتی ہو۔ مگر، مگر امی جان وہ اپنی مرضی سے وہاں رہتے ہیں میں نے تو بھی انہیں منع نہیں کیا۔ ساس بولیں، شادی سے پہلے وہ ایسے تو نہیں تھے۔ رات کو درتیک ہمارے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے تھے۔ اب تو پلیٹ کر بھی نہیں دیکھتے جیسے اس گھر میں آپ کے سوا اور کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ نسرین نے بڑے طنز سے لہجے میں یہ بات کہی تھی۔ مگر نسرین اس میں میرا کیا تصور ہے۔ میں ان کی باتوں سے پریشان ہو رہی تھی۔ تو پھر جس کا تصور ہے۔ میرا بیٹا پہلے تو ایسا نہیں تھا، ساس سے کہا۔

خیر آئندہ کے لیے میں جس اس بات کا خیال رکھتا ہوں کہ ان کا انداز بات ہم کو دینے والا تھا۔ اور میں یہ پوچھنے کی جرات نہ کر سکتا کہ بات کا خیال؟ اگر

انیس شادی کے بعد ان لوگوں پر اتنی توجہ نہیں دے پا رہے تھے تو اس میں میرا کیا دوش تھا؟ میں ان کی شریک حیات تھی پورے گھر کی خدمت کے عوض مجھے کیا یہ حق نہیں حاصل نہیں تھا کہ میں اپنے مجازی خدا سے چند لمحوں کی توجہ حاصل کر سکوں۔ لیکن میں زبان سے کچھ نہ کہہ سکی۔ دل پر پتھر رکھ کر چلی آئی کچھ کہنے کا مطلب کسی کی کوجہم دینے کے سوا کچھ نہ تھا۔ پہلی بار میری آنکھوں میں اشک بھر آئے اور میں انہیں چھپانے کے لیے باورچی خانے کی طرف لوٹ گئی۔ اس رات میں نے درتیک انیس کو سمجھا تھا کہ وہ اپنی ماں اور بہنوں سے بھی کچھ دیر بیٹھ کر گفتگو کر لیا کریں۔ تاکہ انہیں یہ احساس نہ ہونے پائے کہ میں کسی کے حق پر قبضہ کر رہی ہوں۔ وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے ان کا یہ خیال غلط ہے تمیرا۔ کہ تم مجھے ان سے چھین رہی ہو۔ تاہم پھر بھی وہ ماں ہیں۔ میں گلے سے ان کے پاس بیٹھ جایا کروں گا۔ لیکن ایک شرط ہوگی تم بھی میرے پاس ہوا کروں گی۔ باتیں ان سے کر لیا کروں گا اور تمہیں دیکھ دیکھ کر آنکھوں کی پیاس بھی بجھالیا کروں گا۔۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے میں نے جھینٹ کر اقرار کر لیا۔ یہ تبدیلی بھی ساس اور نندوں کو پسند نہ آئی۔ اب رفتہ رفتہ مجھے یہ باتیں سننا پڑ گئی تھیں کہ میں ہر وقت انیس کے پہلو سے چپک کر بیٹھنا چاہتی ہوں میں ان کی باتیں سنتی ہوں۔ تاکہ میکے جا کر بتا سکوں میں ان کی جاسوسی کرتی ہوں۔ بھائی بہنوں اور ماں کے درمیان ہمہ وقت دیوار بنی رہتی ہوں۔ ایسی طنز یہ باتیں نشر بین کر میرے سینے میں چھب جاتی ہیں۔ زہریلی باتیں ان کرتیں اپنے کمرے میں محدود ہونے کی کوشش کرتی تو انیس نے کہتے۔ کہتے تمیرا اس گھر میں آئی ہو میری بہنوں میں رہنا۔ ہوں کی طرح سمجھو۔ ماں ناراض ہوئی ہیں کہ میں تو ہمارے ساتھ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی اور مجھے نرا خندہ ہونا پڑتا ہے۔ میری آنکھیں نہیں آتا کہ انیس میں کیا کروں۔ ان کے ساتھ بیٹھتی ہوں تو امی برا

مناتی ہیں کہ میں ان کی جاسوسی کر رہی ہوں نہیں بیٹھتی تو کہتی ہیں کہ میں سیدھے منہ بات نہیں کرتی آپ ہی بتائیے۔ جو آپ کہیں میں وہی کرنے کے لیے تیار ہوں میرا خیال ہے تم ابھی تک اس گھر میں پوری طرح خود کو ضم نہیں کر سکی ہو۔ تمہیں یہ ماحول اپنانا ہوگا تمیرا، ماں اور بہنوں کو خوش رکھنا ہو تمہاری ذمہ داری ہے وہ موڈ آف کر کے چلے جاتے اور میں رات گئے تک اپنی ہی سوچوں کے تانے بانے میں ابھی رہتی ساس اور نندوں کا روایتی کردار میرے سامنے رفتہ رفتہ ایک خوفناک اٹھوٹے کی طرح منہ کھولے آ رہا تھا اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ اس سے کیسے نجات پا سکوں گی۔ پھر یہ سوچتی کہ کچھ بھی سہی انیس تو میرے ہی ہیں میری نندوں نے کون سا ساری زندگی یہاں رہنا ہے ایک روز دونوں اپنے اپنے گھر کی ہوجائیں گی۔ وہ کہیں ساس تو ان کے بڑھاپے کی عمر سے بہتر ہے کہ خاموشی سے ان کی باتیں برداشت کر لیا کروں۔ ورنہ روز روز کی باتوں سے تنگ آ کر انیس مجھ سے بظن ہوجائیں گے۔

یہی سوچ کر ایک نئے عزم کے ساتھ میں تبدیلی سے گھر کے کاموں میں جت جاتی۔ نسرین اور پروین جو اس سے قبل اپنے کپڑے خود دھویا کرتی تھیں اب ان کے ہاتھ مفت کی نوکرانی آگئی تھی۔ روزانہ ان سب کے میلے کپڑوں کا ایک انبار ہوتا۔ جو مجھے ہر صورت میں دھونا پڑتا تھا۔۔۔۔۔۔ ان دنوں میں امید سے بھی تھی اب مجھ سے زیادہ کام نہیں ہوتا تھا۔ مگر کیا کرتی مجبوری تھی۔ لہذا میں کپڑوں کو سکھا کر۔ استری کر کے ان کے کمرے میں رکھ آئی۔ لیکن رفتہ رفتہ میرے اس کام میں بھی کیڑے نکلنے لگے۔ بھائی کام نہ کرنا ہوتا تو صاف کہہ دیا کریں۔ آپ تو اس طرح ٹال دیتی ہیں کہ آئندہ کوئی کام کے لیے ہی نہ کہے۔ یہ آستین تو اسی طرح میلی پڑی ہیں دھویا کیا خاک ہے آپ نے۔۔۔۔۔۔ نسرین جان بوجھ کر انیس کے سامنے یہی اور اس لمحے

مجھے انیس کی ملامت آمیز نظروں کا اس طرح سامنا کرنا پڑتا کہ میں شرم سے پالی پالی ہوجاتی۔۔۔۔۔۔ اس دن بھی میلے کپڑوں کا انبار لگا ہوا تھا جو صرف میں نے ہی دھوئے تھے لیکن آج میں یہ کپڑوں کا انبار دھونے سے قاصر تھی کیونکہ میری کمر میں شدید درو تھا۔ زچگی کے دن قریب آ رہے تھے۔ میں اور میں مجبور تھی۔۔۔۔۔۔ ہاں بالکل مجبور۔۔۔۔۔۔ پروین نے مجھے کپڑے دھونے کو کہا اور میں نے نری سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ پروین آج میری طبیعت کچھ خراب ہے کل کو دھو دوں گی۔ میرا اتنا کہنے پر پروین نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ کام چور کہیں کی بہانے تراتی ہے وہ بھرپور زہراٹکنے کی ساس صاحبہ بھی طنز یہ باتیں سناتے گی۔ مجھ میں اب طنز یہ باتیں سننے کا حوصلہ نہیں رہا تھا آئندہ بہانے ہوئی اپنے کمرے میں آکر بستر پر گر پڑی۔ برابر کے کمرے سے ساس کے اونچا اونچا بولنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ ماتم دین کر رہی تھی جیسے کسی کی موت واقع ہوئی ہو۔ اور میں یہ سب کچھ سن کر ان آنے والے اذیت ناک لمحوں کا تصور کر کے ہلکان ہوئی جا رہی تھی جب انیس نے آفس سے لوٹا تھا۔ تم اتنی ذلیل ثابت ہوگی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میرے مجازی خدا کا پہلا جلدی تھا۔ گھر میں گھٹتے ہی تینوں ماں بیٹیوں نے انیس کے کان بھر دیئے تھے۔۔۔۔۔۔ تو آپ بھی۔ انیس آپ بھی میں اس سے آگے کچھ نہ بول سکتی۔۔۔۔۔۔ جتنا تمہیں سر پر بٹھایا ہے تم اتنی ہی گندی نکلی ہو۔ کیسی، کجبری کہیں کی انہوں نے میرے بال پکڑ کر اتنی شدت سے مروڑے کہ میری گردن دوہری ہوگئی۔ تکلیف سے میری کراہی نکل گئیں۔ میں جانتی تھی کہ اپنی صفائی میں میری کبھی ہوئی کوئی بھی بات یقین کے قابل نہیں سمجھی جائے گی اور میں نے یہی سوچ کر تہیہ کر لیا تھا کہ میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گی۔ چپ رہوں گی خواہ وہ میرا گلا ہی کیوں نہ گھونٹ دیں۔۔۔۔۔۔ کچھ دیر تک وہ میرے چہرے پر اپنی

قطار رو رہی تھی مگر پتہ نہیں اس شخص کے سینے میں دل کی جگہ کون سا پتھر تھا وہ میری باتوں کے جواب میں زہر میں بھی ہوئی نظروں سے مجھے گھورتے رہے میں نے اٹھ کر ان کا دامن پکڑ لیا۔ لگتا تھا مجھ پر جنون طاری ہو گیا ہوا انہوں نے میرے کردار پر آلودگی کے انگارے بکھیر کر مجھے زندہ درگور کر دیا تھا۔ میں نے ان کے آگے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے کہا۔ انیس میں مسلمان ہوں میں اللہ اور اس کے رسول کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں بالکل پاک دامن ہوں خواہ مخواہ مجھ پر بدکردار کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا اگلے ہی لمحے انہوں نے ہاتھ کا تھکڑا مار کر میرے جڑے ہوئے ہاتھوں کو الگ کرتے ہوئے کہا تم جیسی فاحشہ عورتیں نبی پیغمبروں کی قسمیں کھایا ہی کرتی ہیں مگر یقین کوئی نہیں کرتا۔ بس تم ابھی اس گھر سے اپنے ناپاک وجود کے ساتھ نکل جاؤ۔۔۔۔۔ انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے گھسیٹ کر گھر سے نکال کر دروازہ بند کر لیا۔۔۔۔۔ میں ننگے پاؤں روتی پتیتی پیدل بمشکل رات دس بجے گھر پہنچی دروازے پر دستک دی کون ہے۔

امی کی آواز آئی۔۔۔۔۔ میں، میں میرا ہوں ا، ماں، امی نے دروازہ کھولا۔ مجھے تھانگے سر ننگے پاؤں اور میری اجڑی حالت دیکھ کر حیران ہو گئیں گھر کے اندر داخل ہوئی تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے امی کے بازوؤں میں جھول کر رہ گئی۔ صبح ہوش میں آئی تو امی ابو بھائی جان، بھائی ارد گرد جمع تھے ابو پریشانی سے مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ اور بھائی جان یوں خاموش کھڑے تھے جیسے میں ان کے لیے مر رہی تو گئی ہوں میرا نبی خیریت سے تو ہونا۔ ابو نے مجھے ہوش میں آتے ہی پوچھا۔۔۔۔۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ ذہن میں لاکھوں سوالات کی بارش تھی کیا بتاؤں انہیں یہ کہ ان کی بیٹی اپنے مجازی خدا کے گھر سے دوبارہ جنازہ اٹھے بغیر لوٹ آئی ہے

اف خدا کیا کہوں، کیسے کہوں ابو تم نے مجھے جس شخص کے لیے باندھا تھا انہوں نے مجھ پر ناجائز بچے کا الزام لگا کر مجھ پر کھرے نکال دیا ہے۔

ہائے اللہ کیسے کہوں۔ میری بدقسمتی میرے ساتھ اس گھر کی بھی برخوشی کو ڈس لے گی۔ میں سوچتی رہی اور ابو، امی، بھائی جان، بھائی بھی مجھے سمجھو سمجھو کر پوچھتے رہے۔ حیران بولناں کیا ہوا۔ وہاں خیریت تو ہے امی میرے اوپر جھک آئیں۔۔۔۔۔ امی الفاظ بالآخر سکوت کی تہ کو چیر کر میرے ہونٹوں پر آ گئے۔ امی آپ کی بیٹی پر ناجائز بچے کا الزام لگا کر گھر سے نکال دیا گیا ہے۔ کیا کہہ رہی ہو تم۔۔۔۔۔ امی کس انجانے خدشے سے کانپ اٹھیں یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی۔۔۔۔۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں امی۔۔۔۔۔ امی یہ سب کچھ سن کر جوش میں آ گئیں میں اس کہنے کو کچا چبا جاؤں گی۔ وہ ہماری بیٹی پر ناجائز بچے کا الزام لگا گیا ہے۔ بھائی جان نے بھی غصے سے کہا۔ میں اس کہنے کو ٹل کر دوں گا ابو نے یہ کہہ کر امی اور بھائی کا جوش ٹھنڈا کیا۔ ہم انیس پر قانونی کارروائی کریں گے۔ بیٹی صبر کر اللہ بڑا کارساز ہے و بہتر ہی کرے گا۔ ابو نے یقین کی۔ پھر ابو نے اس وقت تک انیس کے خلاف کسی بھی قسم کی قانونی کارروائی نہ کرنے کا عزم کیا جب تک میں زچگی سے فارغ نہ ہو جاؤں۔ والدین کے گھر ایک ماہ بعد میرے جگر کا ٹکڑا اپنے پھول سے نازک وجود کے ساتھ جیتا جاگتا میرے پہلو میں آ گیا۔ میرا بیٹا۔ میری آنکھوں کا نور، میرے وجود کا ٹکڑا ہو ہوا انیس کی تصویر تھا جی چاہا اس نے بھی سی جان کو سینے میں پیچ لیں اس کی چوڑی پیشانی کو چوتھی چلی جاؤں اپنی گرم آغوش میں سمیٹ کے دنیا جہان کی ساری آنتوں سے محفوظ کر لوں۔ شاید انہی جذباتوں کا نام ممتا ہے۔ کائنات کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے سے چھوٹا سا نام ممتا۔ بے لوث بے لاگ جذبہ اپنے بیٹے کے لیے میرے دل میں چل چل اٹھا۔۔۔۔۔ بھائی جان نے میرے سرال بچے کی پیدائش

کی اطلاع بھجوا دی۔ مجھے امید تھی کہ بیٹے کی خبر سنتے ہی وہ سب کچھ بھول بھال کر انیس میری طرف بھاگے چلے آئیں گے۔ وہ باپ بن گیا تھا ان کے من میں شفقت پدری کا پیارا سامعوم سا جذبہ کہیں دل کی گہرائیوں میں ہوگا تو ضرور آئیں گے۔

مجھے یاد ہے ایک بار بڑے سرشار لہجے میں انہوں نے کہا تھا۔ میرا بیٹا عمران خان ہوگا۔ میرا جی چاہا وہ آئے تو انہیں کہوں۔ دیکھو میں نے تمہارے عمران خان کو جنم دے دیا۔ لو اب باپ کی شفقتوں کے سائے اس پر پھیلاؤ۔ کہیں تمہارا عمران خان۔ تمہارا پھول سا بیٹا زمانے کی کڑی دھوپ میں کلانا جائے مگر وہ نہیں آیا۔ دسویں روز طلاق نامہ منجج دیا انہوں نے مجھے بیواؤں سے جی بدتر کر دیا۔ جب انسان کا ستارہ گردش میں ہو تو پھر تحسین بھی تاریک ہو جایا کرتی ہیں جب آس کا سورج مایوسیوں کی دبیر گھاؤں کے پردے میں دھندلا جائے تو سورجے روشنیوں سے محروم بھی تو ہو جاتے ہیں۔ میں طلاق یافتہ ہو گئی تھی۔

اُف میرے اللہ لوگ کیا کیا باتیں بتائیں گے۔ کیا کچھ نہ کہیں گے میرے ابو، امی، بھائی جان یا میں باتیں بنانے والے کو کیا جواب دیں گے میں اپنی صفائی میں کیا کہوں گی طلاق نامے کا پروانہ ملتے ہی میں رونے ترپنے لگی اپنے لٹنے پر ماتم کنناں، برباد کے مرثیے پڑھنے لگی۔ مگر ابو امی نے سختی سے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ امی کہنے لگیں حمیرا اپنے بچے کا خیال کر مگر امی کے روکنے کے باوجود بھی میرے دل سے یوں ایک آہ سی نکل گئی تھی جیسے ابھی میری جان نکل جائے گی۔ میں ایک بار پھر اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر سسک پڑی جو باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم ہو گیا تھا اس کے باپ نے اسے اپنا خون تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پورا ایک ماہ بیٹے کو سینے سے لپٹا کر میں روتی تڑپتی رہی۔ بالآخر صبر آئی گمیا صبر کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا اور میں سب کچھ بھول بھال کر اپنے لخت جگر میں کھو گئی۔

گزرتے لمحے اپنے دامن میں بہت سی نتخیاں سمیٹے بیت گئے۔ دوسری شادی کا مشورہ ایسا تھا جو ہر جاننے والے نے مجھے دیا لیکن جس کے پاس بیٹے جیسی دولت ہوا اسے انیس جیسے سہارے کی ضرورت ہی کیسا گی۔

گھر والے میرے بہت خیال رکھتے تھے۔ ابو، امی، بھائی جان، سبھی کا پیار میرا تھا بھائی تو بھائی ہی تھی لیکن بھائی جان کے اچھے پن نے ان کی بھی زبان بند ہی کر رکھی تھی۔۔۔۔۔ اب میرا بیٹا ماشاء اللہ تنہا برس کا ہو گیا تھا بڑا شیر سا تھا کھیل کھیل میں کبھی میرے پیچھے سے اچھ پڑتا تو بھائی فوراً شکایت لیے پہنچ جاتیں گھر میں کوئی بچہ بھی غلطی کرتا تو اس کی ساری ذمہ داری میرے بیٹے کے سر تھوپ دی جاتی۔ ان بھر میں کوئی چندرہ تیس مرتبہ مجھ سے کہا جاتا کہ اس نے یہ کیا ہے اس نے وہ کیا ہے۔۔۔۔۔ میں سوچتی کل کلاں اگر والدین آنکھیں پتچ لیں۔ تو پھر میرا اور میرے بچے کا کیا نے گا بھائی کے بولتے کتنی دیر لگتی ہے۔ پھر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میرا بھائی میرے اور میرے بچے کے لیے اپنی بیوی جو چار بچوں کی ماں ہے گھر سے نکال دیں حالات کی اسی صلیب پر لٹتے چار سال کا عرصہ گزر گیا ایک دن میرے بیٹے کے ہاتھوں چینی کی پیالی ٹوٹ گئی بھائی نے بڑے غصے سے کہا حرامزادے میں نے کمرے میں بھائی کے یہ الفاظ سنے تو پھر کبچہ چھید سا ہو گیا کڑواہٹیں میرے خون میں کھل گئیں مجھ سے اپنے بچے کے ماتھے پر حرامزادے کا یہ لیبل برداشت نہیں ہو پایا۔ لیکن برداشت نہ کر سکنے کے باوجود میں کچھ نہیں کر سکی۔ وہ گھر والی تھی گھر کی مالکدھی گھر میں اس کی حکمرانی تھی میں اس کی بے عزتی بھی تو کر سکتی تھی بس اپنے بیٹے کو سینے میں پیچنے کے رہ گئی۔ خدا کسی دشمن کو بھی کسی کا محتاج نہ کرنے دے۔ میں اپنی ویران زندگی کے مرثیے نوے پڑھنے اور بدقسمتی کا ماتم کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتی ہوں!



عورت

✑.....تحریر: شازیہ چوہدری، شیخوپورہ

میری زندگی میں اکثر تشبیب و فراز آئے اور مجھے ان سے مقابلہ کی ہمت بھی ملی کبھی بیٹی بن کر کبھی بہن بن کر تو کبھی ماں بن کر یا پھر بھی بیوی کی طرح ایک زندہ دل شخصیت بن کر عورت ہر دور میں ہر رنگ میں روپ میں مرد کا ساتھ اس کی ڈھال بنی آئی۔ آج ملک کی ترقی میں بھی عورت ہے ایک کامیاب مرد کی کامیابی میں بھی عورت ہے عورت کو خدا نے وہ جذبہ ہمت وہ صبر عطا کیا جو شاید مردوں کے نصیب میں بھی نہیں۔ دن عورت کے مرد ادھورا نہ گھر سنسار ادھورا ہے یہاں تک کہ عورت مرد کا حصہ قرار پاتی ہے۔ تو پھر کیوں؟

ہمارا سماج اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں جب اسلام نے اسے اس کا حق دیا قرآن پاک نے درجہ دیا تو کیوں عورت کی قدر نہیں۔ آج بھی سماج کے ٹھیکیدار عورت کو پاؤں کی جونی سمجھتے ہیں۔ کبھی تو جہیز کے نام پر جلا دیتے ہیں تو کبھی بانجھ کے نام پر دوسری شادی رسم بن جاتی ہے۔ کسے اک باپ بیٹی کے پیدا ہونے کے دن سے لیکر اس کی جوانی تک آس لگائے محنت کرتا ہے کسی اچھے گھر کی آس میں ہوتا ہے ناز و خروش میں پلی بیٹی جب کسی کے ہاتھ سو نپتا ہے تو لاکھوں کا جہیز اسے ساتھ دیتا ہے مگر وقت کے بھینر بے اس کی قدر پھر بھی نہیں کرتے پھر وہی حالات تو کبھی ظلم و ستم اور آخر خواہ کی بیٹی کسی بری بھینٹ چڑھ جاتی ہے اکثر تو تیزاب سے جلا دیتے ہیں اور اکثر چولہے کے پھٹ جانے کی افواہ آخر کیوں ظلم ہوتا ہے؟

دوسری طرف ایک طلاق یافتہ خاتون کو بڑی بری نظر سے دیکھا جاتا ہے یہ سماج یہ ضروری تو نہیں

کہ قصور عورت کا ہو؟ مرد بھی تو برابر کا شریک ہوتا ہے کس قانون نے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ طلاق کے بعد عورت اپنی سماج میں عزت کی حقدار نہیں؟ کبھی کسی نے یہ جاننا چاہا کہ کیا ظلم و ستم ہوا کیوں اس نے اس لعنت کو اپنایا کوئی بھی جناب! عورت بری نہیں ہوتی جب تک مرد پہل نہ کرے۔ اگر عزت کی روٹی، رہنے کو چھت، تن ڈھانپنے کو کپڑا ایک مرد دے تو عورت کبھی غلط نہیں۔

آج کے دور کی عورت کی ایک تصویر یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کو جنم تو دیتی ہے مگر اسے پالنے کی کوئی مدد نہیں ملتی وہ لوگوں نے برتن صاف کر کے تو بھی گھروں میں کام کر کے مردوں کی طرح مزدوری کر کے اپنا اور اپنے کنبے کا خرچ اٹھاتی ہے تو پھر کیسے وہ مردوں سے کم ہے؟

کبھی کسی نے دل میں جھانک کے دیکھا کہ کتنا درد ہے اس حوا کی بیٹی کے دل میں کبھی اس کی مسکراہٹ میں چھپے ان آنسوؤں کا اندازہ لگایا کسی نے نہیں۔ ایک وقت تھا جب انسان بیٹی پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتا تھا اس ڈر سے نہ کہیں یہ کل کو مرد کے برابر نہ آجائے وہ لعنت سمجھتے تھے میرے خیال میں شاید وہ سمجھ دار تھے جو ایسا کرتے تھے ان کے دور میں ہونے والا ظلم بہت کم تھا آج کے دور کے مقابلے میں اسلام نے جتنی عزت رتبہ درجہ عورت کو دیا یہ لوگ سمجھ نہیں پاتے انہی کے غلط طور طریقے کی وجہ سے آج عورت کی پہچان کم ہے کسی کو پہچان نہیں ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کی سر پر آچل دینے والے تو بہت کم ہیں مگر آچل اتارنے والے بہت زیادہ۔



زندگی مل نہ سکی

✉ تحریر: سدرہ رانی، بھوپال والا

بکواس بند کر تیری زبان نکال لوں گی اگر دوبارہ بھائی سے زبان درازی کی تو وہ جو کہتا ہے تھیک ہی کہتا ہو گاتم نے تو ہماری عزت ہی خاک میں ملا دی ہے تھوڑا سا بھی خیال نہیں تھا آیا تم کو اپنے گھر والوں کا اپنی عزت کا بھی خیال نہیں تھا ہم نے تو یہاں رہنا ہے تم نے تو اگلے گھر چلے جانا ہے شکر کروں گی جب تم لوگوں سے جان چھوٹے گی ہماری منحوسوں مگر امی میری غلط آہ زور دار تھپڑ منہ پر رسید ہوا میں نے پھر پوچھا احمد بھائی مجھے پڑھنا ہے آپ میری غلطی تو بتائیں ناں تیری نانگیں نہ کاٹ دوں اگر اب گھر سے قدم بھی باہر رکھا تو مجھے اتنی مار پڑی امی اور بھائی سے کہ میں دو ہفتہ بستر سے اٹھ نہ سکی کسی نے بھی دوائی نہ لا کر دی نہ کسی نے کبھی کھانے کا پوچھا کہ طبیعت کا شاید اللہ کو تھوڑا رحم آ گیا کہ خود ہی تھیک ہو گئی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

محبت کے جذبات بہت حسین ہوتے ہیں محبت کرتا تو ہر کوئی ہے مگر اس کو سو فیصد میں سے تقریباً دو فیصد لوگ نبھاتے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو پیار کی منزل پر تو لے جاتے ہیں مگر جب نبھانے کا وقت آتا ہے تو اپنی سمت بدل لیتے ہیں پیار وہ ہے جو حقیقی ہو اور اگر دنیاوی بھی ہو تو وہ بس پیار کا ایک نام ہے۔ پیار، عشق، محبت وہ تھے جو صدیوں پہلے جو عاشق ایک دوسرے کی عزت پر قربان ہو جاتے تھے پاکیزہ پیار تھا ان کا اب تو پیار کے نام کا صرف ایک دلچسپ کھیل ہے جو ہر کوئی کھیلتا ہے مگر نبھاتا نہیں

پیار کا اصل مطلب کیا ہے آج تک کوئی نہیں سمجھ پایا جو لوگ اب بھی سچے جذبات سے پیار کرتے ہیں وہ بھی اگر نہ مل سکے تو گھر سے بھاگ جانے کی ناقابل قبول غلطی کرتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کے بھاگ جانے سے کیا وہ ساری زندگی خوش رہیں گے کبھی بھی نہیں اپنوں کو دکھ دینے والے کبھی خوش نہیں رہتے وہ نہ تو اپنے ماں باپ کا سوچتے ہیں کہ ان کے والدین نے کیسے ان کو پالا کیسے پڑھایا لکھایا اس قابل بنایا کہ وہ زندگی کے کسی بھی سفر میں ناکام نہیں ہوں گے اپنے منہ سے نوالہ نکال کر ان کو کھلایا کہ کہیں وہ بھوکے نہ رہیں

زندگی مل نہ سکی

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

45

جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

44

جواب عرض ڈائجسٹ

زندگی مل نہ سکی

خود ساری تکلیفیں برداشت کیں مگر اپنی اولاد کو آج تک نہ آنے دی جہاں یہ سچ ہے وہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج بھی لڑکیوں کو لڑکوں کے مقابلے میں والدین کا پیار اتنا نہیں ملتا جتنا کہ ملنا چاہیے گھر سے بھاگنے والے بہت بڑا گناہ کرتے ہیں وہ صرف اپنا سوچتے ہیں ان کے لیے ماں باپ کی خوشی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی نہ ہی وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کی آنے والی نسل کس نام سے جانی جائے گی؟ اور وہ کن نظروں سے ان کا سامنا کریں گے اور ان کے لاکھوں سوالوں کا جواب دیں گے؟ کیا وہ ان کے ہر سوال کا جواب دے پائیں گے کبھی بھی نہیں ”پیار“ دھوکے نام پر اس کے سوا کچھ بھی نہیں اور یہ شاید مجھ سے بہتر کوئی جانتا ہو یہ ایک حقیقی کہانی ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کرنے جا رہی ہوں اس میں ایک لفظ کی بھی غلطی نہیں ہو سکتی یقین کرنا۔

مجھے ایک حسین خواب سمجھ کر بھول تو نہیں جاؤ گی ناں تم! آف جان جن سے زندگی وابستہ ہو جن کے بغیر ایک لمحہ بھی جینا محال ہو چھوڑنا تو بہت دور کی بات ہے ایک پل کو بھولنا بھی موت کا نام ہے۔ زندگی سمجھا ہے آپ کو تو کوئی شخص زندگی جینا کیسے بھول سکتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ماں باپ کے سوا کوئی وفا نہیں کرتا ان سے زیادہ کوئی پیار دے ہی نہیں سکتا ان کا پیار دکھاؤ انہیں ہوتا مگر کاش ہمیں بھی ماں باپ کا پیار نصیب ہوتا ان کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہم بھی کچھ پل گزار سکتے مگر یہ صرف حسرت ہی رہی ہمارے سامنے بھائیوں کو وہ ہر چیز ملتی جن کی ان کو ضرورت بھی نہیں ہوتی اور ہمیں ضرورت ہونے پر مانگنے کے باوجود بھی ترس ترس کر ملتی۔ دنیا کے بعض حصوں میں آج بھی بیٹوں کو بیٹیوں

سے اعلیٰ سمجھا جاتا ہے کیا کبھی آپ نے سنا ہے کہ ایک ماں اپنے بیٹے کی باتوں میں آکر اپنی بیٹی کی ساری زندگی داؤ پر لگا دے یقیناً نہیں مگر ایسا ہوا میرے ساتھ ہوا میں جھوٹ نہیں بولتی سو فیصد سچ لکھ رہی ہوں۔

سونا تو میرے سونا میری جان میں تجھ سے بہت پیار کرتا ہوں شدت محبت ہے جان مگر وقاص جانو ہماری ذات نہیں ملتی میری جان جب محبت کی جائے تو ذات بات نہیں دیکھتے اور ایسی باتیں نہ کیا کرو کہ ہم نہیں ٹل سکتے مجھے تکلیف ہوتی ہے سوری اب کی بار کبھی نہیں کہوں گی اور ایسی کوئی بات نہیں کروں گی جس سے آپ کو ذرا بھر بھی تکلیف ہو کہوں کہ جب آپ کو تکلیف ہو تو میری جان نکلنے لگتی ہے سونا جان ہم ایک ہیں کیوں آپ کو کوئی ڈاؤٹ ہے کیا نہیں جان؟ ہم ایک ہیں تو پھر یہ جان نکلنے والی بات کہاں سے آگئی اچھا چھوڑیں آپ کون سا موضوع لے کر بیٹھ گئے ہیں مجھے بتائیں کہ آپ کے پیپر زبک سے شروع ہو رہے ہیں؟ بس سونا عنقریب ہی بس دعا کرو کہ ٹھیک ٹھاک ہو جائیں تیاری تو اچھی ہے ناں! جی بہت اچھی تو پھر انشاء اللہ ٹھیک ہوں گے تھوڑا ویٹ کر نا انی جان بلا رہی ہیں آپ بھی اب جا کر اپنا لیکچر لیں بعد میں بات کرتی ہوں اچھا بابا..... ویٹ تو اگر ساری زندگی بھی کرنا پڑے تو کریں گے آپ کا۔ آبا بابا بڑی بات کی ہے اچھا اچھا بعد میں بات کرنی ہوں خدا حافظ آئی امی..... اللہ نے یہ پتہ نہیں جان چھڑا دی ہے تم منحوسوں سے اللہ کبھی کسی کے گھر بیٹی نہ پہنچ کرے میرے بیٹے کی زندگی خراب کر دی لوگوں نے مگر امی ہم نے کیا کیا ہے؟ قصور؟ بتائیں؟ بھائی نے خود ہی کہا تھا کہ اگر ہم ان کے ساتھ غلط کریں تو خدا ہم کو اس کی سزا دینا

دے گا اور اگر انہوں نے ہمارے ساتھ غلط کیا تو ان کو بھی دنیا میں ہی مل جائے گی۔ تو اس نے غلط کام کیا ہے تو پولیس پیچھے پڑی ہے ناں! غلط کام کریں تو اس کی سزا تو ملتی ہے ناں اور ہم تو نہیں کہیں کہ وہ غلط کام کریں لوگوں کے ساتھ جھگڑا کریں ہمیں تو اس نے بن کوئی غلطی کے سزا دی ہے ساری زندگی کی سزا تو اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے اس کا اپنا دماغ گندا ہے گندی سوچ ہے اس کی اگر کوئی کبھی بھائی کو کہے کہ آپ کے گھر والے ایسے ہیں تو وہ ان کو کچھ نہیں کہتے عام لوگوں کی طرح ان کے منہ پر نہیں کہتے کہ آپ لوگ کون ہوتے ہیں ہمارے گھر والوں کو کچھ کہنے والے؟ مگر وہ ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور آپ لوگ اس کی باتوں پر تو اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے ہاں کیا ہم آپ کی اولاد نہیں ہم نے تو اللہ تعالیٰ کو نہیں کہا تھا ناں کہ وہ ہم کو آپ کے گھر پیدا کرے۔ بڑی زبان چلتی ہے فجر تمہاری۔ اگلے گھر جاؤ گی ناں تو سسرال والوں سے جوتے کھائی واپس آؤ گی مگر میں اپنے بیٹوں کو کہہ دوں گی کہ تم لوگوں کو دوبارہ گھر نہ آنے دے باہر سے ہی دھکے دے کر واپس بھیج دیں ہماری قسمت میں جو ہے وہ تو مل ہی جائے گا اور آپ ہی کہتی ہیں کہ اللہ ایک گھر اگر دکھ دے تو اگلے گھر سکھ ضرور دیتا ہے تو مجھے اپنی قسمت پر اپنے خدا پر بھروسہ ہے وہ بے نیاز نہیں ہے انصافی نہیں کرتا وہ جانتا ہے کون غلط ہے اور کون سچ۔

فجر مجھے نہیں پتہ وہ کون تھا جو عین میری رخصتی کے ناٹم آیا تھا اور میرے سسرال جا کر پتہ نہیں کیا کیا کہا تھا مگر اللہ کا شکر ہے میرا جیون سادگی بہت پیار کرنے والا بھروسہ والا ملا ہے اگر علی (میرے شوہر) کا دل نرم نہ ہوتا اس کا بھی اگر دماغ ہمارے بھائیوں کی طرح ہوتا تو میں تو

نہ اس گھر کی رہی نہ اس گھر کی اور زندگی گزارنا رو برو کر دیتا کیوں تم تو جانتی ہو۔ ناں گھر والوں کو پہلے ہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو گھر سے نکال کر دوبارہ پوری زندگی گھر کی چوکھٹ پر قدم بھی نہیں رکھنے دینا قسم سے فجر میں نے اس کو پہلے بھی نہیں دیکھا پہلے پتہ نہیں کون تھا وہ..... اوہو آپی چھوڑیں دفعہ کریں کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئی ہیں اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے لیکن اس بات میں پتہ نہیں کون سی بہتری ہے جو سسرال میں نے آخر کیوں ایسا کیا ہے وہ مجھے لانا کرتے تھے میں تو نہیں کرتی تھی ناں..... میں تو صرف اکیڈمی میں پڑھنے جاتی تھی ناں کوئی پیار کرنے تو نہیں جاتی تھی۔ ٹھیک ہے فجر میں تم کو ایسی سزا دوں گا کہ ساری زندگی نہیں بھولو گی آپ کی مرضی ہے سر میں آپ کو کچھ بھی نہیں کہوں گی کیوں کہ جو تعلیم کا ایک لفظ پڑھا دے اس کا درجہ بہت اونچا ہو جاتا ہے اور رہی سزا کی بات تو اللہ جانتا ہے میں غلط نہیں ہوں اور جو غلط نہ ہو اس کے ساتھ اللہ غلط کسے کر سکتا ہے اس کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں اتنا بھروسہ تو مجھے اپنے خدا پر ہے چلو فجر یہ بھی دیکھ لینا اور سر میں کل سے اکیڈمی میں آؤں گی۔

بیلو میں فجر کی اکیڈمی سے بات کر رہا ہوں اکیڈمی کا پرنسپل جی میں فجر کا بھائی احمد بات کر رہا ہوں جی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے کیا آپ اکیڈمی تشریف لا سکتے ہیں آج تو نہیں کل فجر کو لے کر آؤں گا گو کے خدا حافظ۔

السلام وعلیکم میں فجر کا بھائی احمد ہوں آپ کو لازمی کام تھا کیا؟ نہیں کچھ بتانا تھا فجر کے بارے میں جی ضرور اور فجر آئی ہے نہیں وہ کہہ رہی تھی کہ میں نے اکیڈمی چھوڑ دی ہے؟

ٹھیک ہے اگر اسے اکیڈمی ہی چھوڑ دی ہے تو پھر کوئی فائدہ نہیں آپ کو بتانے کا جو میں بتانا

جانتا تھا تھیں ایک بات ضرور کہوں گا کہ آپ اسے گھر بٹھالیں یہ یہاں پڑھتی نہیں ہے لڑکوں کے ساتھ باتیں کرتی رہتی ہے مگر وجہ تو بتائیں؟ میں نے آپ کو یہ کہنا تھا کہ آپ فجر کو سیل فون نہ دیا کریں وہ اکیڈمی میں بیٹھ کر سارا وقت سیل فون استعمال کرتی ہے میری سانس جیسے نکلنے والی ہو گئی جب بھائی نے گھر آ کر مجھے باپ سے اتارا کہ سارے جسم میں لاسیں پڑ گئیں اور امی نے تو گالیاں نکال نکال کر جوتوں سے لوہے کے سریوں سے مجھے اتارا کہ آج بھی زخم کے نشان تازہ کے تازہ لگتے ہیں میں نے سب سے پوچھا کہ میری غلطی تو بتائیں میں نے کیا کیا ہے؟ بس ایک بار کہہ دیا نہ آج سے تمہارا کالج اکیڈمی گھر سے نکلنا بالکل بند جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا مگر مجھے ICS کسلٹ کرنے دیں ناں کوئی ضرورت نہیں گھر بیٹھ کر گھر کے کام سیکھو امی جان آپ ہی بھائی سے پوچھیں کہ میری غلطی کیا ہے؟ بکواس بند کر تیری زبان نکال لوں گی اگر دوبارہ بھائی سے زبان درازی کی تو وہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہو گا تم نے تو ہماری عزت ہی خاک میں ملا دی ہے تھوڑا سا بھی خیال نہیں تھا آپ تم کو اپنے گھر والوں کا اپنی عزت کا بھی خیال نہیں تھا ہم نے تو یہاں رہنا ہے تم نے تو اگلے گھر چلے جانا ہے شکر کروں گی جب تم لوگوں سے جان چھوٹے گی ہماری محسوس گمراہی میری غلط آہ زوردار پھٹر منہ پر رسید ہوا میں نے پھر پوچھا احمد بھائی مجھے پڑھنا ہے آپ میری غلطی تو بتائیں ناں تیری نا میں نہ کاٹ دوں اگر اب گھر سے قدم بھی باہر رکھا تو مجھے اتنی مار پڑی امی اور بھائی سے کہ میں دو بختہ بستر سے اٹھ نہ سکی کسی نے بھی دوائی نہ لا کر دی نہ کسی نے بھی کھانے کا پوچھا کہ طبیعت کا شاید اللہ کہ تھوڑا رحم آ گیا کہ خود ہی ٹھیک ہو گئی

جواب عرض ڈائجسٹ

نانی! بس فجر مجھے احمد کی باتیں کبھی نہیں بھولیں گی
 فجر نہیں یاد ہے جب پہلی بار میں انیر پورٹ گئی
 تھی اور واپس آئی تھی تو جانے سے پہلے اس نے
 کیا کہا تھا کہ جب تک رن آجی جاتی نہیں میں
 نے سب ٹپ کر نہیں آنا ثنودی کے بعد بھی جان
 نہیں چھوڑی اب تو ایسے گھر جانے مفت کی
 لائی ہو رہی ہے ہماری اور تم تو باقی عمر سے
 سہرا لے رہے ہو اس لیے میں بالکل آپ نے بتایا ہوں

ہے۔
 نہیں میں اس گھر کی
 نہیں میں اس گھر کی
 ہو گی پانی بس
 ہے عی

اچھا چھوڑیں آپ کی شاہجہان پوری ہو گئی
 سب مال ہاں وہ تو ہو گئی ہے اچھا فجر تم لوگ بھی کل
 مجھے انیر پورٹ پر چھوڑنے پہلے آرہی ہوں!
 رن تو کرتا ہے کہ جاؤں مگر بھائی لوگ پتہ نہیں
 جانے دیتے ہیں کہ میں رات کا سفر ہے اور نہیں
 قورات کا سفر اچھا بھی لگتا ہے جی بالکل ابو فجر
 وگ کر ن آجی کو چھوڑنے انیر پورٹ نہیں جائیں
 گی کیوں بیٹا بس کہہ دیاں مگر بیٹا میں بھی ساتھ
 جا رہا ہوں انہوں نے اپنی مین کو چھوڑنے جانا
 ہے کوئی غیر نہیں ہے اور ان کا باپ بھی ان کے
 ساتھ ہے ابو جان رہنے دیں ہمیں نہیں جانا پلینز
 آپ اپنی نہ کریں آجی نے جانا ہے تو آپ لوگ
 لڑائی کر رہے ہیں وہ پریشان ہو جائے گی مگر
 کیوں نہیں جاتا آپ اوگوں نے جانا ہے بس
 آپ پلینز ہماری وجہ سے اسلٹ مت کروائیں
 ہمیں بھی پتہ ہے یہ لوگ کیوں نہیں جانے دے
 رہے پتہ نہیں اللہ نے ہمیں بھائی کیوں دیے پیر
 خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جن کے بھائی نہیں
 ہوتے ان کے داغ بہت گندے ہیں جیہ

انسان خود ہو اس کو سارے اپنے جیسے ہی لگتے ہیں
لوگوں کہ جھگڑا تو لوگ صحیح صفائی کر لیتے ہیں
اور یہ نواب زادیاں سات بجے تک سوئی رہتی
ہیں جیسے ان کے پیچھے نوکروں نے جانا ہے تو کیا
ہوا آج ہی نماز پڑھ کے سوئی تھی اور صفائی تو 7
بجے سے پہلے ہی کر لیتی ہوں اگر لوگوں کی
لوگیاں ہی اچھی بنتی ہیں تو وہ بھی آج نہیں گئی دیکھ
یہاں ان کو بھی آپ لوگوں کو نام نہ لکھانا جا کر دین
دل پرے نام پر راستہ ہی ہونے ملتے ہیں پھر بھی
آپ لوگوں کی باتیں نہیں سمجھتی ہوئی کہ اس کرتی ہو
زبان چاتی ہے تم لوگ تو بھئی پلٹ دیکھئے گئے
بات کرنے کو نہیں سنا تھا غلط سے پاک بھی آ
چائیں گی ہم لوگ تو پلٹ ہیں ناں ایک جیت
کے نیچے ۵۰ رے ہیں تو برواشت کر رہے ہیں تم
لوگوں کو درتو تو لوگوں کے ساتھ تو کتنا بھی رہا
نہ تہ نہیں کرتا۔

ماہنامہ **چاند** لاہور

49

مئی 2013ء

ماہنامہ **چاند** لاہور

49

مئی 2013ء

ماہنامہ **چاند** لاہور

49

مئی 2013ء

تھا تو کسی فقیر کے گھر کرتا یا ان کے گھر کرتا جن کو بیٹیوں سے پیار ہوا آخر بیٹی کے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

انی مجھے منزل کرنی ہے قرآن حفظ کروایا ہے تو پلیز ایک بار میری منزل پکی کروا دیں چپ کر کے بیٹھ جاؤ اب نام بھی نہ لینا منزل کا گھر کے کاموں میں نور کا ہاتھ بنایا کرو احمد بھائی پلیز (او سوری میں تو تعارف کروانا بھول ہی گئی ہم چار بہنیں ہیں تین بھائی ہیں) نہیں کروانی منزل تمہیں اگر اتنا ہی شوق ہے تو اپنے گھر جا کر کرنا اپنے شوہر کے گھر یہاں آ کر نام بھی لینا نہیں تو زبان کھینچ لوں گا۔

زندگی ملی بھی تو تین کے بے وفا ملی اتنی میری خطا نہ تھی جتنی مجھے سزا ملی بولا نہ نہیں جانا کسی کے گھر بھی سورۃ یسین پڑھنے سامنے ہی تو گھر ہے آخر خدا کے نام پر کچھ تو خدا سے ڈر خدا کا نام لینے سے تو نہ ردک آخر خدا کا نام لینا بھی تمہاری نظر میں گناہ ہے کیا؟ انی فائزہ کی خالہ کے گھر بیٹی ہوئی ہے دیکھ آؤں جا کر نہیں گھر بیٹھ دوبارہ نام بھی نہ لینا۔

میں آج تجھ سے نکاح عشق کرتی ہوں کہ مجھے تجھ سے محبت ہے محبت ہے محبت ہے محبت ہے کیا کہا سونا چچی آہو وقاص میرے پیار پر یقین نہیں ہے کیا نہیں سنا وہ تو بس مذاق کر رہا ہوں کہیں یہ پیار بھی مذاق تو نہیں ارے پاگل کیسی باتیں کرتے ہے وقاص سچ بتانا میری محبت میں کوئی کمی ہے یا آپ کو کوئی ڈاؤٹ ہے نہیں میری جان مجھے اپنے آپ سے بھی زیادہ اپنے پیار پر یقین ہے مگر وقاص مجھے اپنی قسمت پر یقین نہیں ہے کہیں یہ نہیں جدا نہ کر دے نہیں یہ بھی ہو ہی نہیں سکتا اچھا میری بات تو کروا دیں میری ساس سے اچھا کرواؤں گا بابا بک کروا میں گے

لو میری آج ہی کر لو السلام علیکم ای جان کیسی طبیعت ہے علیکم السلام میں ٹھیک ہوں بیٹی تم کیسی ہو اللہ کا شکر ہے تم ہی وقاص کو سمجھاؤ کہ یا تو سٹڈی کر لے یا پھر جاب کر لے سمجھانا اس کو اچھا ای جان ضرور اچھا میں نماز پڑھ لوں پھر بات کرنی ہوں جی ادا کے ای خدا حافظ۔

جی مل گیا سکون میری فجر رانی کو اپنی ساس سے بات کر کے آہو جی مل گیا ہے ایک بات پوچھوں وقاص ایک کیوں دو پوچھو مجھے ایک پوچھنی ہے وہ یہ کہ آپ نے تو مجھے دیکھا بھی نہیں اور جب دیکھیں گے تو کہیں چھوڑ تو نہیں دیں گے ناں فلرٹ تو نہیں کر رہے ناں اوہو جان پیار کیا ہے کوئی سودا نہیں کیا جو پسند نہ آئے تو چھوڑ دوں ایسی باتیں نہیں کرتے ناں جان..... اچھا سوری آئندہ ٹائم نہیں کروں گی ایسی بات پکا جی پکا وعدہ جی وعدہ جناب اور اگر یہی بات میں آپ سے پوچھوں تو آپ کا جواب کیا ہوگا اگر میں پیارا نہ ہوا میرا مطلب ہے کہ اگر میں خوبصورت نہ ہوا تو پیار سیرت سے ہوتا ہے صورت سے نہیں جناب صورت نہ خوبصورت ہو مگر سیرت ضرور ہو خوبصورتی کا ایک ایک دن کی یادوں کی مگر سیرت تو ہمیشہ ہی خوبصورت رہتی ہے اور آپ جیسے بھی ہیں مجھے پسند ہیں کھانا کھالیا نہیں دل نہیں کر رہا آج کیوں؟ میری جان مجھے کھانا نہ کھانے کی ریزن بتاؤ ناں! مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ مجھے چھوڑ نہ دیں نہیں پاگل سی میری جان ایسا بھی بھی نہیں ہوگا اپنی ساس سے بات کر لی مگر مجھے میری ساس کا نہیں بتایا ان کی ناگوں کا درد اب کیسا ہے۔

ذرا برابر بھی آرام نہیں آیا بہت دوائیں کھائیں بہت سے دم درد بھی کروائے مگر آرام آنے کا نام ہی نہیں ہمارے ہاں ایک بابا

ہے بہت مانے جاتے ہیں وہ جو بھی دم کرتے ہیں شرط یہ آرام آتا ہے ان سے کرواؤ دم آرام آ جائے گا آہا جناب کیا بات کی ہے اتنی دور بھی بھی نہیں اچھا اگر آپ کہو تو میں آپ کے گاؤں بھیج دیتا ہوں بابا جی کو کوئی ضرورت نہیں جی..... ہاں جی۔

ہے کچھ دھاگے سے نازک محبت نہ ٹوٹ جائے نہ کرنا حفاظت دل کی لگی بھی بڑا تڑپاتی ہے عہد وفا بھی دعا دے جانی ہے دعا نہیں دینا چھوڑ نہیں دینا ادا جانے جانا بھول نہ جانا دیری نا کس اچھا جی..... ہاں جی آپ کو میرا سوگن اچھا لگا اس نے مجھے تو اپنی جان کی ہر بات اچھی لگتی ہے اچھا۔ آہو اچھا مجھے بتائیں کہ آپ نے صبح فجر کی نماز پڑھی تھی میری تو فجر کی دو نمازیں ہیں ایک تو ادا کر چکا ہوں اور دوسری کر رہا ہوں میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اس طرح نہ بولا کریں شرک پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شرک کو ناپسند کرتا ہے نہیں نہ جان آپ کو پتہ ہے نہ میں جب تک اپنی فجر سے بات نہ کر لوں تب تک میری صبح نہیں ہوتی مجھے پتہ ہے اچھا میری جان مجھ سے کب ملنے والی ہے انشاء اللہ کسی کی دو کفر د ہے آپ ناں میری ایک انی بی بی ہیں وہاں آ جانا ادا کے اس طرح آہستہ آہستہ 2 مئی بھی آگئی اور میں اپنی جان کو ملنے چلی گئی مجھے سادگی پسند ہے مگر مجھے نہیں تھا پتہ کہ وقاص فیشن ایبل لڑکیاں پسند کرتا تھا اس طرح ہم ساتھ بیٹھے رہے کوئی خاص بات نہیں ہوئی اور میں اپنے گھر آگئی میں نے بھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ملنے کے بعد میں اپنے پیار کو کھو دوں گی اگر پتہ ہوتا تو کبھی نہ ملتی اس طرح میں میچ کر کر کے تھک جایا کرتی مگر وقاص نے بھی Reply نہیں کیا اگر کرنا ہوتا

تو صرف ایک یا دو میچ میں اپنی قسمت پر بہت روتی اور کال کر کے بہت شکوے کرتی ساتھ مسلسل روتی مگر وقاص وہ وقاص جو میری آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا مجھے اب روتے ہوئے دیکھ کر ہنستا اور کہتا پاگل ایسا کچھ نہیں ہے بس کام کی وجہ سے بات نہیں کر پاتا میں کہتی کہ پہلے بھی تو کام ہوتا تھا ناں اب کون سا کام ہے جس سے فرصت نہیں ملتی میرے اتنا کہنا تھا کہ کال آف کر دیتا مجھے غموں کے سمندر میں دھکیل کر۔

فائزہ یار میں کیا کروں جتنا اس کو بھولنے کی کوشش کرتی ہوں اتنا ہی یاد آتا ہے خالہ نعمانہ آپ ہی کچھ سمجھائیں وقاص کو وہ ایسا کیوں ہو گیا ہے فجر میں مجھے سمجھاتی ہوں وہ تجھ سے پیار کرتا ہی نہیں تھا اگر کرتا ہوتا تو ایسا بھی مت کرتا مگر خالہ میں میں تو کرتی ہوں ناں تیرے کرنے سے کیا ہوتا ہے پیار و دوطرفہ ہو تو منزل تک پہنچتا ہے آپ کے کہنے کا مطلب کہ میں اس کو بھول جاؤں اسے سارے وعدے اس کی قسمیں اس کو بھول جاؤں مگر کیسے؟

بیلو وقاص کیا حال ہے میں ٹھیک ہوں کوئی کام تھا کیا نہیں بس ویسے ہی ادا کے میں کچھ بڑی ہوں بعد میں بات کرتا ہوں ہر روز یہی کہتے ہو کہ بعد میں بات کرتا ہوں مگر کب وہ ٹائم آئے گا کہ آپ پہلے کی طرح مجھ سے بات کریں فجر یا دے تم نے مجھے کہا تھا کہ آپ فلرٹ تو نہیں کر رہے جی کہا تھا تو میں نے سوچا کہ آپ کی وہ بات سچ کر دوں کیا مطلب میں نے جست پڑھا تھا آپ سے اور آپ نے تو سچ کر دیا ٹھیک ہے آج کے بعد میں آپ سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی میں نے کہہ تو دیا مگر وہ پاؤں کی کیا فائزہ رہنا تو پڑے گا تمہیں اور تم رہ جی پاؤں کی نہیں یار میں نہیں رہ

پاؤں کی ایک ہفتہ گزر گیا کوئی کال کوئی پیغام نہ آیا جس دن گزر گئے تو ایک پیغام آیا پہلے مجھے بہت خوشی ہے کہ آج وقاص نے پیغام کیا ہے میں نے Reaply کیا مگر جواب نہ آیا میں پھر پریشان ہوئی اور اللہ کا شکر کیا کہ آج تو پیغام تھا تاہم گزرتا گیا اور زندگی کے دن م ہوتے گئے کہتے ہیں ناں۔

وقت ہر لمحہ گزر رہا ہے اس طرح گھر والوں کا رویہ بالکل پہنچ نہ ہوا بھائی مجھے پیسے دینے ہیں پلیز رول بھر سلپ لے آؤں کالج سے نہیں کوئی ضرورت نہیں پلیز ابو جاؤ لے آؤ میں سے گرائی تو ابھی اپنے کمرے میں داخل ہی ہوئی تھی کہ عادل بھائی نے مارنا شروع کر دیا کیوں مٹی مٹی کالج ابو سے لے چھ کر گئی تھی ہم نے کہا تھا نہیں تو پھر کیوں مٹی میں چپ چاپ سے بیٹھ کر بار بھائی رہی اور باتیں سنتی رہی میری کیا ہمت تھی کچھ کہنے کی اس طرح باپ پر نزدیک آگئے نہیں اپنے پیپر ز اپنی پہلے ہی دو پیپر ز چھوٹ گئے ہیں آگئے تو دینے میں چلو مارا کھانکے باتیں سن کے پیپر ز دیے جو رہ گئے تھے ان کی پہلی آگئی ابوت کہا کہ میں گھر ہی بیٹھ کر تیاری کر لیتی ہوں تو آپ امتحان دلوا دینا چلو منت سماجت کر کے ان کو راضی کیا اور پیپر ز دیے۔

جو ہوا اجازت تو تم سے ایک بات پوچھوں وقاص جان جو ہم سے عشق سکھا تھا وہ اب کس سے کرتے ہو پھر پیار بڑی ہوتا ہوں تو بات نہیں کر پاتا پلیز سمجھنے کی کوشش کرو وہی تو کر رہی ہوں کیوں اسے بار بار اپنا بنانے کی غلطی کرتی ہو فجر جو تیری وفا کو نہ سمجھ سکا وہ تجھے کیا سمجھے گا وقت چلتا ہی رہتا ہے آگے نکل جاتا ہے اک پل میں یہ آگے نکل جاتا ہے آدمی ٹھیک سے دیکھ پاتا نہیں اور پردے سے منزل بدل جاتا ہے

مجھے اپنے ماضی کی بہت یاد آتی ہے بہت ہی زیادہ کیسے گزرتے تھے وہ دن کہ وقت کا بھی پتہ نہیں چلتا تھا اپنی ہی مستی میں مست رہتی تھی ابھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی ایسا موز بھی لے گی کہ سب اپنے ساتھ زرا لے جاوے گی ساری خوشیاں وقت کے ہر گزرتے پل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں جیسے وقت بھی لوٹ کر نہیں آتا ہی طرح گزرے ہوئے انسان بھی لوٹ کر نہیں آتے بس اس کی یادیں اندر رہتی ہیں جو ہر گزرتے پل میں ناگہان کی طرح دستک میں جاسے واسلے کبھی واسلے نہیں آتے اب بیٹھ کر یہ سوچتی ہوں کہ اسے کاش مجھے پہلے پیار کرتا ہے تو کیا میں تیرے بدلہ لیا سے نہیں ہوں میرا تو بس اللہ سے سوا کچھ بھی نہیں

مجھے دیکھ کر وہ صاحبِ سہم بولا تیری سبیدگی بتاتی ہے تجھے پہننے کا بہت شوق تھا بیلو ہر جگہ میری جان کیسی ہو ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں میں بھی ٹھیک ہوں وقاص کیوں کرتے تو میرے ساتھ ایسا کب پوچھ کرتا ہوں تم کو تو شک ہی رہتا ہے میں نے ایسا کب کیا وقاص دیکھ لینا ایک دن سچ میں چھوڑ کر چلی جاؤں گی تو پھر تم بہت پیچھتاؤ گے بہت رلاتے ہو مجھے تم بس کتنی ہو چھوڑنی نہیں ہو ٹھیک کہا ہے تمہاری طرح پھر دل نہیں ہوں میں بعد میں بات کرتا ہوں اوکے۔

ایک دوست بولی تو شادی کس سے کرے گی میں نے کہا میں شادی شدہ ہوں کہنے لگی کون ہے تیرا جیون ساتھی میں نے کہا یادیں ہیں کسی کی کہنے لگی کس نے پڑھایا تیرا نکاح میں نے کہا مستقبل کے خوابوں نے وہ بولی کیسی گزر رہی ہے زندگی میں بولنے ہی والی تھی کہ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے وہ بولی اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتی

میں نے کہا حق مہر میں اپنی زندگی لکھی ہے کبھی بھی جاے نماز پر بیٹھ کر خدا سے بہت شکایت کرتی ہوں کہ تو نے ہمیں پیدا ہی کیوں کیا پھر کتنی ہوں کہ اللہ نے جو کیا اچھا ہی کیا ہو گا میں کون ہوتی ہوں اللہ کے سامنے شکایت کرنے والی مگر بھی کبھی یہ بہت بھی ٹوٹ جاتی ہے تو خدا سے میں جا کر گھٹن ٹھٹھ بیٹھ کر روتی ہوں آخر کب تک یہی زندگی کو اور اذیت میں رکھنا ہے کوئی غلطی مرزدہ ہوئی ہے جس کی تلافی ابھی تک نہیں ہوئی اب بہت ٹوٹ گئی ہے اللہ اب اور نہ تڑپا میں بھی تیری ہی پیدا کردہ مخلوق میں سے ہوں یا اللہ میری اتنا پر غور کیوں نہیں کرتا یا پھر کرنا ہی نہیں چاہتا میں اتنا تو جانتی ہوں کہ خدا اپنے بندے کو برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا مگر برداشت سے زیادہ سکھ ضرور دیتا ہے مجھے سکھ نہیں چاہیے مجھے بس اپنے ماں باپ کا پیار وقاص کا پیار چاہیے یا خداوندی کا گزرتا ہوا ہر پل مجھ کو تڑپاتا ہے کیا میں انسان نہیں ہوں یا اللہ تو نے زندگی تو دی مگر زندگی جینے کا حق نہیں دیا اگر تو نے کوئی خواب پورا نہیں کرنا تھا تو تو نے ان آنکھوں میں اتنے پہننے کیوں سجائے خدا تو اپنے بندے سے 70 ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

علم ہوتا ہے کہ یہ خوشیاں بہت جلد ختم ہونے والی ہیں نہ مستی یہ محبت سب ختم ہونے والی ہے تو خدا کی قسم میں بھی پیار نہ کرئی ایک انسان نے زندگی کو کتنا بے بس کر دیا ہے عورت کتنی بے بس ہوتی ہے مرد جو چاہے کر سکتا ہے مگر عورت چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے کبھی میں سوچتی ہوں کہ خدا نے عورت ذات کو پیدا ہی کیوں کیا؟ عورت کی زندگی میں خوشی نام کی کوئی چیز نہیں ہے میں نے زندگی سے ساری امیدیں ختم کر لیں ابھی امید ہی نہیں کی کیونکہ اب خوشی

کے نام سے بھی ڈر گئے کہ اس نے آجائے کے بعد یہ نہیں پھر ہے زندگی میں کون سا طوفان آنا ہے خود کو جتنا بہادر سمجھتی تھی اتنا ہی اب کمزور سمجھتی ہوں کبھی خود کو کسی سے کم نہیں سمجھتی تھی اپنی ہی آنا میں رہتی تھی اس وجہ سے میری دوستیں مجھ سے کئی دفع جگہ بھی کر لیا تھیں مگر اب خود کو دنیا کی کمزور ہستی سمجھتی ہوں ایسی ہستی جس کو نہ زندگی گزرنے کا شوق اور نہ ہی زندگی گزارنے کی وجہ لوگ کہتے ہیں ماں باپ کے علاوہ کوئی وفا نہیں کرتا مگر میں تو کتنی بد نصیب ہوں نہ ہی ماں باپ کا پیار ملا اور نہ ہی اس ہستی کا پیار جس کو میں اپنا سب کچھ سمجھتی تھی۔

وقاص میں آج بھی آپ کو ایک حقیقت سمجھ کر پیار کرتی ہوں میرا پیار تو آپ جانتے ہیں کرتی ہوں یا نہیں یاد ہے آپ نے کہا تھا کہ مجھے ایک خوبصورت خواب سمجھ کر بھول تو نہیں جاؤ گی ناں مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ آپ نے کرنا ہے مجھے ایک خواب سمجھ کر بھول جانا ہے ایک ایسا خواب جو آنکھ کھولتے ہی ختم ہو گیا اس حسین خواب کا ایک وعدہ بھی ایک خوبصورت پل بھی ایک بات بھی یاد نہیں آپ کو اگر میرا پیار گوارہ نہیں تھا کہ میرے پیار میں کوئی کمی تھی تو مجھے اتنا خوبصورت خواب کیوں دکھایا جس سے میں واپس پلٹوں تو ہر راستہ ہر قدم دشوار لگے ہر موڑ پر سو بار مردوں محبت کے بدلے محبت مانگی تھی رسوائی نہیں جدائی نہیں مانگی تھی آپ نے تو مجھے زندہ رہنے کی بھی بد دعا دی ہے مجھے بتاؤ وقاص اب میں اپنی زندگی کیسے جیوں وقاص مجھے کوئی رہنما دکھائی نہیں دیتا اگر میری کہانی پڑھ رہے ہو تو ایک بات کیا آپ نے سچ میں مجھ سے پیار نہیں تھا کیا نام پاس کیا تھا کیا دوسرے لوگوں کی طرح جھوٹے وعدے کیوں کیے تھے جھوٹی قسمیں کیوں کھائی تھیں سچے

پیار کا دعویٰ کیوں کیا تھا اگر عمر بھر ساتھ نہیں دینا تھا
میرا تو اک پل کا ساتھ کیوں دیا اللہ ایسا کسی کے
ساتھ نہ کرے جو آپ نے میرے ساتھ کیا۔

ہم بھول گئے رہے ہر بات
مگر تیرا پیار نہیں بھولے
کیا کیا نہ ہوا دل کے ساتھ
مگر تیرا پیار نہیں بھولے
اور سے مجھے کہتے ہو کہ آپ مجھ سے پیار
نہیں کرتی وقاص تم کبھی میرے پیا کو سمجھ نہیں پاؤ
گے تمہاری زندگی میں کوئی اور ہے تو مجھے ایک بار
کہہ دو کہ جان چھوڑ دو قسم سے پلٹ کر بھی نہیں
دیکھوں گی مگر مجھے یہ الزم مت دو جبکہ آپ مجھ
سے پیار نہیں کرتیں۔ بلیز خدا کیلئے۔

اے تے ہو نہیں سکدا مینوں تیری ن پرواہ
ہو دے
یا رب ساڈی جان نکل جائے یا فیر اے افواہ
ہو دے
جن دے کولوں چاندنی تے دیوے کولوں لو
ہو سکدا اے دکھری ہو جائے پھولوں تو خوشبو
اے تے ہو نہیں سکدا میرا دیکھ تیرے توں رانا
ہو دے
یا رب ساڈی جان نکل جائے یا فیر اے افواہ
ہو دے

دھرتی توں آمبروس جاوے تو پاں نالوں چھاں
چمچی پچل جاوے اُڑنا راہی پل جاوے راہ
میں پھولوں تے جیوندی رہ جاں کتھے
معاف گناہ ہووے یا رب
کچھ یادیں یاد رکھنا
کچھ باتیں یاد رکھنا
عمر بھر کا ساتھ تو نہیں رہا ہمارا
کبھی رہے تھے ساتھ بس اتنا یاد رکھنا
وقاص آپ مجھے بہت رولا تے ہیں قسم سے

میں ساری رات نہیں سولی مگر اس سے نہ تو آپ
کو کچھ فرق پڑتا ہے اور نہ ہی میرے گھر والوں کو
وہ تو کہتے ہیں کہ مر جائے جان چھوڑ جائے ہماری
روز روز مرنے سے بہتر ہے کہ میں آپ کو آپ
کے حال پر چھوڑ دوں مجھے اس پیار کی قسم جو میں
نے آپ سے کیا ہے مجھے بے وفا کہنا اگر میں کبھی
زندگی میں کبھی بھی اپنا نمبر آن کروں یا پھر کسی اور
طریقے سے آپ کے ساتھ کنیکٹ رکھوں تو خوش
رہنا جہاں بھی رہنا میری دعا ہے کہ آپ کو میری
زندگی میں اتنا پیار ملے کہ آپ کو کبھی میرے پیار
کی کمی محسوس ہی نہ ہو۔

اسی طرح دن سے ہفتے ہفتے سے مہینے گزر
گئے ایک دن وقاص نے گھر کے نمبر پرے کال کی
اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ہی کال اٹینڈ کی اور
میرے اور امی جان کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں تھا
امی نے پوچھا کس کا ہے میں نے کہا نرس کالج
فرینڈ کا ہے ٹھیک ہے جلدی بند کر دینا وقاص میں
نے آپ کو کھانا کھاناں کہ پلیز گھر کے نمبر پر کال
نہیں کرنا میرے گھر والے تو پہلے ہی ہم سے جان
چھڑوانا چاہتے ہیں اگر کوئی مر رہا ہو تو پھر کیا وہ مر
جائے میں نے ایسا کب بولا ہے تو پلیز فجر واپس
آ جاؤ میری زندگی میں خدا کیلئے واپس آ جاؤ مجھے
معاف کر دو کسی بات کی معافی جو میں نے
تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی معافی وہ تو میں کب
کا آپ کو معاف کر چکی ہوں اور رہی واپس آنے
کی بات تو زندگی بہت دور جا چکی ہے جہاں سے
واپس آنا ناممکن ہے مجھے معاف کر دو میری فجر
رانی پلیز وہ تو تب ہی کر دیا تھا جب آپ نے
میرے پیار کو ٹھکرایا تھا مجھے زندگی کی راہوں میں
تباہی جینے کی بددعا دی تھی جب آپ نے روز محشر
میں خدا سے ایک بات ضرور پوچھوں گی کہ یا اللہ
تم نے عورت کو اتنا بے بس کیوں بنایا ہے کہ وہ

چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی مطلب کہ تم مجھ سے اب
پیار نہیں کرتی وقاص پیار دلوں میں زندہ رہتا ہے
دور ہونے سے پیار میں اضافہ ہوتا ہے کی ہی نہیں
چاہے پھر وہ بے وفا ہی کیوں نہ ہوں اگر میری
کہانی پڑھ رہے ہیں تو میں آپ سے اب بھی اتنا
ہی پیار کرتی ہوں جتنا پہلے کرتی تھی یہ پیار صرف
آپ کا ہے کسی اور کا حق نہ تو ہے اور نہ ہی میں
دوں گی اگر میں واپس آپ کے پاس چلی جاؤں
تو میرا پیار جھوٹا نکلے گا میری قسم تو نے کی جو میں
چھوڑتے وقت اپنے سچے پیار کی کھائی تھی اور
پیار کرنے والے قسموں پر یقین کرنا چھوڑ دیں
گئے صاف کہہ دوں کہ تم مجھ سے اب پیار کرتی ہی
نہیں ہو ایسی بات نہیں وقاص میں نے اپنے پیار
کی قسم کھائی تھی کہ دوبارہ آپ کی زندگی میں نہیں
آؤں گی مجھے اپنی قسم تمہاری ہے اگر مجھ سے پیار
کرتے ہو تو دوبارہ میرے گھر کے نمبر پر کال نہ
کرنا خدا حافظ۔

تو قارئین کسی لگی میری زندگی کی یہ سچی
کہانی اب مجھے آپ بتائیں کہ میں کیا کروں مجھے
آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا پلیز مجھے مشورہ
ضرور دینا کیوں کہ اس وقت میرا اپنا کوئی نہیں
ہے جو مجھے مشورہ دے آخر میں میری یہ غزل۔

مجھے تم یاد آتے ہو
میں جب بھی کسی محفل میں بیٹھوں
مجھے تمہاری باتیں تمہاری قسمیں
تمہارے وعدے میرے جسم سے روح کو
جدا کر جاتے ہیں
مجھے تم یاد آتے ہو
تیرا پیار تیرا ساتھ تیری ہر بات
تیری ہر یاد میری آنکھوں میں آنسو بھر
جاتے ہیں
مجھے تم بہت یاد آتے ہو

ہر بار دل کو سمجھاتی ہوں کہ اب نہیں تڑپنا
مگر تیری جدائی مجھ کو رلا جاتی ہے
مجھے تم یاد آتے ہو
قسم سے تم مجھے بہت یاد آتے ہو



سنگ تمہارے چلتے ہیں

چلو ہم سنگ تمہارے چلتے ہیں

یہ تنہائی کا عالم

نہ رہا نہ رہا

لے کر آنا کسی پر

ہم نے دیکھ لیا سب کچھ

چلو ہم سنگ تمہارے چلتے ہیں

یہ دنیا اب دنیا نہ رہی ہے

یہ زندگی اب ہماری نہ رہی ہے

نہ رہے اب ہم اپنے تو پھر

چلو ہم سنگ تمہارے چلتے ہیں

تم نہ وعدے توڑنا

نہ رہی ساتھ میرا چھوڑنا

میں ڈرتا ہوں تنہائی سے

میں کب تک جیوں گا

زندگی کا نام لے کر

چلو اے موت

ہم سنگ تمہارے چلتے ہیں

(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

اشعار

وہ ہوتا ہے اصل میں اچھا انسان
جو آتا ہے مشکل میں دوسروں کے کام
نہ کچھ کر سکتا ہوں نہ ہی زمانے سے لڑ سکتا ہوں
میرے حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ میں بے موت
ہی سکتا ہوں
(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

55

جواب عرض ڈائجسٹ

زندگی مل نہ کی

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

54

جواب عرض ڈائجسٹ

زندگی مل نہ کی

خاموش محبتیں

✍ تحریر: اے آر ارحیلہ منظر، جھمرہ ٹی، فیصل آباد

ماہم نے کئی بار نوٹ بھی کیا کہ آبان اس کی طرف دیکھ رہا ہے ماہم کو بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ کوئی یوں اس کی جانب دیکھے سوائے عاشق کے، مگر وہ کیا کرتی اب وہ اتنے لوگوں میں اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی زویا مجھے واش روم جانا ہے تم میرے ساتھ چلو ارے ماہم اس میں ڈرنے والی کونسی بات ہے یہ رائٹ میں میرا کمرہ ہے تم چلی جاؤ اوکے زویا میں ابھی آئی..... آبان اور اس کے دوست یہ سب سن رہے تھے بوس یہ اچھا موقع ہے اس لڑکی سے اکیلے میں ملنے کا ہاں میں تو کب سے موقع ڈھونڈ رہا ہوں ماہم جیسے ہی واش روم سے باہر نکلی تو اس کے سامنے آبان کھڑا تھا اور اس کے دوست باہر دروازے پر رکھوالی کر رہے تھے کہ کوئی ادھر نہ آ جائے تم، تم یہاں کچھ پل کے لئے تو ماہم گھبرا گئی مگر پھر ماہم نے خود کو سنبھال لیا۔ آبان نے ماہم کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے ماہم بولی تم تم ادھر کیا کر رہے ہو تو آبان بولا کیوں میرا گھر ہے میری بہن کا کمرہ ہے میں یہاں اپنی مرضی سے آ سکتا ہوں جا سکتا ہوں آبان نے ماہم کا ہاتھ پکڑا مگر دوسرے ہی لمحے ماہم نے اپنے دائیں ہاتھ سے آبان کا گال ریڈ کر دیا تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرا ہاتھ پکڑنے کی تم سمجھ کیا رکھا ہے اپنے آپ کو جہاں چاہو جب چاہو تم کسی کو بھی چھیڑ سکتے ہو اگر تم نے دوبارہ میرے ساتھ ایسی بدتمیزی کی تو میرا نام بھی ماہم احمد نہیں تمہارا وہ حال کروں گی کہ خود کو بھی بھول جاؤ گے سمجھے، اور ماہم باہر نکل گئی ارے بوس یہ تو آپ کو تھپڑ مار کے چلی گئی اور آپ نے کچھ کھا ہی نہیں آبان نے اپنے گال کو ملتے ہوئے کھا یہ جانتی نہیں ہے اس نے کس سے پنگا لیا ہے آبان احمد، آبان احمد کے ساتھ، ازنے دو تتلی کو جتنا ازنہ ہے ایک دن ایسے پر کاٹوں گا کہ ازنے تو کیا پھدکنے کے قابل بھی نہیں رہے گی.....

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

تو عاشق نے ازمان سے کہا کہ ذرا رانیہ کو ڈھونڈ کر آسے کہو کہ ماما کی بات پاپا سے کروادیں ماما سے کچھ کام ہے پاپا کو، ازمان اس طرف آیا جس طرف شاذل اور شرمین بیٹھے تھے اس نے شرمین سے پوچھا کہ اس نے کہیں رانیہ کو دیکھا ہے جی بھائی رانیہ ابھی یہاں اپنی ماما کے ساتھ کھڑی تھی شاید باہر کی جانب ہی ہے ازمان جلدی سے باہر کی طرف لپکا، رانیہ رکو، ازمان کی آواز سن کے یک دم رانیہ نے



پیچھے پلٹ کے دیکھا اور ساتھ ہی وجہہ نے بھی پلٹ کے دیکھا جیسے ہی ازمان کی نظر وجہہ پر پڑی تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا وہ بلبل میں وجہہ کو پہچان گیا تھا بالکل ہو یہ ہو ہی شکل جیسی اس نے تصویروں میں دیکھی تھی وہ بھٹی بھٹی نگاہوں سے وجہہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور اسے مکمل طور پر پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ اب عمر کے ساتھ ذرا وجہہ کے چہرے میں تبدیلی آگئی تھی ازمان کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ رانیہ کے پاس سے گزر کر وجہہ کے پاس گیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے دی ایکٹ کر رہے وہ خوشی سے چلائے یا کیا کرے اپنے سامنے اپنی پھپھو کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا جیسے آج تک اس نے صرف تصویروں میں دیکھا تھا جو صرف نثار احمد کے کمرے تک ہی محدود تھی..... ازمان کیا بات ہے کیوں آواز دی رانیہ کے پوچھنے پر بھی ازمان نے کوئی جواب نہ دیا وہ تو جیسے سب کچھ بھول ہی گیا تھا وہ تو بس وجہہ کو دیکھے جا رہا تھا، اذنو، رانیہ بولی۔ ازمان میں نہیں اپنی ماسے ملانا تو بھول ہی گئی ازمان یہ ہیں میری ماما، اور ماما یہ ہیں ازمان صاحب زویا کے بھائی اور ہمارے دفتر کے منیجر آپ کو بتایا تھا ناں اور آپ نے ان سے ملنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی تو اب مل لیں ازمان صاحب سے وجہہ نے پیار سے ازمان کے سر پر ہاتھ پھیرا بولی کیسے ہو بیٹا بہت تعریف سنی ہے تمہاری رانیہ کے ابو کے منہ سے اور آج مل بھی لیا بہت خوشی ہوئی بیٹا بھی گھر آؤ ناں مگر ازمان نے پہلے الفاظ یہ بولے آئی آپ کا نام وجہہ ہے ناں، رانیہ اور وجہہ دونوں مسکرائیں پھر وجہہ بولی، ہاں بیٹا میرا نام وجہہ ہے مسز وجہہ منزل، پر تم کیوں پوچھ رہے ہو بیٹا، پر آئی یہ نام تو آپ کا بعد کا ہے پہلے آپ کا نام وجہہ نثار احمد تھا ناں، اچانک یوں کسی کے منہ سے اپنے بابا کا نام سن کے وجہہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بولی تم تم بیٹا تم کیسے جانتے ہو میرا یہ نام۔ ازمان لپک کر وجہہ کے گلے لگ گیا اور بس جو منہ میں آیا بولے گیا پھپھو میں تو آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا مجھے یقین نہیں آ رہا پھپھو کہ آپ میرے سامنے ہیں پھپھو آپ گھر کیوں نہیں آئیں کیا آپ کو دادا ابوی یاد نہیں آتی کیا آپ کا کان سے بلنے کوئی نہیں چاہتا وہ ہر بل آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں پلےز آپ ایک بار گھر آئیے ناں پہلے تو وجہہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا رانیہ بھی حیرانگی سے ازمان کی باتیں سن رہی تھی پھر اب کچھ کچھ دونوں سمجھ رہی تھیں اتنے میں وہاں عاشر بھی آ گیا رانیہ اور عاشر اس ماجرے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے وجہہ نے ازمان کو خود سے الگ کیا اور پوچھا بیٹا یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہاں پھپھو میں سب ٹھیک کہہ رہا ہوں میں آپ کے بھائی کا بیٹا ہوں میں شہزاد احمد کا بیٹا ہوں اور نثار احمد میرے دادا ابو ہیں رانیہ او عاشر بھی حیران تھے کہ ازمان کیا کہہ رہا ہے کیا تم سچ کہہ رہے ہو ہاں پھپھو میں سچ کہہ رہا ہوں آپ میری پھپھو ہیں میں نے آپ کی تصویریں دادا ابو کے کمرے میں دیکھی ہیں جو ہر وقت دادا ابو کے تنکے کے پیچھے ہوتی ہیں اور مجھے انہوں نے خود بتایا ہے سب کچھ آپ کے بارے میں یہ سب سننے کے بعد وجہہ رو دینے لگی اور بولی کیا وہ مجھ کو یاد کرتے ہیں میری امی کیسی ہیں کیا وہ بھی مجھ کو یاد کرتی ہیں، ازمان سوچنے لگا کہ وہ اب کیسے بتائے کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں ازمان نے یہ بات وجہہ سے چھپائی وہ اتنی بڑی خوشی کے موقع پر اب اسے دکھ نہیں دینا چاہتا تھا ہاں پھپھو سب آپ کو یاد کرتے ہیں اگر یقین نہیں آتا تو چلے میرے ساتھ میں آپ کو سب کے پاس لے کر چلتا ہوں رانیہ اور عاشر کی نگاہوں میں بھی آنسو تھے تب زویا بھی وہیں آگئی کیا بات ہے عاشر بھائی رانیہ دی، آپ رو کیوں رہی ہیں۔

وجہہ ازمان کے ساتھ جانی مگر اچانک اس کے بڑھتے قدم رک گئے رک کیوں گئی پھپھو چلے میرے ساتھ پھر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے گا کہ سب آپ کو کتنا یاد کرتے ہیں نہیں ازمان بیٹا میں آپ کے ساتھ

نہیں چل سکتی میں جس وقت گھر چھوڑ کر آئی تھی تو اس وقت گھر والوں سے ہر ناطہ توڑ کر آئی تھی ازمان بیٹا شہزاد بھائی جو مجھ سے اتنا پیار کرتے تھے شہزاد بھائی جو مجھ پر جان نثار کرتے تھے ان سب لوگوں نے مجھے یہ کہہ کر گھر سے نکالا تھا کہ تم ہمارے لیے مگر بنی ہو، اب بھلا مرے لوگ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں نہیں پھپھو ایسا مت کہتے میں نے خود دیکھا ہے ابوکو چچا کو، آپ کو یاد کرتے دادا ابوکو آپ کی یادیں روتے اتنے میں پھر سے عاشر کے موبائل پر منزل حسین کی کال آگئی وہ بولا بیٹا میری اپنی ماسے بات کر اذو بس پاپا ماما گھر کے لیے نکل چکی ہیں کچھ دیر پہلے، وجہہ تھوڑی دیر پہلے گھر کے لیے نکل چکی تھی..... ازمان اور عاشر ایک دوسرے کے گلے میں رانیہ اور زویا بھی رو رہی تھی رانیہ تو پہلے ہی لگتا تھا کہ تم سے کوئی رشتہ ضرور ہے جب بھی تم سے ملتا تھا تو تم اپنے سے لگتے تھے ادھر رانیہ اور زویا کا بھی یہی حال تھا ارے تم سب یہاں ایک ساتھ میں کب سے ڈھونڈ رہی ہوں دودھ نہیں پلانا کیا شاذل کو، اور تو اور ماہم تم کتنی تھی کہ تم نے تو جوتے چرائے ہیں شاذل کے چلو اب تم سب یہاں کیوں جمع ہو اور تم سب نے اپنی شکلیں کیوں ایسی بنا رکھی ہیں جیسے ابھی ابھی سب رو رہے تھے کیوں کیا کہتی ہو زویا بتا دیں سب، رانیہ نے زویا کو اشارہ کیا پھر زویا اور رانیہ نے مامی کو سب بتایا، ماہم بھی خوشی سے اچھل پڑی اچھل اب چلو کہیں شاذل بھاگ ہی نہ جائے اور اس کے جوتے، تینوں نے پلٹ کر ازمان، عاشر کی طرف دیکھا اس سے پہلے کہ وہ بھاگتی وہ دونوں بھاگ گئے اور بولے بھاگ شاذل کے جوتے وہ تینوں کو جاتا دیکھ کر بس پڑی ارے ماہم نہیں نہیں جانا کیا تم یہاں کیوں کھڑی ہو عاشر اور ازمان جوتے چھپا دیں گے تو مامی بولی چھپائیں گے تب جب انہیں جوتے میں گے کیوں کیا مطلب مامی! مطلب یہ کہ جوتے تو یہاں ہیں، ماہم نے پاس پڑے ڈبے کا ڈھکن کھولا جب تم یہاں تھے تو میں نے چرا لے اچھا چلو اب آؤ ہم دودھ تیار کرنی ہیں ادھر ازمان اور عاشر شاذل کو ڈانٹ رہے تھے کہ اس نے جوتوں کا خیال کیوں نہیں رکھا تو رضی بولا کیوں کیوں میں کیوں خیال رکھتا جوتوں کا میں تو لڑکی والا ہوں اور میں نے ہی جوتا دیا ہے مامی کو اتنا کہہ کر رضی بھاگ گیا شرمین اور شاذل مسکراتے رہ گئے عاشر ازمان کو الزام دے رہا تھا کہ تم نے کہا تھا کہ رضی کو سوہنیو یہ ذمہ داری اور ازمان عاشر کو دے رہا تھا اب بھگتو نتیجہ اچھا کوئی بات نہیں ازمان میں بھی 10 روپے سے کم نہیں دوں گا، اور ہم 10 ہزار سے کم نہیں میں گے، سنا آپ نے جی جاجی اب ہم آپ کی سالیان ہیں ایک نہیں تین تین، سالیان پھر ماہم نے شاذل کو دودھ پلایا احسن اسماء، عالیہ بیگم سب جمع تھے نہیں ممانہیں پاپا ہم 10 ہزار سے کم نہیں لیں گی رانیہ اور زویا نے بھی ماہم کی ہاں میں ہاں ملائی انکل 5 ہزار دودھ پلائی کے اور 5 ہزار جوتوں کے عاشر نے پوچھا وہی جوتے جو ہم نے چرائے ہیں پھول تھے تینوں ایک ذرا کہاں ہیں چرائے جوتے۔ رانیہ نے جیسے ہی ڈبہ کھولا تو اس میں جوتوں کی بجائے پھول تھے تینوں ایک دوسرے کے منہ کھینچی رہ گئیں تو لڑکوں نے تالیاں لگا دیں اور عاشر بولا جوتے یہ ہیں میرے پاس عاشر نے جوتے بلند کیے میں کہہ رہی ہوں کہ جوتے واپس کرو، پھر کیا تھا عاشر آگے اور ماہم پیچھے زویا ماہم کے پیچھے جانے لگی تو رانیہ نے بازو سے پکڑ کر اسے روک لیا عاشر جوتے لے کر گھر کے اندر بھاگ گیا اور سب انہیں آواز دیتے رہ گئے تم فکر مت کرو رانیہ میں تمہارے بھائی سے جوتے چھین کر لاؤں گی عاشر کمرے میں چھپ گیا ماہم ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب اس کمرے میں پہنچی جہاں عاشر چھپا تھا وہ دھیرے دھیرے کمرے میں قدم رکھ رہی تھی ماہم کا قلعین میں پاؤں اٹکا اس سے پہلے کہ وہ گرنی تو عاشر نے اسے تھام لیا عاشر نے ماہم سے کہا دھیان سے نہیں چل سکتی اگر تم گر جاتی تو، ایسے ڈانٹ کیوں رہے ہو۔ پھر عاشر نے مامی سے سوری

کیا اور بولا تم بہت پیاری لگ رہی ہو آج..... ماہم شرمنا کر جانے لگی یہ بھول کر کہ وہ تو جوتے لینے آئی تھی
عاشق نے پیچھے سے آواز دی کہ جوتے نہیں لینے کیا ماہم رک گئی عاشق دھیرے دھیرے چلتا ہوا ماہم کے پاس
آیا اور ماہم کے بالکل پاس آیا ماہم نے ڈر کے مارے کھوڑا پیچھے ہو گئی عاشق اور پاس آ گیا اور عاشق نے ماہم
کے کان کے پاس ہو کر سرگوشی کی۔ کیا ہم آپ کو رات میں فون کر سکتے ہیں ماہم نے دھیرے سے عاشق کے
ہاتھ سے جوتے پکڑے اور کوئی جواب دینے بغیر بھاگ گئی مل گئے جوتے ماہم نے خوشی سے اچھلتے ہوئے
سب کو بتایا اور کھڑا عاشق ماہم کو یوں خوش ہوتا دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اگلے ہمارے پیسے رانیہ نے احسن کے
آگے ہاتھ بڑھایا تو بھئی اپنے دل ہزار اور میرے بیٹے کو جوتے واپس کر پھر ماہم نے جوتے واپس کر دیے
سب لڑکیاں مسکراتے ہوئے اندر چلی گئیں ماہم نے ایک نظر پلٹ کر عاشق کی جانب دیکھا جو سوالیہ نظروں
سے ماہم کی طرف دیکھ رہا تھا ماہم ہلکا سا مسکرائی اور اندر دوڑ گئی عاشق ماہم کی اس مسکراہٹ کا جواب سمجھ گیا تھا
آخر کھسی کا وقت بھی آ گیا شرمین ہزاروں اشکوں کی پارات تلے رخصت ہو کر شاذل کے گھر آئی اس کے
لیے یہ گھر اجنبی نہ تھا وہ پہلے بھی اس گھر میں ہزار بار آئی تھی مگر آج اس نے اس گھر میں قدم شاذل کی بیوی کی
حیثیت سے رکھا تھا آج سے اس کے لیے اس گھر کے سب رشتے بدل گئے تھے رضی اور ماہم رورو کر نڈھال
ہو رہے تھے زویا اور رانیہ نے ماہم کو سنبھالا اچھا ماہی اب روتے ہی رہنا ہے شرمین کے پاس بھی چلنا ہے
تمہیں چلنا ہے تو چلو نہیں تو یہاں بیٹھی رو رہو۔ پھر کچھ دیر بعد سب شاذل کے گھر تھے۔

زویا اور رانیہ نے شرمین کو بھی وہ بات بتائی جو آج ہوئی تھی تو وہ بھی بہت خوش ہوئی..... اچھا آئی اب
اجازت دیں اب ہم چلتے ہیں سب ایک ساتھ شاذل کے گھر سے باہر نکلے ماہم سب کو بائے بول کر اپنے گھر
چلی گئی اچھا عاشق اب میں اور زویا بھی چلتے ہیں میں کل کو دادا ابو کو لے کر آؤں گا وہ پیچھو سے مل کر بہت خوش
ہوں گے..... بھائی جلدی چلو مہمان خانے کس حالت میں ہوں گی ممانے تو پاپا کو بھی کچھ بتایا ہو گا رانیہ نے
خیال ظاہر کیا پھر جب وہ گھر پہنچے تو وہی ہوا جو انہوں نے سوچا تھا منزل حسین انہی کا ہی دیٹ کر رہے تھے بیٹا آ
گئے تم لوگ اور بیٹا تمہاری ماما کو کیا ہوا ہے جب گھر آئی تو روتے ہوئے آئی اور کمرے میں جا کر دروازہ بند کر
لیا اور اب تک کمرے میں ہی ہیں میرے لاکھ کہنے پر دروازہ نہیں کھولا پھر عاشق اور رانیہ نے سب کچھ اپنے
پاپا کو بتایا تو یہ بات ہے میں بھی کہوں آخر ایسی کوئی بات ہو گئی جو وجہ شادی سے اتنی اپ سیٹ ہو کر لوٹی
تھوڑی دیر بعد وجہ نے خود ہی اپنی مرضی سے دروازہ کھول دیا۔

زویا آج میں بہت خوش ہوں ہاں بھائی میں بھی بہت خوش ہوں بھائی میں جب بھی عاشق بھائی سے
بات کرتی تھی تو مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں عاشق بھائی سے نہیں بلکہ آپ سے بات کر رہی ہوں باتوں باتوں
میں وہ گھر پہنچ گئے امان کی امی نے دروازہ کھولا۔ بولی بیٹا آگئے تم دونوں تمہارے ابو ناراض ہو رہے تھے
کوئی بات نہیں ماما میں ایسی خوشخبری لایا ہوں جسے سن کر سب خوش ہو جائیں گے دادا ابو، پاپا، چاچا، چاچی
سب باہر آئیں میں ایسی خوشخبری لایا ہوں جسے سن کر سب کی نیندیں اڑ جائیں گی امان نے سب کو آوازیں
دینا شروع کر دیں کیا بات ہے امان کیوں شور مچا رکھا ہے امان کی بھائی نے کہا بھائی بات ہی سمجھ ایسی ہے
رکومیں خود جا کر جگا کر لاتا ہوں اتنا کہہ کر امان نثار احمد کے کمرے کی طرف بڑھ گیا باقی گھر والے حیران و
پریشان کھڑے تھے وہ زویا سے پوچھ رہے تھے کہ کیا بات ہے مگر زویا بولی جب تک دادا ابو نہیں آئیں گے
تب تک کسی کو یہ خوشخبری نہیں ملے گی۔ پھر امان دادا ابو کے ساتھ باہر تھا سب کے درمیان، امان اب بتا

بھی دو کیا بات ہے امان کے پاپا نے کہا، دادا ابو کیا آپ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں رات کے اس پہر،
وجہ کا ذکر سن کر سب ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے امان تم نے یہ بات بتانے
کے لیے سب کو اتنی رات میں جگایا ہے امان کی چاچی بولی، نہیں یہ بات نہیں چاچی جان بات تو کچھ اور ہے
تو امان تم یوں پھیلیاں کیوں بھڑا رہے ہو اب بتائیے دادا جان کہ آپ اپنی بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں تو نثار احمد
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولا آئیں کیا لگتا ہے امان بیٹا میں نہیں ملنا چاہتا امان بیٹا اس دن جب میں
سے وجہ کو گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی وجہ نے تو پیچھے مڑ کر دیکھا ہی نہیں ہاں وجہ نے جو کیا ٹھیک ہی
کیا میں نے بھی تو اس کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا تھا ایک شادی ہی تو کی تھی اس نے اور میں نے اسے اتنی
جی سزا دی اسے جیتے جی مار دیا پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو
میں نے اسے دل و جان سے معاف کر دیا نہ صرف میں نے بلکہ شہزاد اور بیڑا نے بھی تو دادا ابو اب اپنی
آنکھوں سے یہ آنسو صاف کر لیں اب ان کا وقت پورا ہو چکا ہے اب ان آنکھوں میں ہمیشہ مسکان رہے گی
اب مطلب مینا مطلب یہ کہ دادا ابو میں اور زویا پیچھو سے مل کر آ رہے ہیں کیا امان یہ تم کہا کہہ رہے ہو سب
ایک ساتھ بولے ہاں دادا ابو، پاپا، چاچو میں سچ کہہ رہا ہوں پھر امان نے شروع سے لیکر اینڈ تک مامی
بھیل گھر والوں کو بتائی تو سب حیران رہ گئے..... بننا مجھے ابھی لے چلو وجہ کے پاس نہیں دادا ابو ابھی
اتنا مت ہو گئی ہے سچ کو جھیں گے اور میں نے عاشق سے بھی کہا تھا کہ ہم لوگ صبح کو آئیں گے۔

شرمین میرے پر گھونٹے ہوئے شاذل کا ویت کر رہی تھی اچانک دردازہ کھولا اور شاذل اندر داخل
ہوا وہ دھیرے دھیرے چلتا ہو شرمین کے پاس آیا اس نے شرمین کا گھونگھٹ اٹھایا یوں تو ہم دونوں بچپن
سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں مگر آج سے ہم اپنے ایک نئے رشتے کی شروعات کر رہے ہیں شاذل نے
شرمین کی انگلی میں اس کی منہ دکھائی کی رنگ پہناتے ہوئے کہا کیا تم زندگی کے اس نئے سفر میں میرا ساتھ دو
کی شاذل نے شرمین کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ ہوئے کہا تو شرمین نے آہستہ سے ہاں میں سر ہلایا تو شاذل
نے ہاں پر مسکان پھیل گئی اس نے پیار سے شرمین کے ہاتھوں کو چوم لیا..... ایک طرف تو شرمین اپنی نئی
زندگی کا آغاز کر چکی تھی پر دوسری طرف ماہم نیچانے اب تک کیوں جاگ رہی تھی ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کا
انتظار کر رہی ہو۔ وہ اس وقت تک سو جا گیا کہ ماما آج نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی کسی
نے سچ ہی کہا ہے جب کسی سے محبت ہو جائے تو نیند آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہے کسی اپنے کی یاد میں جا گنا
اچھا لگتا ہے ایسے سوچنا، اس کی باتیں یاد کر کے مسکانا، اسی کا انتظار کرنا اچھا لگتا ہے اور ماہم بھی عاشق کی کال
کا پتہ کر رہی تھی اسے یقین تھا کہ عاشق ضرور کال کرے گا رضی تو تھکا ہارا بک کا سوچنا تھا اور عالیہ بیگم بھی
سوئی تھی رات کے دوسرے پہر جاگ رہا تھا تو صرف ماہم جو ابھی تک عاشق کی کال کا انتظار کر رہی تھی اس
کے کمرے کی لائٹ اون دیکھ کے عالیہ بیگم اس کے کمرے میں آئی جب عالیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئی تو
ماہم صدمہ سے اٹھ کر بیٹھ گئی مینا تم ابھی تک سوئی نہیں ہو نہیں بری نیند نہیں آ رہی تھی وہ کیا ہے دی کے بنا
سوئے کی عادت نہیں ہے اس لیے پر مامی اب تو تمہیں اکیلے ہی سونا ہو گا اور اب دھیرے دھیرے عادت
اٹل لگا اکیلے سونے کی جی بڑی امی اچھا مینا تم اب سو جاؤ میں تو سوئی ہوئی تھی جب مجھے تمہارے کمرے کی

لائٹ آن دیکھی تو میں دیکھنے چلی آئی وہ بڑی امی مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے اس لیے میں لائٹ آن کر کے سونا چاہتی ہوں اوکے بیٹا جیسی تمہاری مرضی پھر عالیہ بیگم یا ہم کو گند نائٹ بول کے چلی گئی ماہم کو جاگتے جاگتے رات کے 3 بج گئے اور ابھی تک عاشر نے کال نہیں کی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی اور بھی لیٹ جاتی بس وہ بار بار موبائل کی طرف دیکھ رہی تھی وہ خود کال کر لیتی مگر موبائل میں بیٹلس نہیں تھا جب 3 بجے تک کوئی کال نہ آئی تو وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی وہ آج زندگی میں پہلی بار کسی کے لیے جاگ رہی تھی وہ کب کا سوچا تھا عاشر کی آنکھ کرے گا مگر اس کی امید ٹوٹی ہوئی نظر آ رہی تھی وہ جس کے لیے جاگ رہی تھی وہ کب کا سوچا تھا عاشر کی آنکھ کھولی اس نے نائم دیکھا تو 20:30 ہو چکے تھے اسے جب ماہم کا خیال آیا تو اس نے فوراً ماہم کا نمبر ڈائل کر دیا۔ ماہم نے نمبر دیکھا اور جلدی سے پہنچی ہی تیل پر کال ریسو کر لی عاشر نے پوچھا بولی نہیں ابھی تک نہیں ماہم نے دھیرے سے جواب دیا کیوں عاشر نے دوسرا سوال کر دیا بس ایسے ہی نیند نہیں آ رہی تھی لیکن میں تو سو گیا تھا جب گھر آیا تو مہما بیٹس بھی انہیں مناتے مناتے کافی نائم ہو گیا پھر لیٹنے ہی نیند آ گئی بہت تھکا ہوا جو تھا ایک بات پوچھوں ماہم کیا۔ ماہم نے پوچھا۔ ماہم کیا تم اب تک میری کال کا انتظار کر رہی تھی تو ماہم بولی عاشر صاحب انتظار ان کا کیا جاتا ہے جو اپنے ہوں تم میرے کوئی نہیں ہو۔ ماہم کی آواز میں اک درد تھا ماہم نے کال کٹ کر کے موبائل آف کر دیا اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکلے گالوں سے بہتے ہوئے تھکے میں جذب ہو گئے..... جب عاشر نے دوبارہ ماہم کا نمبر ڈائل کیا تو آف آر ہا تھا، شت یا شاید میں نے دیر کر دی اور اسے ناراض کر دیا عاشر خود کو کوس رہا تھا اچھا جب ملاقات ہوگی تو اسے منالوں گا پھر عاشر نے آنکھیں بند کیں اور سو گیا ادھر ماہم بھی بخانے کب سوئی صبح رضی کے جگانے پر ماہم کی آنکھ کھلی۔

دوسری طرف شادی کی تھکاوٹ کی وجہ سے سب صبح دیر تک سوئے رہے جب اسماء سو کر اٹھی تو شرمین نے سب کے لیے ناشتہ ریڈی کر رکھا تھا پسند تو وہ سب کی پہلے سے جانتی تھی سو اس نے آج سب کی پسند کا بریک فاسٹ بنایا تھا دلاور کیلئے سوچی کا حلوہ، احسن اور اسماء کیلئے ان کی فیورٹ آلو کے پرائشے اور دبی، شاذل کیلئے اس کا من پسند بریک فاسٹ بیٹروٹ اور اورنج جوس سب کے لیے بریک فاسٹ تیار تھا جب اسماء سو کر اٹھی تو اس نے دیکھا کہ شرمین پچن کے کاموں میں مصروف ہے تو بولی شرمین بیٹا یہ تم کیا کر رہی ہو چھوڑ دے سب کام وام اور آرام سے بیٹھو تو شرمین بولی کوئی بات نہیں آئی مجھے کرنے دیں مجھے عادت ہے تو میں نے کب کہا بیٹا کہ تمہیں عادت نہیں ہے مگر ابھی سے کام دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ نئی نوٹی دیہن سے کام۔ اسماء نے شرمین کو پکڑ کے بٹھا دیا تم بیٹھو اور میں کرتی ہوں کام! اتنے میں سب اٹھ گئے میں تو آج اپنی بہو کے ہاتھ کی چائے پیو کا دلاور نے صوفے پر بیٹھ کر نیوز پیپر پڑھتے ہوئے کہا ابھی لاتی ہوں دادو۔ پھر شرمین نے سب کی پسند کا بریک فاسٹ لگایا تو سب حیران رہ گئے اسے شرمین بیٹا یہ سب تم نے بنایا ہے ہاں دادو، تو دلاور نے شفقت سے شرمین کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اسماء بولی چلو شرمین تم چھی بیٹھ کر ناشتہ کرو پھر تم فری ہو کر تیار ہو جاؤ ہمیں تمہارے گھر بھی تو جانا ہے بیک پھیرے کی رسم کیلئے..... اوکے ماما پھر شرمین بھی ناشتہ کرنے لگی.....

گھر پر سب بہت خوش تھے کہ وہ اتنے سالوں بعد وجیہہ کے گھر جا رہے ہیں سوائے امان کے پاپا دادو

جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ، مئی 2013، 62

خاموش مجھتیں

مما کے وہ وجیہہ کی اس حرکت پر آج بھی اس سے ناراض تھے اس نے بظاہر تو اسے معاف کر دیا تھا مگر دل سے وہ آج تک اسے معاف نہیں کر پایا تھا اس کی وجہ تھی کہ زدی کا رشتہ امان کے ماموں سے طے پایا تھا اس وقت جب شہزاد احمد کی شادی ہوئی وجیہہ اپنی تعلیم پوری کر رہی تھی سو طے پایا کہ جب اس کی تعلیم پوری ہو جائے گی تو شادی کر دیں گے مگر وجیہہ نے بنائے منزل حسین سے شادی کر لی وہ منزل حسین سے کالج میں ملی تھی پہلے دوستی اور پھر دوستی کب محبت میں بدل گئی دونوں کو پتہ ہی نہیں چلا۔ منزل اکثر وجیہہ سے کہتا کہ ہم دونوں کا ملنا نہایت مشکل ہے تو وجیہہ کہتی ہیں اس مشکل کو ہر صورت پار کر کے تم سے ملوں گی ہماری شادی ضرور ہوگی پھر جب اس نے اپنے ابو سے بات کی تو وہی ہوا جس کا انہیں ڈر تھا جب گھر والے کسی صورت نہ مانے تو دونوں نے کورٹ میرج کر لی جب وجیہہ کی شادی کا گھر والوں کو پتہ چلا تو ایک طوفان کھڑا ہو گیا وجیہہ کی اس حرکت کی وجہ سے شہزاد احمد کو بہت تکلیف اٹھانا پڑی اس کے سرال کا کہنا تھا کہ ہم امان کی مٹی کو اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں اور یہ رشتہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے توڑنا چاہتے ہیں مگر امان کی مٹی نے صاف انکار کر دیا کہ وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی جس کی وجہ سے بخانے اسے کیا کچھ نہیں برداشت کرنا پڑا تھا ادھر وجیہہ نے ہمیشہ کیلئے گھر چھوڑ دیا تھا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امان کی مٹی کو اس کے گھر والوں نے معاف کر دیا اور دونوں خاندانوں میں صلح ہو گئی۔ یوں امان کے پاپا آج تک وجیہہ کو دل سے معاف نہیں کر پاتے تھے..... پاپا کیا آپ نہیں چلیں گے پھپھو سے ملنے شہزاد احمد امان کی آواز پر چونک گیا اور بولا نہیں امان بیٹا میں نہیں چلوں گا تم لوگ چلو لیکن پاپا دادا ابویہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں ابا جان سے کہو کہ میں ناراض نہیں ہوں بس میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لیے تم سب لوگ جاؤ اتنے میں نثار احمد اندر داخل ہوا بولا کیوں بیٹا تم کیوں نہیں چلو گے کیا تم اب تک ناراض ہو وجیہہ سے نہیں ابا جان ایسی بات نہیں ہے تو پھر تم کیوں نہیں چل رہے میں جانتا ہوں بیٹا کہ تم کیوں نہیں چل رہے ہمارے ساتھ مگر بیٹا تم ہی تو کہتے تھے کہ تم نے وجیہہ کو دل سے معاف کر دیا ہے پر ابا جان جی بات تو یہ ہے کہ میں آج تک وجیہہ کو کبھی دس لے معاف نہیں کر پایا۔ اس کی وجہ سے ہمیں جو ذلت اور سوائی اٹھانا پڑی خاص کر مجھے اور امان کی امی کو وہ میں آج تک نہیں بھول پایا ابا جان اگر آپ نے جانا ہے تو جائیے مگر اتنا سوچ لیجئے کہ آج سے آپ کا ایک ہی بیٹا ہوگا..... نثار احمد جہاں کھڑا تھا وہیں بت بن کے رو گیا اور دوسرے بی بی وہ زمین پر گر گیا یوں نثار احمد کو گرتا دیکھ کر امان کی چیخ نکل گئی امان کی آواز سن کے سب لوگ اوپر کی طرف بھاگے جو سب وجیہہ سے ملنے کے لیے تیار ہو کر کھڑے تھے امان اور شہزاد احمد نثار احمد کو ہوش میں لانے کی کوششیں کر رہے تھے مگر نثار احمد کو ہوش نہیں آ رہا تھا پھر دوسرے ہی بل سب ہوس چل میں تھے نثار احمد کو جلدی سے ایڈمٹ کیا گیا ایک امان کے موبائل پر رنگ ہوئی اس نے دیکھا تو عاشر کا کافون تھا ارے امان یا رکھاں ہو تم لوگ! اس نے کہا میں پیچھے ہوسب آپ کا دیت کر رہے ہیں بڑی مشکل سے مٹی کو منایا ہے امان بولا یا بہت بری خبر ہے ایک دم عاشر کے منہ سے نکلا وہ عاشر دراصل ہم لوگ آ رہے تھے مگر! کیا امان کیا بات ہے تو میں بول رہے ہو۔ وہ عاشر دادا ابو کو ہارٹ ایک ہوا ہے ہم اس وقت ہوس چل میں ہیں کیا..... کیا..... امان نے امان نے وجیہہ نے پوچھا۔ وہ ماما وہ کیا بات ہے بیٹا میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ کیا بات ہے وہ نثار ابو کو ہارٹ ایک آیا ہے وہ اس وقت ہوس چل میں ہیں اور سب گھر والے ابھی۔ کیا وجیہہ کو پکڑا گیا ہے وجیہہ کو پانی پلایا بیٹا مجھے جلدی سے ہوس چل لے چلو میں اپنے بابا کے پاس جانا چاہتی ہوں بیٹا

خاموش مجھتیں

جواب عرض ڈائجسٹ، مئی 2013، 63

جواب عرض ڈائجسٹ

تک دونوں نے اظہارِ عشق کیا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں رضی بھی بہت خوش تھا عالیہ بیگم بھی بہت خوش تھیں مگر وہ اندر سے بہت دکھی تھی جس دن ہے اس کا سامنا ثار احمد سے ہوا تھا وہ پریشان تھی آج تین ماہ ہو گئے تھے وہ انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی وہ چاہتی تھی جیسے وجہہ کو اپنے کھوئے ہوئے رشتے مل گئے ہیں اسی طرح اسے بھی مل جائیں..... وہ دل ہی دل میں دعا کرتی تھی۔

3 ماہ بعد..... قوی آپ کو پتہ ہے آج زلزلہ آؤٹ ہونے والا ہے آپ چلیں گی کالج ٹرین اپنے میکے آئی ہوئی تھی نہیں ماما تم چلو تمہیں پتہ کر لیتا اگر رانیہ چلتی تو پھر میں چلتی مگر اس نے تو بتایا ہی نہیں اوکے دی جیسی آپ کی مرضی ماما ہی چلی گئی۔ ٹرین گھر کے کاموں میں مصروف تھی دروازے کی ڈور بیل بجی ٹرین نے دروازہ کھولا بائے ٹرین کی بچی تم ادھر اور مجھے بتایا بھی نہیں۔ میں تو تمہارے سسرال چلی گئی تھی اچھا آؤ کیسے آئی ہو۔ بیٹھو میں تمہارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی تم جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں کالج چلنا ہے تمہیں نہیں پتہ آج سارے کالج کا زلزلہ آؤٹ ہونے والا ہے ہاں پتہ ہے رانیہ تو پھر جلدی سے تیار ہو جاؤ ہمیں کالج جانا ہے ایسے کیسے پہلے نما سے تو اجازت لے آؤں کوئی ضرورت نہیں میں اجازت لے کر آئی ہوں تھوڑی دیر بعد وہ کالج کے اندر تھیں سب دوستوں نے ٹرین کو گھیر رکھا تھا وہ اسے شادی کی مبارکباد دے رہی تھیں ٹرین جلدی چلو لٹ لگ گئی ہے زلزلہ کی زویا اور ماما بھی نہیں ہیں وہ کہاں ہیں انہیں بھی بلا لو پھر وہ دونوں اس طرف جا رہی تھیں جہاں لٹ لگی تھی تو راستے میں انہیں زویا اور ماما مل گئیں ارے۔ رانیہ اور ٹرین دی آپ دونوں بھی آگئیں چلو اچھا ہوا آپ بھی آگئیں ہاں ماما بڑی مشکل سے لائی ہوں اس ٹرین میڈم کو شادی کیا ہوئی یہ تو بس گھر کی ہو کر رہ گئی باہر کی دنیا کو تو بھول گئی جیسے ہاں یہ اب ہی تم کہہ رہی ہو جب تمہاری شادی ہوئی تو تمہیں پتہ چلے گا پھر ٹرین اور رانیہ نے جب اپنا زلزلہ دیکھا تو دونوں پاس ہو گئی تھیں بہت اچھے نمبروں سے اور ماما اور زویا بھی دونوں کا بچیک لٹو تھا ماما نے سارے لو کے سٹوڈنٹ میں ٹوپ کیا تھا ماما تو خوشی سے پھولے نہ سارے ہی آج اسے اپنا سپنا بچ ہو تا دکھائی دے رہا تھا چلو دی گھر چلیں بڑی امی بہت بے چینی سے ویٹ کر رہی ہوں گی اسے سارا سال میرے زلزلہ کا انتظار رہتا ہے۔

بڑی امی، بڑی امی میں پاس ہو گئی پاس ہی نہیں بلکہ ٹوپ کیا ہے ماما نے گھر میں داخل ہوتے ہی چلانا شروع کر دیا ماشاء اللہ میری بیٹی میں جانتی تھی کہ تم ٹوپ کر دو گی آخر بیٹی کس کی ہو..... رات کو ماما کے گھر سب لوگ جمع تھے سب ماما کو مبارکباد دے رہے تھے شاذل نے وعدے کے مطابق کہا کہ میری طرف سے ٹریٹ پکی جب چاہوں مل جائے گی تو ماما بولی مجھے اکیلی ٹریٹ نہیں پوری پارٹی چاہیے۔ پھر شاذل مان گیا اور طے پایا کہ پارٹی سب دوستوں کی ہوگی اور سب نے مل کر طے کیا کہ پارٹی شاذل کے گھر ہوگی شاذل کی شادی کی پارٹی بھی ساتھ ہی ہوگی اور پارٹی کل کو ہی ہوگی۔ پھر شاذل نے فون کر کے سب کو انوائٹ کر لیا..... رات کے کسی پہر ماما کے موبائل کی رنگ ٹون بجی موبائل کی رن سن کے ماما کی آنکھ کھل گئی دوسری طرف سے عاشر بہت بے چین تھا کہ کب ماما کال ریسیو کرے اور وہ اسے مبارکباد دے ماما نے جب دیکھا کہ عاشر کی کال ہے تو اس نے کال ریسیو کی تو عاشر بولا بہت بہت مبارک ہو تو ماما نے انجان بننے

ہوئے کہا کہ کس بات کی مبارکباد اور کس کی بھی تمہارے ٹوپ کرنے کی تمہیں کس نے بتایا رانیہ نے اور کس نے اچھا اور رانیہ نے تمہیں کیوں بتایا کیوں بھی وہ میری سسٹر ہے مجھے نہیں بتائے گی تو اور کس کو بتائے گی اور مس شاذل نے تو ہمیں انوائٹ کر دیا مگر جس کے لیے یہ پارٹی رکھی جا رہی ہے اس نے تو ہمیں انوائٹ ہی نہیں کیا..... تو کچھ دیر سوچنے کے بعد ماما بولی آجائے گا۔ اور ساتھ ہی ماما نے کال کٹ کر دی کیونکہ اب وہ جانتی تھی کہ عاشر کیسے سوال کرے گا اس سے..... پھر نجائے رات کے کس پہر اس پر نیند کی دیوی مہربان ہو گئی۔

دوسرے دن سب شاذل کے گھر جمع تھے دلدار اور احسن آفس گئے تھے اسماء عالیہ بیگم کے پاس تھی وہ بچوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے..... ازمین نے پہلے ماما اور ٹرین کو پاس ہونے کی مبارکباد دی اور پھر وہ رانیہ کے پاس آیا۔ رانیہ بہت بہت مبارک ٹینکس رانیہ نے ازمین کا شکریہ ادا کیا اب آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے ازمین نے پوچھا تو رانیہ کی بجائے ٹرین نے جواب دیا اور کیا کرنا ہے اب اس کی شادی کرنی ہے میں آج ہی آئی سے بات کرتی ہوں اب اس کے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈنا شروع کر دیں ٹرین جان بوجھ کر ازمین کو تنگ کر رہی تھی دراصل وہ جانتی تھی کہ ازمین رانیہ کو پسند کرنے لگا ہے کیوں میں نے ٹھیک کہا ناں ازمین بھائی۔ ہاں ٹرین جیسے رانیہ کی مرضی ہو میں کیا کہہ سکتا ہوں ازمین بھائی آپ رانیہ کو چھوڑ دینے مگر آپ شادی کیوں نہیں کرتے اب بس بھی کریں کس کا انتظار ہے ہاں ٹرین اب یہی سوچ رہا ہوں کہ اب شادی کر لوں بس تم کوئی لڑکی ڈھونڈنی شروع کرو۔ ازمین بھائی لڑکی تو میں نے ڈھونڈ رکھی ہے بس آپ اشارہ دیں لڑکی حاضر ہے ہاں ٹرین دوں گا اشارہ مگر تم اپنی طرف سے لڑکی ڈھونڈتے وقت اتنا خیال رکھنا کہ لڑکی ایسی ہو جو اوروں کے سامنے تو بولتی رہے مگر میرے سامنے لوگی بن جائے وہ مسکرا کر چلا گیا اس کے بعد رانیہ کی شامت آگئی..... تمہیں تو آتا ہی نہیں تھا ماما نے عاشر سے کہا کیوں نہیں نہیں آتا تھا جب بلانے والا اب ہمیں اجنبی نہ سمجھتا ہو تو ہم کیوں نہ آئیں عاشر مسکرا کر شاذل کی طرف چلا گیا 2 بجے تک سب شاذل کے گھر رہے پھر سب اجازت لے کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ثار احمد کے روم کی لائٹ جل رہی تھی ازمین نے دروازہ نوک کیا پھر وہ اندر چلا گیا آؤ ازمین بیٹا کیسے آتا ہوا۔ بس یونی دادا ابو ازمین ثار احمد کے پاس بیٹھ گیا اور سناؤ ازمین بیٹا کام کیسا چل رہا ہے سب ٹھیک ہے دادا ابو پھر ثار احمد بولے بیٹا اب تو مجھے بات کرنے دو وجہہ سے اب تم نے کس وجہ سے مجھے روک رکھا ہے اب تو رانیہ تمہاری پھوپھی کی بیٹی ہے تم نے مجھے کہا تھا کہ جب تک تم رانیہ سے اظہار نہ کروں تب تک میں نہیں سے بات نہ کروں مگر آخر کب تک بیٹا ہاں دادا ابو میں اسی سلسلے میں آپ سے بات کرنے آیا تھا کیا مطلب بیٹا کس بارے میں مطلب یہ کہ دادا ابو میں شادی کے لیے تیار ہوں کیا ازمین بیٹا ہاں دادا ابو میں شادی کیلئے تیار ہوں تو ثار احمد بہت خوش ہو گیا اور بولا تم نے فکر ہو جاؤ اب بیٹا میں کل ہی سب گھر والوں سے بات کرتا ہوں تمہارے رشتے کی۔ اب تم جا کر سو جاؤ تمہیں صبح کو آفس بھی تو جانا ہے ہاں دادا ابو جاتا ہوں پر دادا ابو اگر پھونچھو نہ مانی تو کیوں؟ بھی وہ کیوں نہیں مانے گی وہ ضرور مان جائے گی کیونکہ وہ تمہاری بہت تعریف کرتی ہے تم جا کر بے فکر ہو کر سو جاؤ پھر ازمین اپنے دادا ابو کو گڈ نائٹ کہہ کر چلا گیا۔

صبح کو ثار احمد نے اپنے دونوں بیٹوں خاص کر شہزاد احمد سے بات کی تو سب خوش خوش مان گئے کیونکہ رانیہ سب کو پسند تھی خاص کر شہزاد احمد بہت خوش ہوا بولا کہ رانیہ بیٹی میری بہو بنے گی اس سے بڑی میرے

لیے خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے اور تو اور ازمان کی کمی کی خوشی کی انتہا تو آسمان کو چھو رہی تھی اس نے بھی سوچا بھی نہیں تھا کہ رانیہ اس کی بہو بنے گی پھر شہزاد احمد بولے ہم تو آج ہی چلتے ہیں رانیہ کا ہاتھ مانگنے مگر بابا جان کیا آپ نے ازمان سے بات کی ہے اس رشتے کے بارے میں تو شاعر احمد نے مسکراتے ہوئے کہا ارے بھئی اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے یہ اسی کی مرضی تو ہے کیا مطلب دادا ابو پاس کھڑی زویا نے پوچھا مطلب یہ کہ زویا بیٹی ازمان پہلے سے رانیہ کو پسند کرتا ہے کیا دادا ابو زویا حیرانگی سے بولی اور ازمان اوپر کھڑا مسکرا ہوا تھا زویا نے اسے اشارہ کیا کہ آپ کی اب خبر نہیں بھائی تو ازمان نے زویا سے کان پکڑ کے سوری کیا۔ اچھا تو پھر ہم چلے تیار ہونے جس جس نے جانا ہے تیار ہو جاؤ سب سے پہلے زویا بولی میں بھی چلوں گی دادا ابو ہاں بھئی کیوں نہیں شاعر احمد مسکرا کر اپنے روم میں چلے گئے تیار ہونے جب ازمان چھت سے نیچے آیا تو سب نے اسے چھینٹا شروع کر دیا ازمان کی بھائی بولی ازمان تم تو چھپے رستم نکلے کسی کو پتہ بھی نہیں چلنے دیا اور چوری چوری عشق بھی کر لیا۔ ازمان بس نظر میں جھکا ہے شرمائے جا رہا تھا دیکھو دیکھو اب کیسے لڑکیوں کی طرح شرمناک ہے زویا نے چھینٹا پھر ازمان مسکراتا ہوا اپنے روم میں چلا گیا آج وہ بہت خوش تھا اسے اس کی زندگی کی بہت بڑی خوشی جو ملنے والی تھی بہت خوش نصیب ہوتے ہیں وہ انسان جو اتنی جلدی اپنی منزل تک پہنچ جاتے ہیں اور ازمان ان میں سے ایک تھا۔ اسے اب انتظار تھا تو صرف اس کا کہ پچھو کیا جواب دیتی ہیں

دروازے پر تیل ہوئی دیکھ کر کام میں بڑی تھی رانیہ اپنے روم میں جبکہ منزل اور عاشر ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے دروازے پر پھر سے تیل ہوئی عاشر نے دروازہ کھولا یوں اچانک سب کو اپنے سامنے دیکھ کر عاشر کی خوشی کی انتہا نہ رہی نانا ابو آپ لوگ یہاں مدام دیکھنے کوں آیا ہے وجہ یہ ہے جب دیکھا تو وہ دوڑ کر اپنے ابو سے پٹ گئی ابو جان آپ نے آنے کی اطلاع تو کی ہوئی کیوں ہمیں اپنی بیٹی کے گھر آنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے نہیں ابو جان پھر سب آگئے رانیہ باہر دیکھو تمہارے نانا ابو آئے ہیں رانیہ اپنے روم سے باہر آئی اس نے سب کو سلام کیا شاعر احمد نے رانیہ کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا رانیہ جاؤ سب کیلئے چائے لے کر آؤ دی میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں دونوں چائے بنائے چلی گئیں۔ دراصل وجہ یہی تھی ہم آپ سے آج کچھ مانگنے آئے ہیں وجہ یہ اور منزل حیرانگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے وجہ یہی تھی ہم ازمان کے لیے رانیہ کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔ وجہ یہ اور منزل کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی وجہ یہ بولی ابو جان میرے لیے اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے مگر کیا ہمیں بچوں کی رضامندی نہیں جانی چاہیے اور رانیہ کے ابو تو منزل حسین نے آنکھوں کے اشارے سے وجہ یہ کو اپنی رائے سے آگاہ کیا پھر منزل بھی بولے ہاں انگل مجھے بھی یہی لگتا ہے آپ سب آج کل کے بچوں کو تو جانتے ہی ہیں میں تمہاری بات سمجھتا ہوں منزل بیٹا ہم اسی لیے تو آئے ہیں دراصل ہم ازمان کی رضامندی سے ہی آئے ہیں آپ رانیہ کو بلا کر اس سے پوچھ لیں کہ وہ اس رشتے سے خوش بھی ہے یا نہیں رانیہ چائے لے کر آئی تو ازمان کی امی نے رانیہ کو پاس بلا کر بٹھایا پھر سب نے رانیہ سے امی کی رضامندی پوچھی دراصل رانیہ بیٹا ہم ازمان کے لیے تمہارے رشتے کی بات کرنے آئے ہیں کیا تم خوش ہو تمہیں یہ رشتہ منظور ہے تو رانیہ نے حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات میں اپنی مامی کی طرف دیکھا جو اس کے جواب کے منتظر تھے رانیہ نے زویا کے کان میں ہاں کہا اور اپنے روم میں بھاگ گئی زویا خوشی سے چلائی ہاں ہے مبارک ہو سب وہاں ہے رانیہ کو یہ رشتہ منظور ہے تو سب نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور منہ میٹھا کر دیا مجھے تو لگتا ہے اب ہمیں اس نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے غار

احمد نے اپنا خیال ظاہر کیا آخر سب ن ے طے کیا کہ جب سب راضی ہیں تو متنگی وغیرہ رہنے دیں سیدھا شادی کی ڈیٹ رکھ دینی چاہیے کیونکہ میں جلد از جلد اپنے پوتے کے سر پر سہرا سجا دیکھنا چاہتا ہوں پھر سب کی رضامندی سے شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی۔

رانیہ حیران تھی کہ سب کیسے ہو گیا وہ جانتی تھی کہ ازمان اسے پسند کرتا ہے اور کہیں نہ کہیں وہ بھی ازمان کو پسند کرنے لگی تھی مگر وہ سب کو یوں رشتے کیلئے بھیج دے گا وہ نہیں جانتی تھی مگر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا وہ بہت خوش تھی ارے بھائی بہت خوش لگ رہی ہو زویا نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا رانیہ دی میں آپ کو بھائی بلا سکتی ہوں۔ ہاں بلاؤ مگر مجھے لگتا ہے پہلے شادی ہو جائے وہ پھر بلایا نہیں میں تو ابھی سے بلاؤں گی اچھا اوکے بابا تو بلاؤ تو پھر بتائیے بھائی یہ سب کیسے اور کب ہوا مجھے کیا پتہ زویا جا کر اپنے بھائی سے پوچھو ناں ہاں بھائی بھائی سے تو میں پوچھ ہی لوں گی پہلے ذرا آپ تو بتائیے اچھا بھائی اگر بھائی کیلئے کوئی بیغام ہے تو بتا دیں میں بھائی تک پہنچا دوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں آپ دونوں نون پر تو ایک دوسرے سے بات کرنے سے رہے زویا کی کمی نے زویا کو آواز دی چلو سب جا رہے ہیں گھر اوکے بائے رانیہ دی اپنا خیال رکھنا پھر ازمان کی امی نے رانیہ کو پیار کیا پھر سب لوگ چلے گئے ادھر وجہ یہ بہت خوش تھیک اس کی بیٹی اس کے بھائی کے گھر کی بہو بننے جا رہی اس کے لیے یہ بہت خوشی کی بات تھی وجہ یہ کو یوں خوش دیکھ کر منزل حسین بھی بہت خوش تھا آج اتنے سالوں بعد وجہ یہ خوش رہنے لگی تھی ایسے لگتا تھا جیسے وجہ یہ اپنی جوانی کے دنوں میں پھر سے لوٹ آئی ہو جب وہ کالج میں ہستی مسکراتی پھر اکر کر تھی جب منزل نے کالج کے دنوں کو یاد کیا تو اسے اپنے کالج کے دوست یاد آ گئے جو زندگی کی بھڑیل میں نجائے کہاں کھو گئے تھے منزل کو یوں کھو یاد دیکھ کر وجہ یہ نے اسے پکارا پاس آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو منزل چونک گیا جی کہاں کھوئے ہوئے تھے کہیں نہیں وجہ یہ بس یوہی آج تھی خوش دیکھ کر کالج کے دنوں کی یاد آ گئی اور ان یادوں میں ہمارے دوست کی یادیں نہ ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا ہاں منزل مجھے بھی کبھی کبھی ان کی بہت یاد آئی ہے پتہ نہیں وہ دنوں شادی کے بعد کہاں گم ہو گئے نہ کوئی اتنا نہ پتہ دیا۔ چلو کوئی بات نہیں وجہ یہ اگر ان کا ملنا ہماری قسمت میں دوبارہ لکھا ہوا تو وہ ہمیں ضرور ملیں گے۔ منزل تم خوش ہو نہ اس رشتے سے ہاں میں بہت خوش ہوں بھلا میں کیوں خوش نہیں ہوں گا اتنے سالوں تک تم اپنے خاندان سے دور رہی ہو آج وہ نہیں واپس مل گئے ہیں تو تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے وجہ یہ پھر دونوں آنے والے کل کے بارے میں سوچنے لگے۔

رانیہ نے شرمین کو کال کی، ہائے رانیہ کیسی ہو، میں ٹھیک ہوں شرمین تمہیں کچھ بتانا کیا بتانا تھا رانیہ ہاں نہیں سن رہی ہوں۔ نہیں ایسے نہیں شرمین پہلے تم بتاؤ تم ناراض تو نہیں ہوگی ارے پاگل میں کیوں ناراض ہوں گی اچھا پہلے پروس کر دو کہ تم نہیں ناراض ہوگی، ہاں ہاں رانیہ پروس نہیں ناراض ہوں گی اب تم بتاؤ بھی یار، رانیہ نے پھر شرمین کو بتایا شرمین وہ نہ آج نانا ابو ماموں، مامی، زویا، چاچو، چاچی سب لوگ آئے تھے کیا کوں کون آتے تھے چاچو، چاچی، بھئی تمہارے چاچو اور چاچی کہاں سے آگئے تم تو کہتی ہو کہ تمہارے ابو یعنی انگل اکیلے بھائی تھے اور تمہارے دادا اور دادی تو تمہاری امی کی شادی سے پہلے کے وفات پا گئے تھے تو پھر تمہارے چاچو اور چاچی کہاں سے آگئے وہ غلطی سے نکل گیا منہ سے وہ ازمان کہتے ہیں نہ چاچو اور چاچی تو میرے منہ سے بھی نکل گیا اوئے ہوئے ازمان کہتے ہیں تو تمہارے منہ سے بھی نکل گیا۔ ایسے نکل نکل گیا ارے ارے ایک منٹ سب لوگ آئے تھے تو ان میں ازمان بھی ہوں گے شرمین نے رانیہ کو چھینٹا تو رانیہ

خاموش ہو گئی کہ ابھی کچھ بتایا بھی نہیں تو یہ حال ہے جب شرمین کو پتہ چل جائے گا تو وہ تو اسے چھوڑے گی نہیں، تو یہ حال ہے جب شرمین کو پتہ چل جائے گا تو وہ تو اسے چھوڑے گی نہیں۔ چپکے سے پیچھے سے آکر رانیہ کے ہاتھ سے عاشق نے موبائل چھین لیا پھر کیا تھا رانیہ پیچھے اور عاشق آگے میں کہہ رہی ہوں بھائی شرمین کو کچھ مت بتائیے گا ادھر شرمین دونوں کا شور سن کر مسکرا رہی تھی ارے اکیلے اکیلے ہمارے علاوہ کس سے باتیں کر کے مسکرایا جا رہا ہے شاذل نے شرمین کو کمر سے پکڑتے ہوئے کہا ارے شاذل کیا کر رہے ہو، نظر نہیں آ رہا میں بڑی ہوں، کیوں بھی کہاں بڑی ہو میں بھی تو پتہ چلے پھر شرمین نے شاذل کو بتایا کہ رانیہ کی کال ہے نجمانے دونوں بہن بھائی کیا شور مچا رہے ہیں شاید عاشق کچھ بتانا چاہ رہا ہے اور رانیہ اسے منع کر رہی ہے اچھا میں ذرا فریٹش ہو کر آتا ہوں پھر مجھے بھی بتانا کہ عاشق کیا کہہ رہا تھا، شاذل واش روم میں ٹھس گیا شرمین ہمیں پتہ ہے رانیہ کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔ بلکہ شادی کی ڈیٹ بھی رکھ دی گئی ہے کیا شرمین نے حیرانگی سے پوچھا ہاں شرمین میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں اچھا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو اپنی دوست سے ہی پوچھو عاشق نے موبائل رانیہ کو دیا اور اس کے سر پر پھینک مار کر باہر چلا گیا۔ رانیہ عاشق کا کہہ رہا تھا ہاں شرمین میں نے یہی بتانا تھا تمہیں پھر رانیہ نے ساری تفصیل بتائی شرمین بھی بہت خوش ہوئی اور بولی تمہیں پتہ ہے رانیہ مجھے تو بہت پہلے کا شک تھا کہ ازمان تم میں انٹر سٹڈ ہے ہاں یار مجھے بھی لگتا تو تھا مگر اس حد تک، یہ مجھے نہیں پتہ تھا ہاں رانیہ ازمان سچ میں تم سے محبت کرتا ہے مگر شرمین اس نے بھی مجھ سے اس بات کا اظہار نہیں کیا ارے بیوقوف اس نے اپنے ماں باپ کو بھیج دیا تمہارا ہاتھ مانگنے کے لیے یہ کیا کیا ہے اور پھر ایک بار شادی ہو جانے دو پھر کر لینا دونوں مل کر محبت کا اظہار شرمین بس پڑی پھر رانیہ بھی ہنسے بغیر نہ رہ پائی پھر جب ماہم کو پتہ چلا تو اس نے بھی رانیہ اور ازمان کو مبارکباد دی۔

آخر وہ دن بھی آپہنچا جب جس دن رانیہ اور ازمان کی مہندی تھی مہندی کے دن وجیہہ کا سامنا ازمان کے ماموں اور اس کے گھر والوں سے ہوا وجیہہ نے ان سب سے بھی معافی مانگی تو ان سب نے بھی وجیہہ کو معاف کر دیا پہلے سے طے ہوا کہ پہلے مہندی رانیہ کی ہوگی پھر ازمان کی طرف جائیں گے سب رات 10 بجے تک رانیہ کی مہندی کی رسم ادا کرنے کے بعد ازمان کی طرف جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہے تھے رضا، شاذل، عاشق، زویا اور ماہم پہلے تو ماہم نے انکار کر دیا چاہنے سے مگر زویا کے اسرار پر وہ جانے کے لیے تیار ہو گئی کیونکہ وہ اس خوشی کے موقع پر اپنی دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی پھر شرمین کی بجائے سب ازمان کے گھر پہنچ گئے شرمین رانیہ کے پاس رگ گئی تھی ازمان کی مہندی کا انتظام بھی اس کے گھر کے آنگن میں کیا گیا تھا گھر میں داخل ہوتے ہی جب ماہم کا سامنا آبان سے ہوا تو اس نے ایک بار اس کی طرف نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی آؤ ماہم تم تو اس کے منہ نہ ہی لگو تو اچھا ہے زویا ماہم کو بازو سے پکڑ کر لے گئی آبان اور اس کے دوست ہر آنے جانے والی لڑکی کو بری نگاہ سے دیکھ رہے تھے آبان اپنے دوستوں سے بولا یار کہیں یہ زویا کی دوست ہمیں اکیلے میں مل جائے تو اس کی ساری اکثر نکال دوں گا، آبان مایہ کو بہت بری نگاہ سے دیکھ رہا تھا ماہم نے کئی بار نوٹ بھی کیا کہ آبان اس کی طرف دیکھ رہا ہے ماہم کو بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ کوئی یوں اس کی جانب دیکھے سوائے عاشق کے، مگر وہ کیا کرنی اب وہ اتنے لوگوں میں اسے کچھ

کہہ بھی نہیں سکتی تھی زویا مجھے واش روم جانا ہے تم میرے ساتھ چلو ارے ماہم اس میں ڈرنے والی کوئی بات ہے یہ رانٹ میں میرا کمرہ ہے تم چلی جاؤ کے زویا میں ابھی آئی۔۔۔۔۔ آبان اور اس کے دوست یہ سب سن رہے تھے بوس یہ اچھا موقع ہے اس لڑکی سے اکیلے میں ملنے کا ہاں میں تو کب سے موقع ڈھونڈ رہا ہوں ماہم جیسے ہی واش روم سے باہر نکل تو اس کے سامنے آبان کھڑا تھا اور اس کے دوست باہر دروازے پر کھواہی کر رہے تھے کہ کوئی ادھر نہ آ جائے، تم یہاں کچھ میل کے لئے تو ماہم گھبرا گئی مگر پھر ماہم نے خود کو سنبھال لیا آبان نے ماہم کے گرد چکر لگانے شروع کر دیے ماہم بولی تم ادھر کیا کر رہے ہو تو آبان بولا کیوں میرا گھر ہے میری بہن کا کمرہ ہے میں یہاں اپنی مرضی سے آسکتا ہوں جا سکتا ہوں آبان نے ماہم کا ہاتھ پکڑا مگر دوسرے ہی لمحے ماہم نے اپنے دائیں ہاتھ سے آبان کا گال ریڈ کر دیا تمہاری ہمت کسے ہوئی میرا ہاتھ پکڑنے کی تم سمجھ کیا رکھا ہے اپنے آپ کو جہاں چاہو جب چاہو تم کو بھی جھیسر سکتے ہو اگر تم نے دوبارہ میرے ساتھ ایسی بدتمیزی کی تو میرا نام بھی ماہم احمد نہیں تمہارا وہ حلال کروں گی کہ خود کو بھی بھول جاؤ گے سمجھو، اور ماہم باہر نکل گئی ارے بوس یہ تو آپ کو کچھ مار کے چلی گئی اور آپ نے کچھ کہا ہی نہیں آبان نے اپنے گال کو ملتے ہوئے کہا یہ جانتی نہیں ہے اس نے کس سے پوچھا ہے آبان احمد، آبان احمد کے ساتھ، اڑنے دو تلی کو جتنا اڑنا ہے ایک دن ایسے پرکانوں کا کہ اڑے تو کیا پھدکنے کے قابل بھی نہیں رہے گی۔۔۔۔۔ کیا ہوا مایہ ہو آئی واش روم سے زویا نے ماہم کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ماہم ایک دم چپک گئی زویا مجھے گھر جانا ہے کیوں کیا ہوا مایہ سب ٹھیک تو ہے ناں ہاں سب ٹھیک ہے بس مجھے اب گھر جانا ہے ماہم کیا آبان بھائی نے کچھ کہا ہے عاشق، رضی، شاذل بھی آگے نہیں نہیں زویا ایسی بات نہیں ہے بس بہت دیر ہو گئی ہے اب نہیں چلنا چاہیے ہاں زویا اب ہمیں چلنا چاہیے بہت دیر ہو گئی ہے شاذل نے بھی کہا، مگر شاذل، رضی، ماہم تم لوگ میرے دادا ابو سے تو ملے ہی نہیں آئیے میں تم لوگوں کو اپنے دادا ابو سے ملواتی ہوں زویا تینوں کو نثار احمد کے پاس لے گئی، نثار احمد نے سب کے سر پر ہاتھ پھیرا ایسے کیا دیکھ رہی ہو بیٹی، نثار احمد نے ماہم سے پوچھا، کچھ نہیں کیا میں آپ کو دادا ابو بلا سکتی ہوں ہاں ہاں بیٹی کیوں نہیں تم میرے لیے زویا جیسی ہی ہو۔۔۔۔۔ نیکس دادا ابو، دادا ابو دراصل آپ کی شکل میرے دادا ابو سے بہت ملتی ہے میں نے انہیں دیکھا تو نہیں ہے کیونکہ وہ میری پیدائش سے پہلے وفات پا گئے تھے مگر میں نے انہیں تصویروں میں دیکھا ہے ان کی شکل بالکل آپ کے جیسی تھی رضی اور شاذل نے بھی یہی کہا تو نثار احمد نے ہنس کر بچوں کو پیار دیا پھر سب احاطت لے کر گھر چلے آئے ماہم کے جانے کے بعد نثار احمد بولے ماشاء اللہ کتنی پیاری بیٹی ہے ہاں دادا ابو ماہم ہے ہی ایسی جسے جی بیل بار ملتی ہے اسے اپنا بنالیتی ہے پتہ ہے دادا ابو ماہم نے نہ تو اپنے دادا ابو، نہ پاپا اور نہ ہی ماما کو دیکھا ہے اکیلے ماہم نے ہی نہیں رضی نے بھی نہیں دیکھا اپنی ماں باپ کو کیا مطلب زویا بیٹا، ہاں دادا ابو ماہم کے دادا ابو اور پاپا دونوں ایک ساتھ ایک ایک سیڈنٹ میں وفات پا گئے اس وقت رضی اور ماہم اس دنیا میں بھی نہیں آئے تھے اور پھر رضی اور ماہم دونوں نے اس دنیا میں آنکھیں کھولیں تو ان کی ماں انہیں چھوڑ کر چلی گئی دونوں نے ایک ساتھ ہاں دادا ابو رضی اور ماہم دونوں نو وشن ہیں بہت براہ واد دونوں کے ساتھ نثار احمد نے افسوس کیا مگر بیٹا ان سب کی وفات کے بعد ان کی پرورش کس نے کی انہیں سنبھالا کس نے اور کس نے بڑی امی نے بڑی امی مطلب اوسوری دادا ابو بڑی امی مطلب ماہم کی دادی ماں نے اور شاذل کی امی نے آپ جانتے ہیں دادا ابو بڑی امی نے نہ صرف بچوں کی پرورش کی بلکہ ساتھ ساتھ کام بھی کیا وہ ایک بہت بڑی لویئر

ہیں بیٹا بہت دکھ ہوا یہ سب جان کے میں تو حیران ہوں اس عورت کے حوصلے پر جس نے اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد ثابت قدم رہی اور بچوں کی پرورش کی میں ضرور زندگی میں ایک بار ان سے ملنا چاہوں گا ہاں دادا ابو میں ضرور ملاؤں گی آپ کو بڑی امی سے مگر زویا بیٹا ان کا نام کیا ہے ان کا نام اس سے پہلے کہ زویا ثار احمد کو نام بتاتی زویا کو اس کی ممانے آواز دی تو زویا اپنی بات ادھوری چھوڑ کر چلی گئی بولی دادا ابو میں ضرور ملاؤں گی زویا تو چلی گئی مگر ثار احمد کو سوچ میں مبتلا کر گئی زویا نے صبح ماہم کو کال کی یائے ماہم کیا ہو رہا ہے کچھ نہیں زویا بس ابھی گھر کے کام ہی پتلا رہی ہوں وہ وہی کل رانیہ کے پاس جو رک گئی تھی تمہارے ہاں کیا ہو رہا ہے زویا کچھ نہیں ماما یہاں بھی بس کام ہی ہو رہے ہیں اچھا بارات نکلتے بچے نکلے گی کوئی پتہ نہیں جب ہم نکلیں گے تو تینادوں کی ہاں وہ میں تو بھول ہی گئی کہ میں نے کیوں کال کی ہے ماما کیا بڑی امی بھی آ رہی ہیں رانیہ کے ہاں نہیں معلوم زویا تو جلدی سے میری بڑی امی سے بات کر ڈا اچھا کو ایک منٹ کروانی ہوں وہ بڑی امی زویا کی کال ہے آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں ہاں زویا بیٹی بولو کیا بات ہے گھر پر سب ٹھیک ہے ناں، ہاں بڑی امی سب ٹھیک ٹھاک ہیں بس بارات کی تیاری ہو رہی ہے بڑی امی مجھے پوچھنا تھا کہ کیا آپ بھی آ رہی ہیں رانیہ کے گھر ہاں زویا آ رہی ہوں پہلے تو سچا کہ نہیں جاؤں گی مگر پھر جانچا میں تو فرض بنتا ہے ورنہ وجہ یہی ناراض ہو جائے گی تو پھر ٹھیک ہے بڑی امی ضرور آئے گا مگر کیوں بیٹا تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو بڑی امی وہ دراصل میرے دادا ابو آپ سے ملنا چاہتے ہیں میں نے انہیں آپ کے بارے میں بتایا تو دادا ابو نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے اوکے زویا میں آ رہی ہوں تو مل لیں گے تمہارے دادا ابو سے بھی۔

آج ان زمان بہت خوش تھا کیونکہ اس کے سر پر سہرا سجایا جا رہا تھا اور وہ بھی کسی اور کے نام کا نہیں اس کی محبت رانیہ کے نام کا آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رانیہ اس کی ہونے والی تھی وہ خوشی سے بھولے نہ سہرا تھا آخر وہ وقت بھی آپہنچا جب ازیاں بیٹنہ باجے اور باراتوں کے ساتھ رانیہ کے دروازے پر کھڑا تھا اندر رانیہ دہن بنی بارات کا انتظار کر رہی تھی لڑکوں نے آ کر خبر دی کہ بارات آ گئی ہے سب لڑکیاں بارات دیکھنے بھاگ نکلیں سوائے شرمین کے وہ رانیہ کے پاس ہی تھی زویا نے ماہم کو دیکھتے ہی اسے ہائے بولا پھر وہ جلدی سے ماہم کے ساتھ رانیہ کے کمرے میں آ گئی مجھے تو جلدی سے اپنی بھابی کو دیکھنے دیں جو کچھ دن پہلے میری دوست ہوا کرتی تھی اور اب میری بھابی بننے والی ہے رانیہ بولی مجھے آنے دو زرا تمہاری بھابی بننے کے بعد تم سے گھر کے سارے کام نہ کروائے تو پھر کہنا، ہاں ہاں کروالینا کام بھابی جان ہم تو آپ کے لیے جان بھی دیں گے کیونکہ آپ میری پیاری جو ہوگی زویا نے پیار سے رانیہ کے گلے میں ہاتھیں ڈالتے ہوئے کہا اچھا اب بس بس رانیہ کو رولاؤ مت سارا میک اپ خراب ہو جائے گا رانیہ جو زویا کی باتیں سن کے رو پڑی تھی اسے کون رولا رہا ہے میری بہن کو عاشر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا ارے عاشر تم یہاں لڑکیوں میں کیا کر رہے ہو بھی ہم اپنی بہن کو دیکھنے آئے ہیں کیوں شرمین ہم اپنی بہن کو دیکھنے نہیں آ سکتے کیا؟ اب ہمیں کسی سے اجازت لینے پڑے گی عاشر رانیہ کے پاس بیٹھ گیا۔ ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہے میری چھوٹی سی گڑیا۔ ارے عاشر بھائی آپ یہاں اور باہر سب آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں رضی نے عاشر کو بلایا اچھا ایک منٹ رضی میں آیا میں تو بس ذرا اپنی گڑیا کو دیکھنے آیا تھا جو آج ایک پرستان کی پری بنی بیٹھی ہے ارے بھابی بس بھی

کریں ساری تعریفیں بہن کے لیے ہی ہیں کچھ اپنی ہونے والی بیوی کے لیے بھی رکھ لیں کمرے میں موجود لڑکیوں نے کہا اور ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ پہلے آپ خود شادی کرتے بڑے آپ تھے مگر پہلے بہن کی کردی ہاں خالہ بس جلد ہی کرنے والا ہوں بس آپ میرے لیے کوئی لڑکی تلاش کرنی شروع کر دیں عاشر نے ماہم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اس وقت عاشر کی بہن کے غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی بس خالہ اتنا خیال رکھئے گا کہ اسے زیادہ غصہ نہ آتا ہو سب بس بڑی عاشر نے ایک نظر ماہم پر ڈالی اور مسکراتا ہوا روم سے باہر نکل آیا پھر زویا بولی میں ابھی بھائی کو بتا کر آئی ہوں کہ بھابی کتنی پیاری لگ رہی ہیں نکاح کے بعد سب کھانا کھا کر فری ہو چکے تھے زویا اپنے دادا ابو کے پاس کھڑی تھی اسے اچانک یاد آیا کہ اس نے تو دادا ابو کو بڑی امی سے ملواتا ہے چلے دادا ابو میں آپ کو بڑی امی سے ملوانی ہوں وہ ثار احمد کو یازو سے پکڑ کر لے گئی وہ رہی بڑی امی عالیہ بیگم جو دوسری طرف منہ کر کے کھڑی تھی کسی سے باتوں میں بڑی تھی بڑی امی آپ یہاں میں نے کہاں کہاں نہیں تلاش کیا آپ کو چلے آپ میرے ساتھ آپ کو کسی سے ملواتا ہے اچھا اب میں چلتی ہوں اوکے عالیہ بیگم اتنے سالوں بعد آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا بڑی امی کون تھے یہ صاحب کوئی نہیں بیٹا بس ایک کلاسٹ تھا کچھ سال پہلے اس کا کس لڑا تھا آج اتنے سالوں بعد پھر سے ملاقات ہوئی تو پھر سے شکریہ ادا کرنے لگے اور تعریف کرنے لگے کہ میں بہت اچھی لوئر ہوں ہاں بڑی امی اسی لیے تو دادا ابو آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور آپ کو پتہ ہے میں بھی دادا ابو کی فرمائش پوری کرنے کے لیے لوئر پڑھ رہی ہوں۔ ارے اب یہ دادا ابو کہاں چلے گئے نہیں پرتو تھے اچانک عالیہ بیگم کو کسی کی کال آئی تو وہ دوسری طرف منہ کر کے فون سننے لگیں زویا نے اپنے دادا کو اشارے سے بلایا تو وہ اس کے پاس آ گیا زویا نے بتایا کہ بڑی امی فون سن رہی ہیں ٹھوڑی دیر بعد عالیہ بیگم نے فون سن کے ان کی طرف چہرہ کیا..... کچھ بل کیلئے تو عالیہ بیگم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی وہ حیران رہ گئی پھر سے یوں ثار احمد کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بھی بیٹھی لگا ہوں سے ثار احمد کو دیکھ رہی تھی یہ وہی چہرہ تھا جس نے کئی سال پہلے اس کے ساتھ اس کے سجاد کے ساتھ تھی بڑی انصافی کی تھی آج وہ اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر حیران تھی جبکہ ثار احمد کو بھی عالیہ بیگم کی شکل جانی پہچانی لگ رہی تھی وہ اسے پہچاننے کی کوششیں کر رہا تھا کیونکہ جب عالیہ بیگم بہن کے ان کے گھر گئی تھی اس وقت وہ بیک تھی ثار احمد کو اسے پہچاننے میں مشکل ہو رہی تھی وہ اسے پہچان نہیں پارہا تھا وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا زویا بولی دادا ابو یہ ماہم کی دادی امی ہیں آئی میں مسز سجاد عالیہ بیگم نام سننے ہی ثار احمد کی ساری الجھن دور ہو گئی عالیہ بیگم ثار احمد کے منہ سے پہلے الفاظ ہی نکلے ہاں میں عالیہ مسز سجاد عالیہ بیگم، عالیہ بیگم نے غصے اور نفرت کی سے کہا آپ مجھے بھول گئے ہوں گے مگر میں کیسے بھول سکتی ہوں آپ کو وہ دن وہ راتیں جو میں نے اپنے سرال میں گزاری تھیں وہ دن جب آپ نے کئی بے رحمی سے مجھے اور سجاد احمد کو گھر سے نکالا تھا زویا تیرا کئی سے سب باتیں سن رہی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا وہ بولی دادا ابو آپ پہلے سے جانتے ہیں بڑی امی کو ہاں بیٹا میں جانتا ہوں عالیہ کو کیونکہ بیٹا عالیہ ہمارے گھر کی بہو ہے میرے بھائی سجاد احمد کی بیوی تو عالیہ پھر غصے سے بولی مت کہیے مجھے اپنے گھر کی بہو میں آپ کے گھر کی بہو بھی لیکن جب ہم نے وہ گھر چھوڑا تھا تو اس گھر سے سارے مٹا ٹوٹ گئے تھے اگر میں آپ کے گھر کی بہو ہوتی تو آپ یوں اپنے گھر کی عزت کو اپنی بہو کو اپنے گھر سے نہ نکالتے، ثار احمد شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے بولنے کے لیے جبکہ عالیہ بیگم بولے جاری تھی اتنے میں وہاں پر شہزاد، بہزاد، وجیہہ اور گھر کے باقی افراد بھی آ

گئے پلیز عالیہ بہو مجھے معاف کر دو میں نے بہت برا کیا تھا دونوں کے ساتھ اپنے بھائی کے ساتھ وہ بھائی جسے میں نے اتنے نازوں سے پالا تھا پلیز مجھے معاف کر دوں عالیہ بیگم میں نے جو تمہارے اور سجاد کے ساتھ کیا اس کی اللہ تعالیٰ نے بہت بری سزا دی ہے مجھ کو اتنے سالوں تک میری بیٹی کو دور رکھا مجھ سے صرف اس لیے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو اس دن سے لیکر آج تک ایک بل بھی سکون سے نہیں گزرا ہر بل مجھے میرا ضمیر ملامت کرتا رہتا تھا پھر اچانک وہ بولا سجاد احمد کہاں ہے کہاں ہے میرا بھائی مجھے ایک بار اپنے بھائی کو دیکھنا ہے اس سے معافی مانگنی ہے بھی نثار احمد کے داغ میں خیال آیا کہ بڑے ابو ماہم کے دادا، پاپا اور ماما اس دنیا میں نہیں ہیں تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے پھر عالیہ بولی کیا سوچ رہے ہیں نثار احمد چاہتے ہیں وہ اس دنیا سے وہ آپ لوگوں سے ملنے کا ارمان دل میں لیے چلے گئے اس دنیا سے عالیہ بیگم رو پڑی وجہ یہ ہے آگے بڑھ کر سنبھالا عالیہ بیگم کو، نثار احمد ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا پھر عالیہ بولی اگر آپ نے معافی مانگنی ہے تو خدا کی اس پاک ذات سے مانگئے جو انصاف کرنے والا اور سب کے گناہوں کو بخشتے والا ہے۔ اس نے آپ کی غلطی کی سزا دے دی آپ کو آپ کی بیٹی کی صورت میں جس نے آپ سب سے بغاوت کر کے اپنی پسند کی شادی کی اور اس نے یہ ثابت کر دیا کہ انا اور محبت میں ہمیشہ جیت محبت کی ہوتی ہے پلیز عالیہ ایسا مت کہو تم نہیں جانتی کہ میں کتنا شرمندہ ہوں۔ پر نثار احمد آج مجھے یقین ہو گیا جب آپ نے مجھے اور سجاد کو گھر سے نکالا تھا تب بھی جیت محبت کی ہوتی تھی اور آپ کی انا ہار گئی تھی جب وجہ یہ بنی نے گھر چھوڑا ہو گا تب بھی جیت محبت کی اور آپ کی انا ہار گئی ہوگی اور آج آپ کے پاس کچھ نہیں ہے سوائے آپ کی انا کے جب ازمان عاشر، شاذل، رضی کو پتہ چلا تو وہ سب لوگ بھی آگئے جو وہاں نہیں تھے سوری وجہ یہ بنی مجھے معاف کرنا میں جاری ہوں مجھ سے اب یہاں اور نہیں روکا جائے گا آج اس شخص کی وجہ سے پھر سے مجھے اپنا ماضی یاد آگئے مجھے میرے اپنے یاد آگئے اور سوری وجہ یہ اگر میری کئی ہوئی بات نہیں بری لگی ہو تو مجھے معاف کر دینا اتنا کہہ کر عالیہ بیگم چلی گئی اس نے کسی کی نہیں سنی سب اسے روکتے رہ گئے عالیہ بیگم تو چلی گئی مگر اپنے پیچھے بہت سے سوال چھوڑ گئی جن کا سامنا بعد میں نثار احمد نے کیا بیٹھے اباجی شہزاد احمد نے نثار احمد کو پکڑ کے بٹھا ماما باجی پلیز آپ زیادہ ٹینشن مت لیں آپ کی صحت کیلئے ٹھیک نہیں ہے پر مینا وہ عالیہ بہو چلی گئی روکواسے اسے کہو کہ مجھے بتائے میرا بھائی مجھے کتنا یاد کیا کرتا تھا وہ مجھے کیا کہا کرتا تھا روکواسے پلیز اباجی آپ حوصلہ رکھئے چاچی یہیں ہیں وہ کہیں نہیں گئیں ہم بات کریں گے ان سے بس آپ حوصلہ رکھئے لوگ کیا سوچیں گے وجہ یہ نے کہا ہاں ابو جان بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں وجہ یہ نے بھی نثار احمد کو دلا سہ دیا۔ زویا، نعمان، آبان، ازمان، اور عاشر سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے وہ تھوڑا تھوڑا تو سمجھ گئے تھے مگر پوری بات نہیں جانتے تھے زویا بولی دادا ابو ہمیں بھی تو کچھ بتائیے ناں، پھر نثار احمد نے ساری تفصیل بتائی کیونکہ گھر میں چند لوگ اب تک پوری بات نہیں جانتے تھے مگر آج سب جان گئے تھے سب بہت خوش بھی تھے اور حیران بھی تھے زویا جلدی سے اندر سے ماما اور شرمین کو لے آئی وہ بھی سب جان کر بہت خوش ہوئی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے دی ایکٹ کریں بھی شرمین کو عالیہ بیگم کا خیال آیا وہ بولی شاذل تم مجھے جلدی سے گھر چھوڑ آؤ۔ نجانبہ بڑی امی کس حال میں ہوں گی مگر شرمین رانیہ، پھر شرمین کو رانیہ کا خیال آیا شرمین بس رخصتی تک روکتے ہیں پھر سب ساتھ ہی چلتے ہیں فی الحال میں ماما کو فون کرتا ہوں وہ چلی جاتی ہیں بڑی امی کے پاس پھر شاذل نے اپنی ماما کو فون کیا اور اسے سب کچھ بتایا تو اسماء عالیہ بیگم کے پاس چلی گئی سب رضی، ماما اور شرمین کو پیار کر

رہے تھے نثار احمد نے تینوں بچوں کو گلے سے لگایا تینوں بہت خوش تھے انہیں اتنے سالوں بعد اپنے دو دوھیال کا پیار مل گیا تھا شاید اسی لیے ہم سب کو خدا نے آپس میں ملایا تھا ہم سب کا آپس میں خون کا رشتہ جو تھا عاشر نثار احمد کے پاس بیٹھ کر بولا کیا ہم بھی آپ کو دادا ابو بلا سکتے ہیں کیوں نہیں بلا سکتے ہوتا نثار احمد نے ایک بار پھر سے تینوں کو گلے سے لگایا سب کی آنکھوں میں آنسو تھے نثار احمد بولا تم تینوں میرے بھائی کی نشانیاں ہو اس خاندان کا ایک حصہ ہو تم سب میرے اپنے ہو۔ اب نثار احمد کے چہرے پر مسکان تھی پھر شہزاد احمد اور بہنوڑ احمد نے بھی تینوں کو پیار کیا پھر باقی گھر والوں نے بھی انہیں پیار کیا شہزاد احمد اور بہنوڑ احمد بولے بیٹا ہم آپ کے چچا ہیں وہ بولے ہم آپ کو چچا بولیں ہم نے آج تک بھی کسی کو چچا نہیں بولا ہم آج پہلی بار کسی کو چچا بلا رہے ہیں..... جب سب اندر گئیں رانیہ کے پاس تو رانیہ نے پوچھا ارے تم سب ایک ساتھ باہر کیا کر رہی ہو مجھے اکیلا چھوڑ کے باہر کیا ہو رہا ہے مجھے بھی کچھ بتاؤ ناں، پھر زویا، ماما اور شرمین نے رانیہ کو ساری تفصیل بتائی تو وہ بھی بہت خوش ہوئی یار یہ تو بہت عجیب ہو گیا ناں، پہلی شادی میں ماما کو نانا بول گئے اور دوسری شادی میں تم تینوں کو اپنے دادا ابو اور بڑی امی کو اس کا سسرال واپس مل گیا اور اس کے ساتھ اور بھی کئی رشتے مل گئے ہاں رانیہ بھی کبھی اللہ تعالیٰ بل میں خوشحال چھین لیتا ہے اور کبھی بھی بل میں دے بھی دیتا ہے۔ آخر رخصتی کا وقت بھی آپہنچا پھر رانیہ اپنے گھر سے رخصت ہو کر اپنے گھر اپنے ازمان کے گھر آگئی۔

آگے تم سب، جیسے ہی سب گھر میں داخل ہوئے تو اسماء نے پوچھا، ہاں ماما، ماما بڑی امی کہاں ہیں شرمین وہ تو اپنے روم میں ہے جب سے شادی سے واپس آئی ہیں تو کمرے سے باہر ہی نہیں آئیں میں نے کتنی بار دروازہ بھی نوک کیا ہے مگر کوئی آواز نہیں آ رہی ہے تم دیکھو شاذل کہیں کہیں..... نہیں ماما بڑی امی کو کچھ نہیں ہو سکتا پھر شاذل کی تھوڑی سی کوشش کے بعد دروازہ کھل گیا جب انہوں نے دیکھا تو عالیہ بیگم بے ہوش بیڈ پر پڑی تھیں ماما اور شرمین کی چیخیں نکل گئیں شاذل جلدی گاڑی نکلا۔ جلدی سے سب عالیہ بیگم کو ہوس پٹل لے کر گئے ڈاکٹر کی انتھک کوشش کے بعد عالیہ بیگم کو ہوش آ گیا ڈاکٹر نے بتایا کہ اگر آپ بردقت مریض کو ہوس پٹل نہ لاتے تو کچھ بھی ہو سکتا تھا خیر اب آپ لے آئے تو آپ نے بہت ٹھیک کیا شاذل نے وجہ پوچھی کہ ایسا کیوں ہوا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ مریض کی یہ حالت نیند کی اور ڈوٹس لینے کی وجہ سے ہوئی ہے شاید مریض نے معمول سے ہٹ کر میڈیسن لے لی ہوں گی کیا بڑی امی نیند کی گولیاں لے کر سوئی ہیں پاس کھڑی شرمین نے چونکتے ہوئے کہا اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا پھر ڈاکٹر بولا آپ مل سکتے ہیں مریض سے اب وہ بالکل ٹھیک ہے بڑی امی اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو شرمین اور ماما عالیہ بیگم سے لپٹ کر رو پڑیں بس بس چپ بیٹا دیکھو کچھ نہیں ہوا مجھے دیکھو بالکل ٹھیک ہوں میں، میں تم لوگوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانے والی مگر اتنی یہ میڈیسن آپ نے کب سے لینا شروع کیں اور ہمیں بتایا بھی نہیں اسماء بیٹا روز نہیں بس کبھی جب کبھی نیند نہیں آتی تو ہی لیتی ہوں آج کچھ پریشان بھی تو بے دھیانی میں چار گولی لے لیں دراصل جلد سونا چاہتی تھی پر بڑی امی اگر کچھ ہو جاتا تو آپ نے ایک بار بھی ہمارے بارے میں نہیں سوچا اوکے بیٹا اُسکے بیٹا آئندہ بھی ایسا نہیں ہو گا شاذل نے آکر بتایا کہ ڈاکٹر نے کہا ہے آپ کے جاسکتے ہیں مریض کو اگر، مگر بہتر ہو گا کہ کل دوپہر تک مریض کو ایڈمٹ رہنے دیں تاکہ وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو جائیں۔

ادھر نثار احمد بہت خوش تھا وہ سب کو اپنے اور سجاد احمد کے بارے میں بتا رہا تھا سب کو اپنے والد اور والدہ کے بارے میں بتا رہا تھا سب نثار احمد کی باتیں سن کر انجوائے کر رہے تھے زویا بیٹی کہیں پتہ ہے میں کیوں

تمہیں ایک لوئر کے روپ میں دیکھنا چاہتا تھا میں اپنے اس گناہ کی تلافی کرنا چاہتا تھا جو میں نے کئی سال پہلے کیا تھا عالیہ بہو بھی شادی کے بعد پڑھ کر لوئر بننا چاہتی تھی پر میں نے ان کی ایک نہ بنی اور اپنی انا کو آڑے رکھ کر انہیں گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا عالیہ بہو بھی جس اپنے والد کی خواہش کو پورا کرنا چاہتی تھی مگر میں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بس کل بی لانا چاہتا ہوں عالیہ بہو سے اس کی عزت و وقار، اس کا حصہ سب کچھ اسے دینا چاہتا ہوں جو سجاد احمد کا تھا اور اب جس کی حقدار عالیہ بہو ہے ہاں ہاں اباجان ضرور چلیں گے ابھی آپ انھیں اور آرام کریں آپ بہت تھک گئے ہوں گے ورنہ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی شہزاد احمد شہزاد احمد کو کمرے تک چھوڑ آئے..... ارے ازمان تم ابھی تک یہیں ہوا زمان کی بھابی نے اسے چھینا ارے جاؤ بھی رانیہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی.....

رانیہ ازمان کا کب سے انتظار کر رہی تھی اچانک دروازہ کھولا اور ازمان اندر داخل ہوا پہلے تو رانیہ کے پاس بیٹھنے سے ڈر رہا تھا پھر وہ ہمت کر کے بیٹھ گیا بعد ہمت کر کے اس نے رانیہ کا گھونگٹ اٹھا یا اور بولا تم بہت پیاری لگ رہی ہو پھر بولا رانیہ مجھے یقین نہیں ہو رہا کہ تم یوں میری دلہن بنی میرے سامنے بیٹھی ہو پھر ازمان رانیہ کو بتانے لگا کہ رانیہ میں تمہیں اس دن سے چاہنے لگا تھا جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تھا نجانے تم نے مجھ پر کیا جادو کر دیا تھا پھر جب میں تم سے دوسری بار ملتا تمہارے آفس تو میں بہت حیران ہوا ہوں اچانک تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا اس دن ایسا دل چاہتا تھا کہ ہر وقت میرے پاس رہو تم سے کہوں کہ تم مجھے کتنی اچھی لگتی ہو تمہیں بتاؤ کہ تم سے محبت کرنے لگا ہوں مگر ہمت نہیں کر پاتا تھا مجھے لگا تھا رانیہ کے میں تمہیں بھی حاصل نہیں کر پاؤں گا مگر جس دن مجھے پتہ چلا کہ تم میری کرن تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی یقین مانو اس وقت سب سے زیادہ خوش مجھے ہی ہوئی تھی میں ساتویں آسمان پر اڑ رہا تھا میرے پیر زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اس وقت مجھے اپنی منزل صاف دکھائی دے رہی تھی اور دیکھ لو آج میرے سامنے ہو رانیہ جو اتنی دیر سے بالکل خاموشی سے نظریں جھکائے ازمان کی باتیں سن رہی تھی ازمان نے دھیرے سے رانیہ کے ہاتھ پکڑے اور بولا رانیہ میں آج تم سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں، آئی لو پورانیہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، کیا تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو تو رانیہ نے ہاں میں سر ہلایا تو ازمان خوشی سے جھوم اٹھا۔ اور رانیہ اور ازمان کی زندگی کی سب سے حسین رات بھی گزری۔

زویا بیٹا ماہم سے کال کر کے پوچھو عالیہ بہو کیسی ہے وہ ٹھیک تو ہے نا، شہزاد احمد نے زویا سے کہا تو زویا بولی اوکے دادا ابو کرنی ہوں پھر زویا نے ماہم کو کال کی ہائے ماہم، ہائے زویا کیسی ہو؟ ماہی اور کیا ہو زہا ہے زویا یا شہزادہ بناری ہوں ارے واہ ہماری فیوچر لوئر صاحبہ آج ناشتہ بناری ہے میں نہیں بناری زویا وہ ممانا رہی ہیں میں تو صرف مدد کر رہی ہوں خیریت ماہم آج صبح آئی تمہارے گھر، بڑی امی کیسی ہیں ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا، نہیں زویا وہ بڑی امی کی ماہم کہتے کہتے رک گئی کیا ہوا ماہی بڑی امی ٹھیک تو ہیں نا، کیا ہوا بڑی امی کو، جلدی سے زویا کے ہاتھ سے شہزاد احمد نے موبائل لے لیا ماہم مینا کیا ہوا عالیہ بہو کو، وہ دادا ابو جب ہم گھر آئے تو..... پھر ماہم نے ساری تفصیل بتائی کیا بیٹا، شہزاد احمد کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا اب کیسی ہیں عالیہ بہو اب ٹھیک ہیں دادا ابو اچھا تم لوگ فکر مت کرنا ہم لوگ آ رہے ہیں ہاں ماہی تم فکر مت کرنا ہم آ رہے ہیں پھر زویا نے فون بند کر دیا کیا ہوا زویا پھر زویا نے ازمان کو بھی سب بتایا کیا زویا یہ تم کیا کہہ رہی ہو پھر ازمان نے جلدی سے گاڑی نکالی تانا ابو کیا میں بھی چل سکتی ہوں آپ کے ساتھ ہاں رانیہ بیٹی کیوں نہیں تم

بھی چلو، پھر دوسرے ہی پل سب ہوس پٹل میں تھے ماہم باہر ہی تھی اس نے جب سب لوگوں کو آتے دیکھا تو وہ دوزخ ناراحد کے گلے گلے گئی حوصلہ رکھو بیٹی کہاں ہیں عالیہ بہو، پھر ماہم سب کو عالیہ بیگم کے پاس لے گئی..... میں نے جیسے ہی خبر سنی عالیہ بہو ہوس پٹل میں سے تو ہم سب دوڑے چلے آئے آپ سب نے پہلے یوں نہیں بتایا ہمیں، شہزاد احمد نے شکوہ کیا۔ اب کیسی ہے طبیعت، شہزاد احمد عالیہ سے پوچھا تو اس نے منہ پھیر لیا اتنے میں عاشر اور وجیہہ بھی آگئے چچی یہ سب کب اور کیسے ہوا، بس ایسے ہی وجیہہ بیٹی، غلطی سے نیند کی اور دوس لے لی مگر کیوں چچی آپ کیوں استعمال کرتی ہیں یہ نیند کی میڈیسن بیٹی ہر کوئی شوق سے نہیں استعمال کرتا۔ جب کبھی بھی درد حد سے زیادہ بڑھ جائے اور آپ کا ماضی آپ کے سامنے آ جائے تو اپنے ماضی سے چھٹکارہ پانے کے لیے ایسی ادویات کا استعمال کرنا پڑتا ہے عالیہ بیگم نے ایک نظر شہزاد احمد کی طرف دیکھا جو نہ امت سے نگاہیں جھکائے کھڑا تھا عالیہ بہو میں تم سے دل سے معافی مانگتا ہوں پلیز مجھے معاف کر دو جب تک مجھے تم معاف نہیں کر دو گی خدا بھی مجھ کو معاف نہیں کرے گا خدا گواہ ہے عالیہ بہو میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں مجھے میری غلطیوں کی سزا مل گئی ہے جب وجیہہ بیٹی نے گھر چھوڑا تو مجھے اس وقت یہ احساس ہوا کہ میں نے تمہارے ساتھ جو کیا تھا بہت غلط کیا تھا جب مجھے احساس ہوا اپنی غلطی کا تو میں نے تمہیں اور سجاد کو بہت ڈھونڈا تھا اب اس کی تم حقدار ہو میں تمہیں وہ سب کچھ تمہارے حصے کی زمین جائیداد سب کچھ تمہیں دینا چاہتا ہوں جس پر تمہارا حق ہے وہ تمہارا ہے تمہارے حوالے کر کے اس امانت سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں اس درد سے جو مجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا عالیہ بہو آج بھی وہ حویلہ ویران پڑی ہے جہاں سے میں نے تم دونوں کو نکل جانے کی دھمکی دی تھی جہاں سے میں نے وجیہہ بیٹی کو گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا وہ آج بھی ویران پڑی ہے تم سب کے جانے کے بعد وہ حویلہ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی اور جب میں احساس ہوا کہ تعلیم بچوں کے لیے کتنا ضروری ہے تو ہم یہاں شہر میں شفٹ ہو گئے میں ہر وقت خدا سے یہی دعا کیا کرتا تھا کہ ایک بار مجھے میرے بھائی اور بہو سے ملا دے اور آج خدا نے مجھے میرے بھائی سے نہیں تم سے ملا دیا ہے صرف اپنی غلطی کی معافی مانگنے کے لیے بہو مجھے میری غلطی کی سزا مل چکی ہے میرا بھائی مجھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا اس سے بڑی میرے لیے اور کیا سزا ہو سکتی ہے شہزاد احمد ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا..... آخر عالیہ بیگم انسان بھی کوئی پتھر نہ تھی اس کا دل بھی بھرا آیا اور پھر اس نے شہزاد احمد کو معاف کر دیا وہ بولی بھائی صاحب آپ یوں بار بار مجھ سے معافی مانگ کر مجھے شرمندہ مت کریں اگر آپ معافی مانگنا چاہتے ہیں تو اپنے بھائی کی روح سے مانگئے کیونکہ اس کے ساتھ آپ کا خون کا رشتہ تھا میرا کیا ہے شہزادہ ساتھ تو آپ کا چند ماہ کا رشتہ تھا پھر جب عالیہ بیگم نے شہزاد احمد کو معاف کر دیا تو سب خوش ہو گئے سب کے بوں پر مسکان پھیل گئی آج ایک بچھڑا ہوا خاندان پھر سے دوبارہ مل گیا تھا..... سب بچے ایک دوسرے سے خوشی سے گلے لگ رہے تھے سب کو یوں خوش دیکھ کر عالیہ بیگم بھی بہت خوش تھی آج اسے اپنا کھویا ہوا وقار واپس مل گیا تھا اسے اس کی عزت، بہو کا درد واپس مل گیا تھا اسے اس کے کھوئے ہوئے رشتے واپس مل گئے تھے وہ بہت خوش تھی..... شہزاد احمد نے کہا اب جب ہم مل گئے ہیں جب ہم ایک ساتھ ہیں تو ہم سب مل کر حویلی جائیں گے ہم سب گاؤں جائیں گے واؤ کتنا مزہ آئے گا زویا خوشی سے چلا اٹھی پھر سب کے بوں پر مسکان پھیل گئی.....

ماہم تمہارا فون بج رہا ہے دیکھو تو کون ہے عالیہ بیگم نے ماہم کو آواز دی، جی بڑی ای ویجھتی ہوں ماہم جو ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی اسے موبائل کا خیال ہی نہیں رہتا تھا جہاں بیٹھتی وہاں چھوڑ دیتی کیونکہ آج کل وہ خوب مزے سے انجوائے کر رہی تھی کالج سے چھٹیاں جو تھیں، موبائل پر پھر سے رنگ ہوئی تو ماہم نے مجبورا اٹھ کر کال ریسیو کی، دوسری طرف سے اس کی سماعتوں سے جو آواز نکلتی اسے سن کر ماہم کے چہرے پر دھنک کے سات رنگ بکھر گئے کیا یہ اجنبی دوست جان سکتا ہے کہ اس کی محبت کیا کر رہی ہے عاشر تم بھی نہ ماہم سکرانی، بولی اب ہم اجنبی تھوڑی ہیں اب تو ہم رشتہ دار ہیں آپس میں کزن ہیں، تھنک گوڈ عاشر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تھنک گوڈ کس لیے وہ اس لیے کہ اب ہم اجنبی نہیں رہے پھر ماہم بولی بائے داوے۔ کال کس لیے کی میڈم یہ جانے کیلئے کہ پیکنگ کر لی یا نہیں کیوں کس کی پیکنگ، ماہم نے جان بوجھ کر کہا ارے اور کس کی تم نے اپنی پیکنگ کی یا نہیں بھی کل ہم سب گاؤں جا رہے ہیں ناں، نانا ابو کی حویلی، نو نو بابا میں تو نہیں جا رہی جوین کا مہینہ اتنی گرمی اف خدا میں تو نہیں جا رہی ماہم کا جواب سن کر عاشر کے بولوں پر کچھ دیر پہلے جو مسکان تھی وہ غائب ہو گئی کیوں مگر تم کیوں نہیں جا رہی، نہیں میری مرضی اب تم مجھے زبردستی تو نہیں لے جا سکتے ناں، ماہم مسکرا رہی تھی اسے عاشر کو تنگ کرنے کا بہت مزہ آ رہا تھا دوسری طرف عاشر کی جان نکل رہی تھی پھر وہ بولا اچھا اگر تم نے نہیں جانا تو میں بھی نہیں چل رہا کیوں، کیوں تم نہیں کیوں نہیں جانا، اگر تم نہیں جا رہی تو میں نے کیا کرنا ہے جا کے اور یہ بات تم نہیں سمجھو گی ماہم، عاشر تھوڑی سنجیدگی کے ساتھ بولا ارے یہ تو سچ ہی مان بیٹھا میں تو مذاق کر رہی تھی اور میں نے تو مذاق کر رہی تھی اور تم سچ مان بیٹھے کیا تم چل رہی ہو۔ عاشر خوشی سے چلا یا ہاں چل رہی ہوں اور میں نے تو ساری پیکنگ بھی کر لی ہے اپنی بھی اور بڑی ای کی بھی اور شرمین دی کے گھر پر، اتنا کہہ کر ماہم نے کال کٹ کر دی پر دوسرے ہی پل عاشر نے دوبارہ کال کر دی اب کیا ہے ماہم نے موبائل کان کو لگا تے ہوئے بولا، تھنکس عاشر نے اتنا کہہ کر فون کٹ کر دیا ماہم سمجھ گئی کہ عاشر نے تھنکس کیوں بولا ہے ابھی وہ موبائل رکھ کر تھوڑی دور ہی گئی تھی کہ موبائل پھر سے بجنا ماہم بھی کہ پھر سے عاشر کی کال ہوگی اس نے بے دھیانی میں کال ریسیو کی اور بولی اب کیا ہے کیوں بار بار تنگ کر رہے ہو تو دوسری طرف سے زویا بولی ارے ہم آپ کو کہاں تنگ کر رہے ہیں ہم نے تو کال بھی اٹھی کی ہے۔ کچھ نہیں زویا بس ایسے ہی منہ سے نکل گیا جھوٹ بولتی ہو اور وہ بھی مجھ سے تم نے پتہ نہ تنگ کر رہے ہو تنگ کر رہی نہیں رہے ہوتاؤ بتاؤ یہ رہے ہو کون ہے بتاؤ بتاؤ عاشر ہی تھا ناں اب ماہم کی چوری پکڑی گئی تھی پھر اسے بتانا پڑا، ہاں عاشر ہی تھا اور پوچھ رہا تھا کہ پیکنگ کر لی ہے یا نہیں ارے وہاں میں نے بھی مینی پوچھنے کیلئے فون کیا تھا رانیہ بھائی کہہ رہی تھی کہ تم لوگوں سے پوچھو ہاں رانیہ دی سے کہنا کہ کر لی ہے اور دی کو میرا سلام کہنا ہاں سلام تو میں کہہ دوں گی اگر کہو تو عاشر کی شکایت بھائی سے کروں کہ وہ میری پیاری دوست کو تنگ کرتا ہے ارے نہیں نہیں نہیں، ماہم ایک دم بولی، تو زویا ہنس پڑی ارے بابا نہیں کر لی میں تو مذاق کر رہی ہوں اچھا اوکے بائے کل ملتے ہیں کون تھا بڑی ای وہ زویا بھی بار بار تنگ کر رہی ہے۔

بیٹا میری بہو کا خیال رکھنا اور فون کرتے رہنا ساء نے شاذل کو نصیحت کی، ہاں رھوں گا میں تو کہتا ہوں ماما آپ بھی چلتیں ہاں ضرور چلتی بیٹا مگر گھر پر بھی تو کسی کو رہنا ہے اور تمہارے دادا ابو اور بابا کو کھانا کون پکا کر

دے گا اچھا اوکے ماما بے اپنا خیال رکھنا۔

تھوڑی دیر بعد سب نثار احمد کے گھر جمع تھے وجہ بی بی داماد صاحب کیوں نہیں آئے نثار احمد نے وجہ یہ کہہ دیا کہ پوچھا ابو جان وہ عاشر کے پاپا کہہ رہے تھے کہ تم لوگ چلو میں آؤں سے کچھ کام چننا کر شام تک گاؤں پہنچ جاؤں گا مگر بیٹی وہ اکیلے کوئی بات نہیں ابو جان وہ آجائیں گے وہ کوئی بچے تھوڑی ہی ہیں اور وہ کونسا حویلی کا راستہ بھولے ہیں اور ہاں اگر بھول بھی گئے ہوں گے تو کسی سے پوچھیں گے کون ہے گاؤں میں جو نثار احمد اور سجاد احمد کو نہ جانتا ہو سجاد احمد کا نام سن کر پھر سے نثار احمد کو اپنا ماضی یاد آ گیا ہاں بیٹی جب تک میں گاؤں میں تھا نہ تو لوگ نہ مجھے بھولے تھے اور نہ سجاد احمد کو جب بھی گاؤں میں کوئی شادی ہوتی جب کوئی بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی شادی کرتا تو لوگ یہی کہتے کہ یہ بھی نثار احمد کی طرح اپنے چھوٹے بھائی کو گھر سے نہ نکال دے اور اس کی زمین جائیداد خود ہڑپ کر لے، تب میرا دل خون کے آنسو روتا تھا کہ میں نے کیوں سجاد کے ساتھ ایسا کیا۔ کاش میں نے اس وقت ہوش سے کام لیا ہوتا عالیہ بیگم نے نثار احمد کی ساری باتیں سن لیں بولی بھائی صاحب آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں دنیا تو کچھ بھی بولتی ہے دینا کا کام تو باتیں کرنا ہے خدا جانتا ہے آپ اپنی غلطی کو دل سے معافی مانگ چکے ہیں ہاں عالیہ۔ بوہک کہا تم نے..... چلو سب پہلے کھانا کھا لیں پھر ہمیں گاؤں کیلئے بھی تو نکلتا ہے..... پھر سب گھر سے 3 بجے نکلے شام 6 بجے سب کی گاڑیاں گاؤں کی حدود میں داخل ہوئیں سب آپس پاس کھیتوں کی ہریالی کو دیکھ کر انجوائے کر رہے تھے زویا ماہم کو ایک ایک چیز کے بارے میں بتا رہی تھی ماہم بولی زویا تم مجھے سارے گاؤں کی سیر کراؤ گی کیوں نہیں ماہی تمہیں ہی نہیں بلکہ سب کو دکھاؤں گی میں اسی گاؤں کی جگہ جگہ کو جانتی ہوں میرا اور میرے بھائی کا بچپن اسی گاؤں میں گزرا ہے ہم نے جوانی کی دہلیز پر قدم اسی گاؤں میں رکھا ہے ماہی پتہ ہے دادا ابو کی زمینوں پر باغات بھی تھے اب کا پتہ نہیں۔ شاید اب بھی ہو۔ امرو، آم، مالے، سیب کے باغات میں تمہیں سب کے درخت دکھاؤں گی سب اکسائیڈ تھے کہ وہ کب گاؤں پہنچیں گے اور گاؤں کی زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ کیونکہ وہ سب کبھی گاؤں نہیں آئے تھے انہوں نے صرف بس میں پڑھا تھا گاؤں کے بارے میں ازان اور زویا سب کی اکسائیڈ مینٹ کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے پھر جب ان کی تین گاڑیاں گاؤں میں داخل ہوئیں تو سب انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ کون ہیں پھر جب انہوں نے نثار احمد کو دیکھا تو وہ سب سمجھ گئے تھوڑی دیر بعد تینوں گاڑیاں ایک شاندار حویلی کے سامنے جا کر رک گئیں جیسے ہی نثار احمد نے گاڑی سے باہر قدم رکھا تو اس کے چاہنے والے آگے بڑھ کر سب کی خیریت معلوم کر رہے تھے عالیہ بیگم کی ہم عمر عورتوں نے اسے پہچان لیا، جب سب کو سجاد کی کہانی کے بارے میں پتہ چلا تو سب نثار احمد اور عالیہ سے اظہارِ افسوس کرنے لگے وجہ یہ کہ دوتیں اسے ملنے دوڑنی آئیں سب عورتوں بچوں کو دیکھ کر آپس میں چیمگوئیاں کر رہی تھیں کوئی کہہ رہی تھی بڑے اور بڑھے لکھے لوگ ہیں کوئی ماہم اور شرمین کی طرف کر رہا تھا تو کوئی رانیہ کی کوئی عاشر اور تو کوئی شاذل اور رضی خاں سب لوگ انہیں دیکھنے آ رہے تھے جیسے وہ کوئی اور مخلوق ہوں جب ازمان کے گاؤں کے دوستوں کو ازمان کی شادی کا پتہ چلا تو وہ رانیہ کی تعریف کر رہے تھے اور ساتھ میں شرمین اور شاذل کی جوڑی کی بھی رات گئے تک یہ ملنے ملانے کا سلسلہ چلتا رہا سب لوگ خوش تھے سوائے آبان کے سب کزن آپس میں کھل گئے تھے مگر آبان کسی کے ساتھ کھل نہیں پایا تھا جس دن سے اسے پتہ چلا تھا کہ ماہم اس کی کزن ہے اور وہ آپس میں رشتہ دار ہیں تو وہ نجائے کن خیالوں میں کھویا رہتا تھا

دوسرے دن صبح کو سب لوگ ناشتہ کے لیے جمع تھے سب چائے کا دیت کر رہے تھے نثار احمد سب بچوں کو گاؤں کے بارے میں بتا رہے تھے کہ ان کی کتنی زمین جائیداد ہے یہاں پر، اچانک زویا بچن کی طرف سے بھگتی ہوئی آئی اور بولی جلدی چلے سب لوگ آپ کو کچھ دکھانا ہے سب لوگ دوڑے دوڑے گئے کہ نجائے کیا ہو گیا ہے مگر آگے کا منظر دیکھ کر سب لوگ ہنس پڑے شرمین اور رانیہ کے حملے دیکھنے کے قابل تھے دونوں کے چہروں پر کالنگی ہوئی تھی دونوں چولے میں پھونکنے مار مار کے لکڑیوں کو جلا رہی تھیں سب کے ہنسنے کی آواز سن کے دونوں نے ان کی طرف منہ اٹھا کے دیکھا تو ان سے دیکھا بھی نہ گیا دھوئیں کی وجہ سے دونوں کی آنکھیں ریڑھ پر ہی تھیں اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا ماہم جلدی سے بولی دی آپ دونوں کو کسی نے مارا ہے کیا؟ نہیں تو دونوں نے ایک آواز میں کہا پردی آپ نے یہ اپنا خلیہ بنا رکھا ہے ایک منٹ زویا ذرا آئینہ لے کر آؤ ناں دونوں نے جب آئینہ دیکھا تو دونوں کی چیخ نکل گئی پھر جلدی سے دونوں نے اپنے چہرے صاف کیے میں تو ان دونوں کو کب سے کہہ رہی تھی کہ رہنے دو ہم کر لیں گی مگر یہ دونوں مانے تب ہی ناں آبان کی امی اور بھائی نے کہا ان کے سروں پر تو بھوت سوار تھا کہ ہم چائے بنائیں گی اور آگ بھی خودی چلائیں گی اور ابھی تک نہ ہی آگ جلی اور نہ ہی چائے بنی، رضی نے دونوں کو چھیڑا۔

تھنک گوڈ میں نے نہیں بنائی چاہے ماہم نے خدا کا شکر ادا کیا تو عاشر نے ادھر ادھر دیکھا کوئی دیکھ تو نہیں رہا وہ دور سے ماہم کے قریب آیا اور کان کے پاس ہو کر بولا اور اگر کوئی تم سے کہے کہ مجھے لکڑیوں کی آگ جلا کر چائے بنی ہے تو... تو ماہم کوئی جواب دیئے بغیر مسکرا کر باہر چلی گئی بیٹا اب تم دونوں جاؤ اور جا کر اسے منہ ہاتھ دھو لو ہم لوگ بناتے ہیں چائے امان کی امی نے کہا سب بیٹھے ہیں رہے تھے رانیہ اور شرمین کی تو ایک ایک پکچر لینا چاہیے تھی عاشر نے ہنستے ہوئے کہا عاشر بھائی لینا چاہیے تھی نہیں لے لی، رضی نے سب کو موبائل دکھایا تو سب موبائل پر بھٹ پڑے یہ دیکھنے کے لیے کہ دونوں کی لگی لگی ہیں اتنے میں آبان کی بھائی سب کے لیے چائے لے کر آگئی وہ بولی تم فکر نہیں کرو شرمین اور رانیہ جتنے دن ہم یہاں پر ہیں میں تم دونوں کو سب سکھا دوں گی تاکہ اگر تم لوگوں کو کبھی آگ جلا کر کام کرنا پڑے تو کوئی مشکل پیش نہ آئے ہاں بیٹا سیکھنا چاہیے تم سب بچوں کو یہ کونسا برا کام ہے ہاں دادا ابو ہم سب ضرور سیکھیں گی۔ شرمین نے نثار احمد کو جواب دیا پھر ماہم نے پوچھا دادا ابو کیا ہم آج باہر گھومنے جاسکتے ہیں ہاں ماہم بیٹا ضرور جاؤ مگر خیال رکھنا سب کے شام ہونے تک ہی باہر ہنارات ہونے سے پہلے سب واپس آجائیں دوپہر کا کھانا کھا کر سورج احمد نے ساری ذمہ داری سونپی کہ وہ رات ہونے سے پہلے واپس آجائیں گے دوپہر کا کھانا کھا کر سورج ڈھلے سب گھومنے چلے گئے آبان بیٹا تم کیوں نہیں جا رہے سب کے ساتھ عالیہ بیگم نے پیار سے آبان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا نہیں ایسے ہی بڑی امی بیٹا میں نے کئی بار نوٹ کیا ہے تم سب بچوں کے ساتھ چل کر کیوں نہیں رہتے ہمیشہ دور دور رہتے ہو سب کے ساتھ بٹھا کر وہ ہنسا کھلا کر وہاں چھوٹی چچی میں نے بھی کئی بار سمجھا یا ہے اسے مگر شاید یہ میرے ہی لاڈ پیار کا نتیجہ ہے جو آبان ایسا ہے برے دوستوں کی صحبت میں رہ کر نجائے آبان کو کیا ہو گیا ہے دھیرے دھیرے میرا بیٹا ہم سے دور ہوتا جا رہا ہے آبان کی امی نے کہا تو عالیہ بیگم بولی بیٹا آبان کی شادی کیوں نہیں کر دیتی ہاں چچی میں بھی اور آبان کے ابو بھی یہی سوچ رہے ہیں شاید جب اس کی شادی ہو جائے گی اور اس کی بیوی آجائے گی تو سدھر جائے گا۔

شام گئے تک سب باہر گھومتے رہے زویا نے ماہم شرمین اور رانیہ کو اپنی بچپن کی دوستوں سے ملایا جن

میں چند کی شادیاں ہو چکی تھیں اور چند ابھی کنواری تھیں پھر امان سب کو کھیتوں میں لایا سب کو کھیت دکھائے پھر وہ سب باغات میں آئے زویا بولی یہ ہیں ہمارا آموں کا باغ، پتہ ہے ماہم میں بچپن سے لیکر جوانی تک اسی باغ سے آم توڑ کر کھاتی رہی ہوں میں نعمان، امان، آبان بھائی سب بہت مسرت کیا کرتے تھے یہاں پر خوب کھیلا کرتے تھے اچھا سب بیٹھو ہم آم توڑ کر کھاتے ہیں مجھے بھی ایک چاہیے اور مجھے بھی زویا اور ماہم نے اونچی آواز میں کہا اچھا میں آم توڑ کر لاتا ہوں آبان نے کہا اور اٹھ کر آم توڑنے لگا تو ماہم بولی، میں نہیں کھاتی اس کے ہاتھ کا آم اس کے ہاتھ کا آم کھانے سے تو اچھا ہے انسان زہر کھالے پتہ نہیں بیجاری کس لڑکی کی قسمت پھوٹی ہوگی جو اس کی قسمت میں کبھی ہوگی تو سب ہنس پڑے آبان نے غصے سے آم نیچے پھینکے اور تہا دور جا کر بیٹھ گیا۔ دیکھا ماہم آبان بھائی ناراض ہو گئے زویا نے ماہم کو سمجھایا کہ تم کیوں لگتی ہو آبان بھائی سے تمہیں پتہ تو ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں ایسے لوگوں کے منہ ہی نہیں لگنا چاہیے اچھا بابا سوری غلطی ہو گئی آئندہ اس کے منہ میں لکڑیوں کی شام تک سب نے خوب انجوائے کیا شام ہو رہی تھی زویا نے سب کو آواز دی جلدی آؤ تو سب بھاگ کر زویا کی طرف گئے تو ان کے سامنے دو بے سورج کا منظر تھا، جو زویا نے سب کو دکھایا سب نے زندگی میں پہلی بار ڈوبے سورج کا منظر دیکھا تھا سب اسے اپنے موبائل میں قید کرنے لگے ماہم نے دیکھا کہ عاشر کے موبائل کا رخ اس کی طرف ہے تو اس نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا ماہم سب سے پیچھے کھڑی تھی عاشر آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب ہو گیا اور بولا تمہیں آبان اچھا کیوں نہیں لگتا تو ماہم بولی کیونکہ اس نے تم پر ہاتھ اٹھایا اس لیے اچھا اگر اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو تمہیں کیوں برا لگتا ہے تو ماہم بولی اس کا جواب اپنے دل سے پوچھو تو عاشر مسکرا کر رہ گیا پر ماہم تم سے میں نے جو صبح سوال پوچھا تھا تم نے اس کا جواب تو دیا ہی نہیں ماہم پھر کوئی جواب دیئے بغیر مسکرا کر آگے ہو کر کھڑی ہو گئی اور زویا اور شرمین کے ساتھ باتیں کرنے لگی۔ پھر رات ہونے سے پہلے سب گھر لوٹ آئے سب دن بھر گھومنے کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے اس لیے جلد ہی کھانا کھا کر سب سو گئے۔ رات کو سب سو گئے تھے سوائے آبان کے وہ چھت پر ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا نجائے وہ کیا سوچ رہا تھا پھر نجائے اس کے ذہن میں کیا خیال آیا وہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے آہستہ آہستہ میڑھیاں اتر کر نثار احمد کے کمرے کی طرف بڑھ گیا کیونکہ جو وہ کرنا چاہ رہا تھا وہ صرف نثار احمد کی مرضی سے ہی ہو سکتا تھا، آبان نے دروازہ ٹوک کیا اندر سے نثار احمد نے آواز دی کہ آؤ اندر کون ہے؟ نثار احمد حیران تھا کہ آبان اور اس وقت، آؤ آبان بیٹا بیٹھو کیسے آنا ہوا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آبان بولا دادا ابو مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے کچھ ضروری بات کرنی ہے ہاں بولو بیٹا کیا بات کرنی ہے نہیں تو آبان بولا دادا ابو میں شادی کرنا چاہتا ہوں کیا بیٹا تم شادی کرنا چاہتے ہو۔ ہاں دادا ابو میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی بہت جلد ہاں بیٹا تم شادی کرنا چاہتے ہو تو بہت خوشی کی بات ہے مگر اتنی جلدی کیسے تم جانتے ہو یہ کہ شادی کیلئے ایک لڑکی کی ضرورت ہوتی ہے پہلے ایک لڑکی کو تولا شاپڑے گا پھر ہی شادی ہوئی نا؟ تو دادا ابو آپ کو لڑکی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے لڑکی میں نے ڈھونڈ لی ہے پھر آبان بولا دادا ابو میں ماہم سے شادی کرنا چاہتا ہوں نثار احمد کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ آبان ماہم سے شادی کرنا چاہتا ہے کہاں آبان اور پھول جیسی بچی ماہم، دونوں کا کوئی جوڑ نہیں تھا مگر بیٹا ماہم!

ماہم سے شادی تم کیسے، کیوں دادا ابو میں ماہم سے شادی نہیں کر سکتا کیا میں آپ کا پوتا نہیں ہوں کیا میں اس خاندان کا چشم و چراغ نہیں ہوں جس طرح آپ نے امان کے لیے رانیہ بھائی کا ہاتھ مانگا اسی

طرح آپ بڑی امی سے میرے لیے ماہم کا ہاتھ مانگے کیا آپ نہیں مانگ سکتے میرے لیے ماہم کا ہاتھ، مانگ سکتا ہوں بیٹا کیوں نہیں مانگ سکتا مگر بیٹا ماہم شاید اس رشتے کے لیے کبھی بھی نہ مانے کیوں دادا ابو ماہم کیوں نہیں مانے گی وہ بیٹا وہ؟ سمجھ گیا دادا ابو آپ کی نظر میں میں شاید ماہم کے قابل نہیں ہوں میں برا ہوں اسی لیے نا تو شمار احمد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آبان کے منہ سے یہ بات سن کے تو پھر نثار احمد بولا نہیں بیٹا نہیں تم برے نہیں ہو بلکہ میرا بیٹا تو لا کھوں میں ایک ہے نثار احمد نے آبان کو پیار کرتے ہوئے کہا، آبان جیسا بھی تھا، تھا تو نثار احمد کا پوتا۔ اس کا اپنا خون تھا پھر وہ کیسے اسے برا کہہ سکتا تھا پر اب نثار احمد کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو کیا جواب دے وہ آبان کا دل بھی نہیں دکھانا چاہتا تھا مگر ماہم کی زندگی بھی برباد نہیں کرنا چاہتا تھا دونوں اس کے اپنے تھے سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ ماہم کبھی اس رشتے کو قبول نہیں کرے گی نثار احمد آبان کے لیے اس کی نفرت دیکھ چکا تھا پھر آبان بولا۔ دادا ابو اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ میری شادی ماہم سے ہو۔ اگر میں آپ کو ماہم کے قابل بن کے دکھا دوں اگر میں سب برے کام چھوڑ دوں؟ تب نثار احمد کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا کیا بیٹا کیا کہا تم نے ہاں دادا ابو میں ٹھیک کہہ رہا ہوں میں خود بدل لوں گا میں ہر برا کام چھوڑ دوں گا۔ پھر تو آپ میری شادی کی بات کر سکتے ہیں۔ پھر کوئی پریشانی تو نہیں ہوگی کسی کو، ہاں بیٹا ضرور اگر تم خود کو بدلنے کے لیے تیار ہو تو میں بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں میں عالیہ بہو سے ماہم بیٹی کا ہاتھ تمہارے لیے مانگ لوں گا آبان خوشی سے نثار احمد کے گلے لگ گیا تو پھر ٹھیک ہے دادا ابو میں ماہم کیلئے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں خود کو بدلنا تو بہت چھوٹا سا کام ہے ہاں بیٹا مگر وعدہ کرو جب تک تم خود کو بدل نہیں لیتے اور مجھے پورا یقین نہ ہو جائے کہ اب تم شادی کے لاش ہو تم یہ بات کسی سے نہیں کہو گے آبان نے وعدہ کیا اور مسکراتا ہوا نثار احمد کے دم سے باہر نکل گیا، آبان ایک شیطانی مسکراہٹ مسکراتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا اس کی اس مسکراہٹ کا مطلب سوائے اس کے کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ آبان کے جانے کے بعد نثار احمد گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ کہیں اس نے آبان سے وعدہ کر کے کچھ غلط تو نہیں کیا، کیا وہ کسی کے ساتھ نا انصافی تو نہیں کر رہا، ماہم کے ساتھ مگر مجھے یقین ہے جب آبان خود کو بدل لے گا تو ماہم کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ نثار احمد بہت خوش تھا کہ اگر آبان ماہم کی وجہ سے خود کو بدل لے تو اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے شاید ماہم بیٹی کی وجہ سے میرا بیٹا راہ راست پر آ جائے اور اگر ایسا ہو گیا تو میں عالیہ بہو سے فوراً ماہم کا ہاتھ آبان کے لیے مانگ لوں گا، اب اسے انتظار تھا تو اس دن کا جب آبان خود کو مکمل طور پر بدل لے گا۔

آج موسم بہت خوش گوار تھا صبح سے ہی آسمان بادل چھائے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا جیسے بارش ہونے والی ہے ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں سب حویلی کی چھت پر بیٹھے موسم کو انجوائے کر رہے تھے آبان نیچے تھے سب بڑوں کے ساتھ بیٹھا تو نثار احمد بولا تم کیوں نہیں سب کے ساتھ چھت پر انجوائے کرتے پھر عالیہ بیگم بھی بولی ہاں بیٹا تم بھی سب کے ساتھ انجوائے کرو، سب کے ساتھ ہنسا ہنسا کر دھل دھل کے رہا کرو، جی بڑی امی ابھی جاتا ہوں آج آبادانے بہت عزت اور احترام کے ساتھ بات کی تو سب حیران تھے۔ آبان کی امی ابو، سب حیران تھے مگر اندر سے بہت خوش بھی تھے آبان سدھر رہا ہے ان کو حیران دیکھ کر نثار احمد ہلکا سا مسکرایا اسے خوشی ہوئی کہ آبان نے آج سے ہی کوشش شروع کر دی ہے آبان چھت پر چلا گیا آبان کے جانے کے بعد نثار احمد بولے عالیہ بہو مجھے تم سے کچھ بات کرنا بھی جی بھائی صاحب بولے کیا بات ہے

در اصل عالیہ بات یہ ہے کہ میں سجاد کا حصہ تمہارے حوالے کرنا چاہتا ہوں جو میرے پاس سجاد کی امانت پڑی ہے اب میں تمہاری امانت تمہیں سونپنا چاہتا ہوں سجاد تو اب ہے نہیں تو اب تم ہی سب کی حقدار ہو وصیت کے صاحب سے جو میرے والد محترم نے کی تھی تو عالیہ بولی نہیں بھائی صاحب میں نے اب یہ سب کچھ کیا کرنا ہے اب اس عمر میں یہ زمین جائیداد یہ سب میرے بس کی بات نہیں ہے مگر عالیہ بہو یہ تمہارا حق ہے تم اپنا حق جس کے چاہو نام کر سکتی ہو کاش آج رضا بیٹا زندہ ہوتا تو مگر آج اس کی جگہ تمہارا پوتا ہے نا اور پوتی بیٹی تم یہ جائیداد ان میں برابر تقسیم کر دو۔ کیونکہ اب جو تمہارا حق ہے وہ تمہارا ہی رہے گا۔ تم چاہو جسے مرضی دے سکتی ہو یہ مجھ سے بہتر تم خود جانتی ہو، بہو، کیونکہ تم ایک لوہے ہو تو پھر عالیہ بیگم رضامند ہوگئی بھائی صاحب جیسا آپ مناسب سمجھیں میں اپنا حصہ اپنے بچوں میں برابر تقسیم کر دوں گی جیسے ہی آبان چھت پر گیا تو ماہم کے لبوں پر پھیلی مسکان ایک دم غائب ہوئی پھر اس نے خود کو گھمایا کہ وہ کیوں کسی کی وجہ سے اپنا موڈ خراب کرے پھر جب ماہم نے دیکھا کہ آبان آج سب کے ساتھ اچھے سے بات کر رہے تو اس کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی وہ تو کیا سب حیران تھے مگر خوش بھی تھے کہ آبان نے سب کو اپنا دوست مان ہی لیا سب سے پہلے آبان نے عاشر سے معافی مانگی اپنی غلطی کی تو عاشر نے اسے سچے دل سے معاف کر دیا معاف ہی نہیں بلکہ اس سے دوستی بھی کر لی آبان نے سب سے ہاتھ ملایا پھر ماہم کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو ماہم بولی میں صرف ان لوگوں سے دوستی کرتی ہوں جو مجھے اچھے لگتے ہیں مگر تم میرے دوستوں کی لسٹ میں کبھی شامل نہیں ہو سکتے وہ اٹھ کر دور جا کھڑی ہوئی۔ وہ خود سے بولی اچھا خاصا موڈ تھا سارا آف کر دیا اسے بلا یہی کس نے تھا چھت پر اڑے اب اسے کیا ہو گیا ہے شرمین نے کہا تو زویا بولی ایک منٹ دی میں بات کر لی ہوں پھر زویا ماہم کے پاس گئی بولی کو مون یار اب بس بھی کرو جس کو آبان نے مارا تھا جب وہ معاف کر چکا ہے تو تم بھی کر دو ناں اور اگر اب بھائی سب بھول کر تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں تو اس میں میرا کیا ہے اوھر جب آبان نے سب سے کہا کہ وہ سب برے کام چھوڑ رہا ہے تو سب حیران تھے زویا بولی سنا تم نے ماہی آبان بھائی کیا کہہ رہے ہیں وہ سب برے کام چھوڑ رہے ہیں نہیں میں نہیں مانتی زویا یہ سب دکھا دے ضرور آبان کے اس دکھاوے کے پیچھے کوئی مطلب ہوگا ایسے کیسے کوئی خود کو اتنی جلدی بدل سکتا ہے اچھا ماہی اگر تم نہیں کرنا چاہتی دوستی تو نہ کرو میں تمہیں فوراً نہیں کر دوں گی۔ اچانک مغرب کی طرف سے کالی ٹھانیں اٹھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے آسمان پر چھانگنی نیلے بادلوں کو گھٹاؤں نے اپنی پلیٹ میں لے لیا داؤ کتنا خوبصورت منظر ہے ایک بار پھر سے سب اس منظر کو موبائلز میں کیچ کرنے لگے جبکہ ازمان، نعمان آبان اور زویا سب کو یوں اکسائیڈ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے ان کے لیے یہ منظر نیا نہ تھا وہ پہلے بھی ایسے منظر دیکھ چکے تھے گاؤں میں تو اکثر ایسے منظر دیکھنے کو ملتے ہیں اچانک بادل زور سے گر جا اور بارش شروع ہوگئی سب دوڑ کر برآمدے کے اندر آ گئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے بارش پورے زوروں سے شروع ہوگئی۔ دی چلو بارش میں بھگتے ہیں ماہم نے شرمین اور رانیہ سے کہا زویا نے بھی کہا پروہ دونوں بولی نہیں تم دونوں جاؤ ہم نہیں جاری سر دی ہو جائے گی ارے دی کہاں گریو میں کہاں سر دی ہوتی ہے سر دی تو سر دیوں کی بارش میں بھگنے کی ہوتی ہے دی آپ کو نہیں پتہ گریو کی بارش کا انتظار تو لوگ شدت سے کرتے ہیں اور یہ تو جون کی پیٹی بارش ہے اسے ہر گز مرس نہیں کرنا چاہیے ارے زویا تم رہنے دو ان سب کو چلو ہم بھگتے ہیں اور مجھے بھی بھگنا ہے کیونکہ مجھے بھی بارش میں بھگنا بہت پسند ہے وہاں امریکہ میں تو لوگ بارش کی ایک ایک بوند کے لیے ترس جاتے ہیں عاشر نے

اتنا کہا اور بارش میں بھٹکنے لگا پھر عاشقوں میں بھٹکتا دکھ کر سب کا جی چاہا کہ وہ بھی بھٹکے پھر سب باری بارش بارش میں بھٹکنے لگے۔ بارش بھی کہہنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور نیچے سے ازمان کی امی سب کو آوازیں دینے لگی کہ بس کرو اب نیچے آ جاؤ سردی لگ جائے گی۔ تو رانیہ بولی، زویا تم تو کہہ رہی تھی کہ سردی نہیں لگتی اور دوسرے ہی پل رانیہ کو زوروں کی چھینک آئی اور وہ سردی سے کانپنے لگی تو زویا کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا کوئی بات نہیں دی یہ تو بس ایسے ہی تھوڑی دیر بعد اس سردی کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا پھر اس کے بعد شرمین کا بھی وہی حال تھا وہ دوز کرآمدے میں آگئی وہ بولی یار لگتا تو نہیں ہے کہ یہ گرمیوں کی بارش ہے دانت دیکھو کیسے بچ رہے ہیں جیسے اگلے ہی پل نکل کر زمین پر گر جائیں گے بیٹا سب نیچے آ جاؤ ازمان کی امی نے پھر سے آواز دی جی امی جان آ رہے ہیں پھر سب ایک ایک کر کے نیچے جانے لگے چھت پر صرف زویا ماہم آبان اور عاشقہ رہ گئے، آبان بار بار ماہم کی جانب دیکھ رہا تھا اسے یوں ماہم کا عاشق کے ساتھ ہنس ہنس کے بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ غصے سے ماہم کی طرف دیکھتا ہوا چھت سے نیچے اتر گیا۔ زویا نے موقع غنیمت جانا اور بولی ماہی تم ایک منٹ رکو میں ابھی آتی ہوں زویا نے ماہم کو آنکھوں سے اشارہ کیا اور چھت سے نیچے اتر گئی اب دونوں کے سوائے چھت پر کوئی نہیں تھا عاشق اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بولا میں یہ برسات زندگی میں کبھی نہیں بھولوں گا پہلے بھی بارش ہوتی تھی پہلے بھی بارش میں کئی بار بیٹھا ہوں مگر آج نجانے کیوں بارش میں بھٹکتا اٹھا اچھا لگ رہا ہے دل چاہتا ہے یہ بارش کبھی نہ تھے اور میں یونہی بارش میں بھٹکتا رہوں پر شرط صرف یہ ہے کہ سنگ تیرا ساتھ ہو..... جسے ماہم سن نہیں پائی تھی پھر عاشق بولا تم نے میری بات کا اب تک جواب نہیں دیا، کوئی بات کا ماہم نے جان بوجھ کر انجان بننے ہوئے کہا ماہم اب زیادہ انجان مت بنو وہی جو میں نے تم سے تین دن پہلے کیا تھا۔ اچھا اگر بھول گئی ہو تو دوبارہ یاد کر دیتا ہوں ماہم اگر کوئی تم سے کہے کہ مجھے لکڑیوں کی آگ جلا کر چائے بنا کر دو تو تم کیا کرو گی..... تو ماہم نے کئی دیر بعد سوچنے کے بعد جواب دیا کہ بتا دوں گی، اتنا کہہ کر ماہم دوز کر چھت سے نیچے اتر گئی رکو تو سہی ماہم عاشق پیچھے سے آوازیں دیتا رہ گیا۔ ماہم دیکھ لینا ایک دن تم میری ہوگی صرف میری پھر تم یوں مجھ سے نظریں چرا کر کبھی نہیں جاسکو گی پھر تھوڑی دیر بعد عاشق بھی نیچے آ گیا۔

آج انہیں گاؤں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا اس ایک ہفتے میں سب نے بہت انجوائے کیا تھا کسی کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ گاؤں چھوڑ کر واپس جائیں مگر جانا تو تھا..... مجھے لگتا ہے اب ہمیں واپس جانا چاہیے رات کو ذریعہ عاشق کے ابونے کہا۔ نجانے غیر موجودگی میں آفس کا کیا حال ہو گا یوں تو وہ آفس سے ہوا آتے تھے مگر پھر بھی اب بہت دن ہو گئے تھے پھر نثار احمد نے بھی منزل کی ہاں میں ہاں ملائی مگر سب بچوں کے منہ اتر گئے نہیں دادا ابو، ابھی نہیں ابھی نہیں دن ہی کتنے ہوئے ہیں آئے ہوئے نہیں زویا تمہارے دادا ابو بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں زویا کی امی نے زویا کو ڈانٹا اور پھر تم نے اور ماہم نے کانچ بھی تو جانا ہے مانا کہ ہمیں چھٹیاں ہیں پر میں جانتی ہوں نئی کلاسوں کا آغاز ہو چکا ہو گا بھڑ زویا نے سر کھجایا اور بولی ہاں یہ بات بھی سچ ہے پریشان ہونے کی بات نہیں ہے سب کو اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا اور میں نے تو سوچا ہے آبان کی شادی بھی اسی حویلی میں کی جائے۔ کیوں کیا خیال ہے سب کو تو نثار احمد کو سب نے اپنی رضامندی

دی تو نثار احمد بہت خوش ہوا مگر دادا ابو شادی کے لیے ایک لڑکی ضرورت ہوتی ہے تو زویا بیٹا تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے آبان کے لیے لڑکی ڈھونڈ رکھی ہے بس آبان جلد از جلد اپنا وعدہ پورا کر کے دکھائے پھر اسی حویلی میں آبان کی شادی دیکھنا کتنی دھوم دھام سے ہوگی۔ سب نے نثار احمد سے پوچھا کہ کیسا وعدہ تو نثار احمد نے کہا کہ دقت آنے پر تم سب کو پتہ چل جائے گا کافی الحاح تو ابھی شروعات ہوئی ہے آخری رات سب نے حویلی میں خوب ہلہ گلہ کیا پھر صبح کو سب گاؤں والوں نے ان کو محبت اور عزت سے رخصت کیا نثار احمد نے گاؤں والوں سے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد گاؤں واپس آئیں گے اور آبان کی شادی اسی حویلی میں کریں گے فی الحال تو کام اور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ ہے اس لیے وہ سب جارہے ہیں سب دل میں گاؤں کی حسین یادیں لیے واپس آ گئے۔

گاؤں سے واپسی کے بعد سب کی زندگیاں معمول کے مطابق چل نکلی تھیں سارے اپنے اپنے گھروں میں خوش تھے زویا اور ماہم نے پھر سے کالج جوائن کر لیا اور وہ اپنی سٹڈی میں بڑی ہو گئیں شاذل اور شرمین آبان اور زویا کی شادی شدہ زندگیاں بہت اچھی گزر رہی تھیں رضی نے بھی آفس جوائن کر لیا تھا دلدار نے آفس جانا چھوڑ دیا تھا اب احسن، شاذل اور رضی نے کام کو منسلک لیا تھا ادھر عاشق اور ازمان بھی مل کر کام کرتے عاشق نے بھی ازمان سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا کیونکہ ازمان کو کچھلے دوسالوں کا تجربہ تھا رانیہ نے کئی بار عاشق سے کہا کہ وہ ماہم کو اور سب گھر والوں کو بتا دے مگر عاشق کہتا کہ رانیہ ماہم کے دل میں کیا ہے وہ میں جانتا ہوں اور میرے دل میں کیا ہے وہ ماہم جانتی ہے اظہار کی کیا ضرورت ہے خاموش محبت کا بھی اک اپنا ہی مزہ ہے اور ابھی ماہم پڑھ رہی ہے میں اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا وقت آنے پر بتا دوں گا پر بھائی کم از کم گھر والوں کو یعنی ماما اور بابا کو بتا دو میری پیاری سی گڑیا بتا دوں گا سب کو ایک دن آخر اتنی جلدی بھی کیا ہے عاشق رانیہ کی بات ہنس کر نال دیتا کیونکہ اسے یقین تھا کہ ماہم اسی کی ہے مگر کبھی بھی یقین غلط بھی ہو سکتے ہیں وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ یقین کو ٹوٹنے میں پل نہیں لگتا تب انسان بہت پچھتا تا ہے رانیہ بھی کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اسے عاشق نے سختی سے منع کر رکھا تھا وہ بھی چپ ہی رہتی، سب کو گاؤں سے آگے ہوئے تین ماہ ہو گئے تھے ان تین ماہ میں آبان نے خود کو مکمل طور پر بدل لیا تھا سب اسے دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ آبان کو کیا ہو گیا ہے سب اس میں آنے والی تبدیلی کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے اب تو آبان نے عالیہ بیگم کے گھر بھی آنا شروع کر دیا تھا وہ جب بھی عالیہ بیگم کے گھر آتا تو ماہم کو بہت غصہ آتا اسے ذرا بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ آبان ان کے گھر آئے پھر آبان عالیہ بیگم سے کہتا کہ بڑی امی اب تو میں نے سب کے ساتھ ہنسنا کھیلنا بھی شروع کر دیا ہے سب کے ساتھ ہنس کر ملتا ہوں اب تو میں سب کو اچھا لگتا ہوں ناں، تو عالیہ بیگم کہتی ہاں آبان بیٹا تم بہت اچھے ہو کون ہے جو تمہیں برا کہتا ہے تو آبان خوشی سے عالیہ بیگم کے گلے سے لپٹ جاتا اور ماہم کی طرف دیکھ کر مسکراتا اب ہر کوئی آبان کی تعریف کرتا آبان نے بہت جلد سب کی نظروں میں اپنا مقام بنا لیا تھا۔

(کیا آبان ماہم کے دل میں اپنا پیار پیدا کر سکا؟ کیا ماہم سے آبان کی شادی ہوگی آئندہ قسط ضرور پڑھے)

محبت چھوڑ دی ہم نے

✓...تحریر: مس افشاں، ملتان روڈ لاہور

شرم کرو سعد، مجھے تو تم سے ڈر لگتا ہے کہیں تم مجھے چھوڑ نہ دو تم شہری لوگوں کا کیا اعتبار، کبھی کب، کسی موڑ پہ مجھے بیچ بھنور میں چھوڑ دو جب کبھی کوئی مجھ سے پیاری تمہاری نظروں کو جچ گئی مجھے کہاں تم نے یاد کرنا ہے صبغہ تم ازما لینا اللہ نہ کرے اللہ نے ہی کرے کہ ہم دونوں اگر مل نہ سکیں تو دیکھنا تم شادی کر لو گی میں ساری زندگی تمہارے انتظار میں کنوارہ رہوں گا۔ وہ ہے ناں گانا میں دنیا بھلا دوں گا تیری چاہت میں، سعد، صبغہ نے چیختے ہوئے کہا میرے ہاتھ سرخ ہو گئے ہیں تمہیں شرم نہیں آئی۔ صبغہ نے سعد کو ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا ہائے یہ تو واقعی سرخ ہو گئے ہیں۔ سعد نے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ان لکیروں میں ہماری جگہ کہاں ہے۔ کہیں بھی نہیں۔ صبغہ نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ سعد نے لمبی سانس بھیتے ہوئے کہا ایک بار ذرا مل لو صبغہ پھر بتائوں گا تمہیں اچھا اچھا زیادہ خوش نہ ہو تمہارے ابو اگئے ہیں ہاں، صبغہ نے جلدی سے پیچھے مڑتے ہوئے کہا۔ سعد نے کھل کھلا کے ہنستے ہوئے صبغہ کے منہ پہ پانی کا چھینٹا مارا اور مسکراتے ہوئے اندر چل دیا۔ انٹی تولیہ دے دیں، بیٹا صبغہ کو کھو میں ذرا چاٹی سے مکھن نکال رہی ہوں امی اب یہ خود ہی پکڑے گا سامنے کرسی پہ تولیہ رکھ کے آئی ہوں۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

سعد کے دوست نے آتے ہی ٹیپ ریکارڈر آف کیا۔ بڑے ڈھکی گانے سے جار ہے ہیں سعد! تم بہت پریشان لگ رہے ہو! کیا بات ہے۔ خیریت ہے۔ ہاں یار خیریت ہی ہے سعد نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ خیریت ہے تو پھر پریشان کیوں یار یہ خیریت ہی تو پریشان کر رہی ہے۔

کیا مطلب؟ کچھ نہیں یار بس یونہی بیٹے دنوں کی یاد آ رہی ہے واہ ری قسمت کیا کیا دن دکھائے تو نے بھی رنگینیاں زندگی میں بھر دی اور بھی ویرانے میں لا کھڑا کر دیا کتنے غموں کے پہاڑ ٹوٹے، کیسی کیسی سرخ آندھیاں چلی جن کی زد میں ہمارے پیارے بھی ہوا میں پچھپوں کی طرح اڑ گئے لیکن انسان اپنی موت سے پہلے نہیں مر سکتا! یہ جھوٹ ہے کہ انسان کسی

محبت چھوڑ دی ہم نے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

89

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

88

محبت چھوڑ دی ہم نے

کی جدائی میں مر جاتا ہے نہیں یہ غلط ہے! انسان کسی کی جدائی میں مرتا نہیں تو جیتتا بھی نہیں۔ وہ شمع کی طرح جلتا رہتا ہے۔ پروانے کی طرح تڑپتا رہتا ہے۔ دیمک زدہ مگڑی کی طرح کھوکھلا ہوتا رہتا ہے۔ سمندر کی موجوں کی طرح بکھرتا رہتا ہے مجنوں کی طرح بھٹکتا رہتا ہے غموں کے سائے تلے سلگتا رہتا ہے اس کے چہنچہ کا انداز بدل جاتا ہے وہ مچلتا ہے پھپھکی کی طرح! یعنی مایہ بے آب کی طرح مگر اس کے دل کی تڑپ کوئی نہیں دیکھ سکتا ایک تو وہ اپنے محبوب کی یاد میں سسکتا رہتا ہے دوسرا اس ظالم سماج کے طعنے اسے جیتے نہیں دیتے۔

وہ انسان جو کبھی اتنا نا پرست ہوتا جو کبھی کسی کو خاطر میں نہیں لاتا زار ذرا سی بات پر ناراض ہوتا ہے اچانک اس کی لائف میں ایسا کونسا ٹریننگ پوائنٹ آتا ہے کہ سب بدل جاتا ہے۔ اپنے نازخے بھول جاتا ہے۔ آخر وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ کیا وہ اپنی ذات کی نفی کر دیتا ہے یا کہ اس کے نازخے اٹھانے والا نہیں رہتا انسان کو کبھی کسی کو دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہیے دھوکہ دنیا کی سب سے بری چیز ہے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے اس دھوکے نے نفی زندگیاں بر باد کر دی ہیں۔ کتنے چچل، نازک معصوم لوگوں کی زندگیاں اجیرن بنادی ہیں اُوہ لگتا ہے میں زیادہ کچھ اموشنل ہو گیا۔

آئے قارئین کہانی کی طرف آتے ہیں، سعد آج اپنے گزرے وقت کو یاد کر رہا ہے آئیے سعد کی کہانی سننے میں بلکہ پڑھتے ہیں۔

دیباغیر میں سعد کو آئے سات برس ہو چکے تھے سعد ہر بل اپنے پیاروں کو یاد کرتا تھا ادھر پاکستانی رشتے دار بھی سعد کا بڑے فخر سے ذکر کرتے تھے ہمارا بھائی، ہمارا کزن، میرا بیٹا لندن میں رہتا ہے..... لیکن سعد کو دیباغیر میں صبح معنوں میں اپنی دھرتی کی

قدر ہوئی تھی پاکستان میں رہتے ہوئے وہ کسی کو یوں یاد رکھتا تھا کہ نہیں جتنا ان سے دور وہ کہ سب کی قدر کا احساس ہوا تھا۔

فون پہ جب کبھی اپنے ماں، باپ اور بہن بھائیوں سے بات ہوتی تو وہ سب عام خاص رشتہ دار کے بارے میں پوچھتا اکثر اوقات تو کچھ کزنوں کو تو یقین ہی نہ ہوتا کہ سعد ہمیں یاد کرتا ہے۔ سعد نے سات سمندر پار رہتے ہوئے بھی ہمارا پیشہ نام لے کے حال چال پوچھا ہے۔

پاکستان میں بیٹا ہوا اک اک پل اسے یاد تھا اسد کی مگنی کی رسم سارے کزن سارے رشتہ دار اکٹھے ہوئے تھے ہم سب دوست کزن اکٹھے بیٹھے تھے ایک مگنی یا شادی، بیاہ یا کسی خاص کی نویدگی میں اکٹھے ہوتے تھے اسد کی مگنی یہ کیا دور تھا بھی سوچا نہ تھا کہ اسد بھائی کی مگنی یہ گایا ہو گا نا ہادی ہو جائے گا۔

دل نے یہ کہا ہے دل سے محبت ہو گئی ہے تم سے میری جان میرے دلبر میرا اعتبار کر لو جتنا بے قرار ہوں میں خود کو بے قرار کر لو یہ گانا گاتے ہوئے جب میں اس بول یہ آیا:

تم جو کہہ دو تو چاند تاروں کو توڑ لاؤں گا میں ان ہواؤں کو ان گھٹاؤں کو موڑ لاؤں گا میں تو میں نے یونہی انجانے میں میں نے صبح کی طرف دیکھ کر گانا گادیا۔ لیکن اس وقت ہم دونوں اس گانے کے ان بولوں کے مطلب سے انجان تھے۔

اسی مگنی میں چند ایسی ہم دونوں میں باتیں ہوئیں جو میری زندگی بن گئے۔ صبح میری زندگی بن چکی تھی اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا! صبح کو حاصل کرنے کی خاطر ہی میں یہاں دھکے کھا رہا تھا۔ پتہ نہیں ادھر صبح بھی مجھے یاد کرنی ہوگی کہ نہیں۔ عید الفطر قریب آ رہی ہے عید پہ تو پاکستانیوں کی یاد دہی کرو تھی۔

اس عید الفطر پہ بھی وہی رونقیں لگی تھیں بلکہ

پہلے سے بھی زیادہ محفل بھی تھی لیکن جانے کیوں دل نہیں لگ رہا تھا۔ جانے کیوں مجھے اپنی طرح دوسرے کزنوں کی بھی کھپکھپی لگ رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ دل کا موسم اچھا ہو تو ہر چیز اچھی لگتی ہے دل کا موسم ناخوشگوار ہو تو سب ناخوشگوار لگتا ہے میرا تو دل نہیں لگ رہا تھا پہلے سعد ہوتا تھا تو عید کرنے کا مزہ آتا تھا۔ دوسروں کو تو اس کے بغیر بھی مزہ آ رہا تھا لیکن میرا دل نہیں لگ رہا تھا کرنے کا بھی مزہ وہاں ہی آتا ہے جہاں کوئی اٹھانے والا ہو۔ پہلے جب سعد ہوتا تھا تو سب سے پہلے مجھے یاد رکھا جاتا تھا چاہے باہر سیر کے لیے جانا ہوتا یا کوئی کھانے کا پروگرام ہوتا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ صبح سعد سے لے کر کوئی چیز کھانا اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ سعد پتلی کی بوتلیں لایا میں نے جب دیکھا کہ اب سعد میری طرف بڑھنے لگا ہے میں نے حسب معمول وہاں سے کھٹکے کو ترجیح دی سعد کا موڈ تھوڑا سا آف ہوا تھا لیکن وہ کزنوں پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا سعد سب کزنوں کو بول بانٹ کے میرے پاس آیا۔ میں دوڑ کر کچن میں ابویں بلا دیا مصروف کرنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سعد ضرور میرے پیچھے آئے گا۔ وہی ہوا سعد میرے پیچھے کچن میں آ گیا۔ میری سانس میں پانچل چل گئی میرے ہونٹ اسے آتا دیکھ کر کپکپانے لگے تھے کیونکہ سعد تو کسی سے ڈرتا نہیں تھا یہ لاہوری شہزادے بڑے بے باک ہوتے ہیں امی نہ آ جائے مجھے عجیب سی ہیرا ہٹ ہو رہی تھی۔ سعد بلا جھجک کچن میں داخل ہو گیا تم باہر کیوں آئی ہو! میں کوئی بھوت ہوں مجھ سے ڈری ہو! یا کہ میں پاگل ہوں سعد تم جاؤ کوئی دیکھ لے گا۔ یہ بوتل پکڑو! انہیں سعد مجھے نہیں پتہ پلینز تم جاؤ کوئی دیکھ لے گا۔ تو دیکھ لے اچھا ہے سب دیکھیں پلینز سعد جاؤ رکھ دو بوتل میں پی لوں گی۔ میرے سامنے پو! میں بیٹیں کھڑا ہوں کھڑے رہیں

میں باہر نکلے گی۔ میرے دل کی دھڑکن ختم ہو گئی۔ ہونٹ کپکپانے لگے۔ جسم یوں کانپ رہا تھا جیسے 100 واٹ کا جھٹکا لگا ہو پلینز سعد میرا بازو چھوڑ دو۔ سعد نے ہونٹوں یہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا ارے نگل تجھے کیا ہو رہا ہے۔ مجھ سے اتنا ڈری کیوں ہو۔ یا اتنی بری تو نہیں میری شکل۔ کہہ تو ٹھیک رہا تھا خوبصورتی کی تو تمام حدیں ہی جیسے سعد پہ ختم ہو جاتی تھیں۔ ادنیٰ، لمبا قد، معصوم سا چہرہ عمران عروج کی طرح لگتا تھا۔ سعد میں نے نہیں پتہ بوتل پتہ یہ تو خود ہی پی لو مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے کی دیر سی سعد کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ہاں جاؤ تم۔ ہائے سعد کتنا معصوم سا لگ رہا تھا مجھے نا جانے کیوں سعد کا دل توڑنے میں مزہ آتا تھا۔ سعد ہے بہت اچھا تھوڑی دیر بعد خود موڈ ٹھیک کر لیتا تھا میری کسی بات کا برا نہیں مناتا تھا۔ رات کو جب ہم سب یعنی سعد کے دو بھائی اسد، شاہد، چھوٹا بھائی فہد اور صیغہ اور اس کے بھائی نوید، نبیل ماموں کے گھر گئے ہر عید کے دوسرے دن بڑے ماموں کے گھر جاتے تھے ان کے بچے بھی ہماری طرح ہی تھے ماموں کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں وہ بھی بہت اچھے تھے سعد لوگ جب بھی آتے تھے سب ہی ان کی بہت چاہت کرتے تھے ان کے گھر باتیں کرنے کا زیادہ موقع ملتا تھا کیونکہ ممانی صاحبہ کھانا بنانے میں مصروف ہوتی تھی ماموں دکان پہ اور ہم سب کپیں لگانے پہ۔ اب کی بار آپ لوگ آنا بقرہ عید پر ہمارے گھر۔

نہیں سعد بقرہ عید پر گھر سے نکلنا مشکل ہے یار قربانی وغیرہ کرنی ہوتی ہے اس لیے تم لوگ ہی آ جانا شیراز نے سعد کو فوراً جواب دے دیا تو یوں بولا میرا تو لاہور جانے کو دل کرتا ہے کیوں یار تم لوگ نے 11 بجے ناشتہ کرتے ہو ہم لوگ صبح کھانا کھانے کے عادی ہیں ادھر پھو پھو سے کھانا مانگتے ہوئے بھی

شرم آتی ہے نوئی چھوٹا تھا اس لیے اس نے بغیر جھکے اصل ریزن سعد کو بتادی۔ یار تم لوگ آؤ تو سہی کھانا صبح صبح ہی مل جائے گا۔ صبحہ تم تو آؤ گی ناں! میں تمہارا ویت کروں گا سعد نے جاتے ہوئے کہا صبحہ پلیز اب تم ہمارے گھر آنا میں اور تمہارے گھر! کیوں میں کوئی غیر ہوں تمہارا کزن ہوں۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرا دل نہیں کرتا کسی کے گھر جانے کو ہم کوئی غیر نہیں ہیں۔ صبحہ تمہارے اپنے ہیں تم میرے ساتھ ہی کیوں ایسا ری ایکٹ کرتی ہو۔ چاہو اب میں جا رہا ہوں ہاتھ تو ملا لو۔ آؤ سعد جلدی کرو ابو گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں آیا آپلی پلیز صبحہ ہاتھ تو ملا لو۔ پلیز ای وغیرہ انتظار کر رہے ہیں اچھا چلو مسکراتو دو۔ میں اتنی ہی خود کو بہت خاص سمجھوں گا۔ پلیز مسکرا دو میرے دن اچھے گزر جائیں گے پلیز صبحہ تا جانے اب کب ملاقات ہو۔ پلیز صبحہ مسکرا دو سعد جاؤ چلا جاؤں گا لیکن مسکراؤ تو دو صبحہ تم بہت ظالم ہو۔ مجال ہے جو تم ٹس سے مس ہو۔ اچھا اوکے اللہ حافظ بے وفا۔

سعد دیکھتے ہی دیکھتے سب سے دعا سلام پلے کے روانہ ہو گیا صبحہ محبت تو بے پناہ سعد سے کرتی تھی لیکن اپنی عزت نفس کو بھروسہ نہیں کر سکتی تھی اپنی انا کا بھاؤ نہیں کر سکتی تھی صبحہ سے تو پیاری تھی لیکن سعد بھی کسی ہیر دوسے کم نہیں تھا نا جانے اس سعد کو گاؤں کی اس سیدی ساوی عام سی لڑکی میں کیا نظر آیا لاہور کی اتنی فیشن ایبل لڑکیاں چھوڑ کر اس پر مڑنا تھا صبحہ یہ ہی اس قابل تھی وہ کون سا کسی اور لڑکے کو کچھ جھکتی تھی گندی رنگت صراحی جیسی گردن نسواں ناک گلاب کی پگھڑیوں سے ہونٹ جھیل جیسی آنکھیں جس میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہو۔

صبحہ سعد سے زیادہ محبت کرتی تھی لیکن اس کی یہ سوچ تھی کہ اگر اظہار کردیوں گی تو بدنام ہو جاؤں گی وہ سعد کی بہنوں سیدڑ تھی کہ وہ کہیں صبحہ کو بدنام

نہ کر دیں۔ اور یہ بھی دل میں خوف تھا یہ لاہوری بابو کا کیا اعتبار کوئی گوری ملے بیچ بھنور میں چھوڑ کے کوئی اور راہ لے۔ دوست کی حیثیت سے بلاتا ہے میں ایویں غلط رنگ دے دوں۔ ویسے بھی اس شہری بابو کا مجھ پینڈو لڑکی کے ساتھ کیا جوڑ لیکن اس شہری بابو نے صبحہ کی قدر کر کے دکھائی جس کا احساس اسے سعد کی غیر موجودگی میں ہو رہا تھا۔ سعد کی یہ پہلی عید تھی جو گاؤں والوں کے بغیر منائی جا رہی تھی۔ سعد بھی کم سم کم سم پھر رہا تھا کہ سعد کے بھائی اسد نے سعد سے کہا: سعد یار اس سے تو بہتر تھا کہ تم گاؤں چلے جاتے کیا بات ہے مجھے مجھ سے لگ رہے ہو۔ اسد بھائی میرے خیال سے یہ میری پہلی عید ہے جو گاؤں والوں کے بغیر منا رہا ہوں مجھے یہ شہری روشنیاں اور رونقیں کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہیں کہیں کسی کو نے میں سکون نہیں مل رہا مجھے تو گاؤں کی کھلی ہواؤں اور بیری کے سائے میں کزنوں کے ساتھ مل کر عید منانے میں ہی مزہ آتا ہے۔ یار سعد تجھے تو ان گاؤں والوں کا ہی واما بنا میں گے اسد نے سعد کو مزاقا چھیڑتے ہوئے کہا بھائی مجھے گاؤں کے سیدھے سادے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں لیکن شاید گاؤں والوں کو میرا وہاں آنا جانا اچھا نہیں لگتا رہے سعد کیسی باتیں کر رہے ہو گاؤں والے تو اتنی عزت کرتے ہیں اور تمہیں تو صبحہ بھی بلاتی ہے۔ حالانکہ وہ ہماری کزن تھوڑی تک چڑی ہے جلدی کسی سے فری نہیں ہوتی۔ اور ہمارے تو سب رشتے دار ہماری بہت چاہت کرتے ہیں۔ نانو، ماموں، آنٹی لوگ دیکھو کیسے ہماری پیروں کی طرح عزت کرتے ہیں بھائی وہ تو ٹھیک ہے وہ سب تو یار کرتے ہیں لیکن صبحہ! سعد کے منہ سے ایسے ہی صبحہ کا نام پھسل گیا۔ نہیں یار صبحہ بھی اچھی ویسے یہ گاؤں کی لڑکیاں حیاء والی ہوتی ہے وہ لڑکوں کے ساتھ فری ہونا خود کی تو بہن تھکتی ہے۔ وہ مجھے کیوں نہیں بلاتی آپ سب

کو تو دیکھ کر تو نہیں گھراتی یا آپ کو دیکھ ادھر ادھر کنوؤں میں تو نہیں لگتا میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کرتی چلیں بھی ہم اس کو سزا دیں گے وہ آپ سے کتراتی تو سعد میاں آپ ہی کے پلے اسے باندھ دیں گے یار انجوائے کرو سعد بڑے تیز ہو گئے ہونٹ اسد سعد کے کندھے پر تھپک لگاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا اسد بھائی سعد نے اسد کو پیچھے سے آواز لگائی۔ یار کیا ہو گیا ہے تمہیں تمہاری اور صبحہ کی منگنی کر دیتے ہیں اب خوش ہو بھائی ایک منٹ بیٹھ کے میری بات تو سنیں جی جانی بولیں کیا کہنا ہے۔ آپ اسی سے کیا بات کریں گے یہی کہ تمہاری اور صبحہ کی منگنی کر دیں بھائی کہیں آنٹی مجھے رشتہ ہی نہ دیں ارے میرے بھائی میں کس چیز کی کمی ہے نہ شراب پیتا ہے نہ سگریٹ پیتا ہے نہ بری محفل میں بیٹھتا ہے۔ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق ہے لاہور میں رہتے ہوئے بھی لاہوری نہیں۔ لیکن عمر تقریباً اٹھارہ برس ہے نہ اتنی جلدی ہم تمہاری بات نہیں پتی کرنے والے ہیں اور نہ وہ صبحہ کی لیکن بھائی گاؤں والے تو لڑکیوں کی جلدی شادی کر دیتے ہیں بھائی جان آپ ایسا کریں آنٹی او انکل کے کالوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ صبحہ کا رشتہ ہم نے لینا ہے کیونکہ انھی آپ دونوں بھائیوں اور آپ کی شادی ہوگی تو میری باری آئے گی، ٹھیک ہے میری جان ایک دن وقت نکال کے تمہاری اور صبحہ کی بات مچی کر آئیں گے۔

اسد نے سعد کو حوصلہ دیا کیونکہ اگر وہ سعد کو ڈانٹ دیتا تو وہ جانتا تھا کہ سعد نے برامان جانا ہے۔ سعد کی ناراضگی نہ مول لینا ہی بہتر تھا حالانکہ اسد جانتا تھا صبحہ کا اسد کا رشتہ ممکن نہیں صبحہ کا باپ مشکل ہی ماننے والا تھا۔ لیکن سعد کی حالت دیکھتے ہوئے سعد کی امی ابو اور بہنوں نے فیصلہ کیا کہ صبحہ کا ہاتھ سعد کے لیے مانگ لیتے ہیں حالانکہ وہ خود دل سے اس رشتے کے لیے خوش نہ تھی لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر

صبحہ کا رشتہ سعد کے لیے نہ مانگا تو سعد ہم سب سے ناٹھ بھی توڑ دے گا خیر سعد کی خاطر دل پر پھر رکھ کر وہ صبحہ کا رشتہ مانگنے گاؤں چلی ہی گئی۔

کیا ہنگامہ خیز رات تھی جب کئی لوگوں کی امیدوں اور پسپوں پر پانی پھر گیا باقی آپ ہم سے صبحہ کا رشتہ مانگنے آئے ہیں جبکہ آپ کالاہور میں چھوٹا سا ایک مکان ہے اور آپ کے کا شاء اللہ چار بیٹے ہیں نہ گھر کا آنا نہ چاول نہ کوئی زمین کا ٹکڑا! ہم تو اپنے جیسے زمینداروں کو رشتہ دیں گے ویسے بھی ہماری بیٹیاں کھلے ماحول میں پلی ہیں ہماری بیٹی کیسے اس تنگ ماحول کو قبول کرے گی ہم معذرت چاہتے ہیں انکل منصور نے دو ٹوک جواب دے دیا لیکن بھائی صاحب آہستہ آہستہ محنت کر کے بنا ہی میں گے اپنے اپنے گھر بھی آپ گھر کی وجہ سے تو انکار نہ کریں سعد کی ماں نے منصور صاحب کو رشتے پر غور کرنے کو کہا باجی آپ بے فکر ہیں ابھی تو صبحہ کی اتنی عمر نہیں اور سعد بھی شادی کی عمر نہیں جب وقت آئے گا تو دیکھیں جائے گی صبحہ کی ماں نے اپنی بہن کو امید دلاتے ہوئے کہا۔ چلیں بھائی صاحب کوئی بات نہیں میں آپ کو جواب نہیں دیتا سعد اچھا اور خوبصورت لڑکا ہے ویسے بھی گھر کا بیٹا ہے محنتی بھی لگتا ہے آپ ایسا کریں ایف اے تو کروائیں اسے پھر سوچ لیں گے۔ انکل منصور بھی بڑے غرور سے بات کرتے تھے۔

تو پھر کہیں کام کے سلسلے میں ملک سے باہر بھیج دیں تو ہم صبحہ کا رشتہ دے دیں گے کہتے ہیں کہ کوئی چاہت سے آئے تو انکار نہیں کرنا چاہیے ہم نے بھی اچھی 7 سال تک صبحہ کی شادی نہیں کرنی وہی چار پانچ برس سعد ملک سے باہر گزار لے کچھ کا کے اپنے پاؤں پہ بھی کھڑا ہو جائے گا ٹھیک ہے یار منصور تیری بات یہ غور کرتے ہیں نکالتے ہیں کوئی حل۔ ہائے رے بابل یہ تو نے کیا فیصلہ سنا دیا ادھر ایک پل بھی

سعد سے دور رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اس سے تو بہتر ہے کہ آپ میرا رشتہ نہ دیں سعد کو۔ لیکن سعد کو ملک سے باہر جانے نہ دیں میرا کزن تو ہے بھی معصوم ہے وہ تو یہاں کسی کے بغیر چلتا پھرتا تو وہاں دیار غیر میں وہ کیسے رہے گا میں یہ سوچ سوچ کے ہلکان ہو رہی تھی کہ سعد کا کیا ہے گا نہیں آئی برانہ مان جائیں اور دوبارہ رشتہ لینے بھی نہ آئیں۔ ابو نے سراسر غلط بات کی تھی اصل میں ابو سعد کو رشتہ دینا ہی نہیں چاہتے تھے میری رائے کی تو ان کے سامنے کوئی اہمیت ہی نہ تھی مجھ سے انہوں نے رائے لینی بھی کہاں تھی میں بھی مشرقی عورت تھی یہاں اپنی خواہشوں، آرزوؤں سے زیادہ ماں باپ کی عزت کو اہم سمجھا جاتا ہے اور دوری مشرقی عورتوں کی طرح میں نے بھی ماں باپ کے ہر فیصلے کو سرختم تسلیم کیا تھا اور کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہمیں عورتوں کو رہنے کے لیے ایک چھت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چھت بھی باپ کی تو بھی بھائی کی کبھی شوہر کی تو بھی بیٹے کی ہوتی ہے عورت کو اس چھت کے نیچے رہنے کی خاطر ان لوگوں کی غلامیوں کی طرح جا کر کرنی پڑتی ہے اپنا من مارنا پڑتا ہے کیونکہ اس نے زندگی کے دن عزت سے گزارنے ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کی بات ماننا پڑتی ہے چاہے ماں باپ بچوں کی زندگی جس مرضی انداز سے تباہ کر دیں۔ ماں باپ بھی اپنی طرف سے صحیح ہی سوچتے ہیں یہ تو ہم بچے اپنے تئیں کئی فیصلے کر لیتے ہیں کئی خواب سجا لیتے ہیں اور جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں، پھرتے ہیں تو ان خوابوں کو جوڑنے کے لیے عمر بیت جاتی ہے دل کی کرچیاں اٹھاتے اٹھاتے عمر بیت جاتی ہے جب خواب ٹوٹ جاتے ہیں تو کبھی زندگی میں کوئی لمحہ بھی دل کو قرار نہیں آتا خدا کی امانت ہوتی ہیں یہ سائیں اس امانت کا بوجھ لیے پھرتے ہیں ورنہ کوئی زندگی تو نہیں ہوتی دل جلوں کی۔ آئی تو یہ کہہ کے اٹھ گئی جوڑیوں آسمانوں

بہتی ہیں اگر سعد اور صبغہ کا نصیب ہوا تو مل جائیں گی ورنہ جہاں جہاں ان دونوں کے نصیب ہوں گے ہو جائے گی شادی بھی۔ ویسے ہم کوشش کریں گے سعد کو باہر بھیجنے کی بھائی صاحب آپ سے کیا چھانا ہم بھی اتنے لینڈ لارڈ تو ہیں نہیں کہ صبح ہی سعد کو بھیج دیں کچھ عرصہ تو لگے گا بھائی صاحب آپ کی سے ذکر نہ کیجئے گا کہ آپ نے ہمیں رشتے سے انکار کیا ہے۔ سعد نیشن بہت لیتا ہے وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سعد ابھی بچہ ہے ایسے ہی کسی کزن نے مذاق کر دیا ان کا مذاق نہیں میرے بیٹے کی جان نہ لے لے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس بات کو اب یہیں ختم کر دیں ویسے میں پوری کوشش کروں گا سعد کو ملک سے باہر بھیجنے کی میرا دوست رہتا ہے لندن میں اس سے بات کر کے سعد کا کوئی حل نکالتا ہوں آپ بس صبغہ کا رشتہ نہ کی اور کو دیتے گا باقی اللہ کی جورضا ہے ہونا تو وہی ہے بھائی آپ کو ہم نے انکار کب کیا ہے صبغہ آپ کی امانت ہے جب چاہیں آپ لے جاسکتے ہیں لیکن ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچوں کو دنیا کی ہر آسائش ملے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جس سے میری بیٹی کی شادی ہو اس کا کوئی الگ بینک بینکس ہو، کوئی بزنس ہو، مکان ہو، میری صرف دو ہی بیٹیاں ہیں پڑھ لکھ رہی ہیں آئی نے صبغہ کے سر پر پیار ویا صبغہ تو رونے لگ پڑی۔ ایک ہفتے بعد سعد گاؤں آیا بڑی مشکل سے ہم نے بات کرنے کا وقت نکالا وہ نانی کے گھر جا کے بات ہوئی طبیعت تو میری بھی خراب تھی لیکن سعد کو محسوس نہیں کروانا چاہتی تھی سعد کی آنکھیں سرخ سرخ لگ رہی تھیں جیسے ساری رات جاگ کے گزری ہو پہلے تو کافی دیر ہم دونوں چپ رہے پھر سعد نے خاموشی توڑی۔ صبغہ میں ایک ماہ کے اندر اندر اپنے وطن کو چھوڑ کر لندن ابو کے ایک دوست کے پاس جا رہا ہوں۔

مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے گھر والوں نے تمہارے لیے ایک علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کی ہے ہمارے پاس گھر تو ہے لیکن وہ ہم چار بھائیوں کا ہے اور یہاں پاکستان میں رہتے ہوئے تو میں اتنی جلدی وہ بھی لاہور میں ایک اچھا گھر نہیں خرید سکتا، لیکن دیار غیر میں محنت کر کے یہ ممکن کیا جاسکتا ہے تم میرا انتظار کرنا میں تمہارے لیے یہ وطن چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ بہت جلد تمہاری خوشیوں کی خاطر بہت سی دولت کما کے لاؤں گا میں جانتا ہوں ابھی تو ہم نے ایک دوسرے کو کبھی جی بھر کے دیکھا نہیں تم نے تو کبھی مجھ سے بات بھی نہیں کی تمہارے پاس تو میری بہت سی باتیں یاد کرنے کو ہیں میرے پاس تو وہ بھی نہیں سوائے تمہاری گھبراہٹ کے سعد کوئی دیکھ لے گا۔ سعد کوئی آ جائے گا۔ تم نے تو صرف باتیں ہی یہ کہ ہیں صبغہ میری طرف تو دیکھو سعد نے صبغہ ہلکا سا صبغہ کی ٹھوڑی پہ ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ صبغہ نے آنکھیں اٹھائیں طوفان بچا کے رکھ دیا پھیل جیسی خوبصورت موٹی موٹی آنکھوں میں سیلاب اُٹھ رہا تھا۔ سعد تم بے وفائی نہ کرنا رے صبغہ تو نے یہ کیسی بات کی ہے سعد کے ساتھ بے وفائی کا لفظ سوٹ نہیں کرتا۔

صبغہ اپنی آنکھیں صاف کر اور اب رونا نہیں ورنہ میں بھی ہمت ہار جاؤں گا۔ بچی تمہاری خاطر ہی تو میں جا رہا ہوں اور یہ بات اپنے دل میں بٹھا لو کہ سعد تیرا ہے اور تیرا سعد بھی بے وفائیں ہو سکتا۔ پلیز یاد جانی دفعہ تو بیمار کی باتیں کر لو تم نے کبھی مجھ سے کوئی فرمائش، کوئی بات نہیں کی اگر میں نے کبھی کوئی تنخواہ چاہت سے دیا بھی تو تم نے وہ بھی بڑی بے دردی سے ٹھکرا دیا سعد مجھے تمہاری امی اور بہنوں سے ڈر لگتا ہے میں کہتی ہوں ہماری جو عزت سب رشتہ داروں میں بنی ہوئی ہے بنی رہے سعد شادی سے پہلے ہی ہم تمام جدوں کو پار کر جائیں خدا کی بھی ناراضگی اور دنیا کی بھی لعنت لے اس سے بہتر ہے

محبت چھوڑ دی ہم نے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

94

محبت چھوڑ دی ہم نے

محبت چھوڑ دی ہم نے

ہم خود پہ کنٹرول رکھیں اور خدا سے ملنے کی دعائیں کریں۔ سعد پتہ نہیں کیوں مجھے لگتا ہے جیسے تم مجھ سے کتنی محبت نہیں کرتے میرے دل میں آتا ہے کہ تم کو آخر مجھ میں کیا ایسا نظر آیا ہے جو تم لاہور کی لڑکیوں کو چھوڑ کر ایک گاؤں کی معمولی لڑکی پہ مرٹے صبغہ کون کہتا ہے کہ تم معمولی ہو، میری کائنات ہو، تمہارے بنا مجھے اپنی زندگی ادھوری لگتی ہے سعد لگتا ہے کوئی نیچے آ رہا ہے میں اوپر چھت پہ جاتی ہوں تم بھی تھوڑی دیر بعد آ جانا سارے اوپر دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں صبغہ جلدی سے چھپ پہ چلی گئی تھوڑی دیر بعد سعد بھی آ گیا۔ سعد کے باہر جانے کی خبر سن کے ماموں کے بچے بھی اور چھوٹی آنٹی کے بچے بھی سعد کو ملنے نانی کے گھر آئے تھے۔ کافی دیر مل کے کپ شپ ہوتی رہی آنکھوں آنکھوں سے تیر چلتے رہے سعد نے وہی گانا لگایا جو وہ اکثر سنتا تھا۔

میں عشق اس کا وہ عاشق ہے میری وہ لڑکی نہیں زندگی ہے میری وہ دن بھی بڑا یادگار تھا بہت ہی ہم نے انجوائے کیا۔ سعد کے باپ نے اپنی گاڑی بیچی اور آئی نے اپنا سارا زور بیچ کے سعد کو باہر بھیجا جب سعد کو ایر پورٹ پر رخصت کرنے کیلئے گئے تقریباً سب ہی موجود تھے سوائے صبغہ کے بڑی ظالم لڑکی ہے اپنی اناء کو نہیں گلے دیتی۔ مجال ہے جو ناک پہ کبھی بیٹھنے دے۔ موبائل بھی نہیں تھا صبغہ کے پاس کہ جانی دفعہ فون یہی بات کر لیتا۔ سعد کے لیے وہ وقت بہت اذیت ناک تھا۔ سعد کے گھر میں صبغہ کی بہت سی تصویریں تھیں جو کہ سعد کی آپنی شکیلیہ کی شادی یہ اتاری تھیں سعد نے صبغہ کی تصویریں فریم بھی گر دوائی ان میں سے ایک تصویر بیگ میں پیک کر لی ٹھیک 18 گھنٹے کے بعد فون آیا ماں میں پہنچ گیا ہوں۔ میٹ ورک کی خرابی کی وجہ سے فوراً نہ بتا سکا۔ بچانے میری کافی خاطر تواضع کی ہے۔ کہتے ہیں کہ

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

95

محبت چھوڑ دی ہم نے

ایک ہفتہ پہلے تمہیں گھماؤں، پھراؤں کا پھر کام شروع کرنا۔

سعد کے جانے کے بعد صبغہ کو احساس ہوا صحیح کی قدر سعد کے ساتھ اب وہ 22 برس کی ہو چکی تھی سعد کو 6 سال ہو گئے تھے باہر گئے صبغہ سے چھوٹی بہن کی شادی کر دی یہ صبغہ کی ماں کی بدولت تھا کہ وہ ابھی تک سعد کو اپنا داماد تسلیم کیے ہوئے تھی اسی وجہ سے صبغہ کی پرواہ کیے بغیر صبغہ کی چھوٹی بہن کی شادی کر دی لیکن اب صبغہ کی ماں بھی صبغہ کے لیے بہت پریشان تھی چھوٹی بہن ایک بچے کی ماں بن گئی تھی اور صبغہ ابھی تک سعد کا انتظار کر رہی تھی سعد کی نہ کوئی چٹھی نہ کوئی فون بھی گاؤں آیا تھا جبکہ اس کے گھر والے عیش کر رہے تھے سعد کی ماں کنیز بیگم نے مزے بھانجی کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔ ان کے دن پہلے سے بہت اچھے ہو گئے ایک کنال کی کوٹھی خریدی پانچ مرلے کے گھر سے نکل کر ڈیفنس میں ایک کنال کے گھر میں بڑی ٹھاٹھ سے رہنے لگی اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی دھوم دھماکے کی دونوں دامادوں کو سلمانی میں کارس دیں اور پہلے سے بیاہی بیٹی کو بھی کاروے کر سعد کی ماں بہت مغرور ہو گئی تھی۔ سعد کے پیسوں سے پہلے ایک مشین لگائی پھر کاروبار میں اضافہ ہوتا گیا کافی فائدہ 4 بڑی 10، 10 لاکھ کی مشینیں فیکٹری میں لگائیں جو کپڑے پر کڑھائی کرتی تھیں۔ صبغہ کی نانی اور دادی جو آپس میں دونوں بہنیں تھیں صبغہ کے لیے بہت پریشان رہنے لگیں۔ وہ صبغہ کی ماں کو روز کہتی کہ صبغہ کی عمر نکلتی جا رہی ہے ابھی تو کوئی ڈھنگ کا رشتہ مل جائے گا سعد کی ماں نے گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیا ہے تو وہ بھی تو اسی کا بیٹا ہے وہ سگی ماں کو بلانا پسند نہیں کرتی تو سعد کیے صبغہ کی خاطر کنوارہ بیٹھا ہوگا۔ اس نے بھی وہاں کوئی میم کر لی ہوگی میں تو کہتی ہوں احمد یار کے لیے تمہاری بھابی رشتہ ملتی ہے صبغہ کا دے

دو اسے رشتہ زیادہ لیٹ نہ کر دیہنہ ہوا احمد یار ہاتھوں سے نکل جائے اور صبغہ سعد کا انتظار کرتی جائے کنیز بی بی تو بہن، بھائیوں کو گھاس نہیں ڈالتی وہ کہاں صبغہ کو بہو بنانے کے لیے جانے گی جس نے عید، شب برات یہ صبغہ کے سر پہ پیار نہیں دیا۔ سعد تھا جو چاہت کرتا تھا کوئی بات نہیں خالہ کر لے عیش کرتی تھی اب سعد کی شادی یہ آتا ہے سعد پھر ہماری بیٹی نے بھی عیش کرنے ہے صبغہ کی ماں نے اپنی ساس کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ ویسے بیٹا تم ہو کہ آئے گا تو حالات بدل جائیں گے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ سعد بھی ان جیسا ہے۔ اگر سعد نے بھی آنکھیں پھیر لیں تو کیا ہوگا اس طرح تمہاری بھابی بھی کہے گی اب بہن نے گھاس نہیں ڈالی تو اب میرے بیٹے پہ نظریں رکھ لی ہیں مجھے تمہارے سعد سے زیادہ احمد یار اچھا لگتا ہے۔ انپکڑ ہے تھا نہ لوہا مال میں شکل و صورت بھی اچھی ہے چاہت کرنا والا لڑکا ہے۔

مجھے تو احمد یار بہت پسند ہے اپنی صبغہ کو بہت خوش رکھے گا۔ بیسہ ہو تو گاؤں بھی شہر کی طرح ہیں وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے خالہ لیکن تین ماہ کی بات ہے سعد آ رہا ہے۔ پتہ چل جائے گا سعد کیا کر رہا ہے دیکھئے گا ماں جی جب سعد نے ماں کو منہ تو جواب دیا نہ کہ شادی کراؤں گا تو آئی کے ہاں ورنہ کہیں نہیں کراؤں گا تو باجی کا پھر خود ہی دام درست ہو جائے گا اللہ کرے بیٹا ایسے ہی ہو صبغہ دادی نے خود کو سلی دیتے ہوئے کہا ادھر صبغہ بھی پل سعد کی سلامتی کی دعائیں ملتی سعد کو بھی کدھلیف نہ پہنچے سعد کے گھر والوں کو تو اس کی دولت سے ہی پیار تھارتھوں کی ان کے ہاں کوئی ویلنٹین تھی انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ سعد جو اتنی کمائے کے مرہن بنی آرڈر کرتا ہے وہ کیسے حاصل کرے ہے کیسے سب گھر والے گل چھڑے اڑا رہے تھے

نہ کہا کہ سعد کے بھیجے ہوئے پیسوں کا کوئی علیحدہ گھریا زیور ہی اس کی بیوی کے لیے بنا کر رکھ لیں۔ بلکہ آئے روز اپنی کوٹھی میں پارٹیاں رکھتی رہی اور اونچے سٹینس کے لوگوں سے میل جول بڑھا لے۔ بس اب کنیز بیگم کو سٹینس کی فکر لگی رہتی تھی صرف سٹینس کی باتیں کرتی تھی وہ اس کی بیٹیاں جیسے شروع سے بڑی نہیں تھیں۔

کنیز بیگم کے گھر میں ساری سربراہی کنیز بیگم کی تھی اپنے شوہر کو تو وہ کچھ سمجھتی نہیں اپنے سگے بیٹوں سے اتنی محبت نہیں تھی جتنی چھوٹے داماد جی سے تھی کیونکہ وہ گھر داماد تھا چھوٹی بیٹی سعد کے بعد پسند کی شادی کروائی تھی چھوٹے داماد کی ہر بات مانی جاتی تھی وہ ذرا شوخا سنا تھا ای اہی کرتا رہتا تھا اتنے میں ہی کنیز بیگم پھولے نہیں ساتی تھی اس کے چھوٹے داماد کی تو باتیں ہی یہ تھیں امی آج فلاں ہوئیں میں کھانے کے لیے چلیں فلاں ہوئیں سے اس کریم کھانے چلیں۔ کے ایف سی کے برگر کھانے چلیں اور جب کنیز بیگم مان جاتی تو امی آپ بہت گریٹ ہیں کنیز بیگم بھی آصف بیٹا آصف بیٹا کرتی پھرتی اسدا بی بی ماں یہ کھڑتا تھا لیکن ماں تھی وہ کبھی کیا سکتا تھا اتنی امیر ہونے کے باوجود بھی بیٹیوں کی شادی پہ نہ زیور زیادہ اور کپڑے کسی نہ کام کے جالانگہ اسدا کی اپنی انڈسٹری تھی جو پیسہ کماتا کچھ مشینوں کا ٹھیکہ دے دیتا اور باقی ماں کی جیبی پہ رکھ دیتا تھا اسدا اصل میں ملڈ پاس تھا اس سے چھوٹا 15 ہزار کماتا تھا اس سے اس کا اپنا خرچہ پورا ہوتا تھا اس سے چھوٹے کو تو بڑے اچھے سکول میں ایڈمٹ کر دیا تھا جس کا خرچ سعد پورا کرتا تھا۔

یہ بیٹیاں سب عیش کر رہے تھے ادھر سعد ہر خوشی کے موقع پر کسی عید شب برات پر ہاتھ سرہانے دے کر روتا تھا وہاں اس کا حال پاکستان کے چڑا سیوں سے بھی بڑھ کر تھا وہ بھی اپنے وطن میں

چوہدری تھا اور ادھر ایک ہوٹل میں رات کو بیروں کا کام کرتا اور صبح کو کسی کے گھر ملازم تھا وہاں اس شہزادی کے کتوں کو نہلانا اس کو صاف رکھنا اس کا کام تھا۔ رہائش چچا عبداللہ کے پاس تھی ایک انگریز جو کہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا وہ بھی چچا کے ساتھ رہتا تھا وہ بھی سعد پہ ترس کھا کر سعد کی مالی مدد کرتا رہتا تھا وہ کہتا کہ سعد تم میرے بیٹوں کی طرح ہواتے سے پیسوں کا کیا بننا ہے وہ سعد کو بہت پیار کرتا تھا اس کو سعد پہ ترس آتا تھا کہ اتنی چھوٹی عمر میں اتنی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہو ادھر تمہاری عمر کے لڑکے اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ لائف انجوائے کر رہے ہیں تم ہوں رات اپنے گھر والوں کے لیے فکر مند رہتے ہو بس سر مجھے ابھی بہت کماتا ہے میں جس مقصد سے اس ملک میں آیا ہوں اس مقصد میں کامیاب ہونا ہے مجھے کماتا بھی بہت ہے اور لونٹا بھی جلدی ہے وہاں کوئی میرا انتظار کر رہا ہے مجھے اپنے وطن جانا ہے مجھے اپنا ملک اور کزن بہت یاد آتی ہے مجھے گاؤں جانا ہے میرا پیار پیڑ کے درخت کے نیچے میری راہ تک رہا ہے مجھے اب جانا ہو گا ورنہ وقت ریت کی طرح میرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ہاں بیٹا تم ضرور جانا ویسے بھی تمہیں سات برس ہو چکے ہیں۔

سعد کے ساتھ ہوٹل میں ایک اور پاکستانی لڑکا شہباز بھی کام کرتا تھا جب سعد نے پاکستان آنا تھا اس نے سعد کی بہت مدد کی سعد کے سارے کام خود کیے یار سعد تیری سیٹ او کے کردادی ہے پرسوں شام 7 بجے کی فلائٹ ہے او کے بیچ سعد کا مارے خوشی کے چہرہ لال ہو رہا تھا یار۔ حد بس کر دیا وہ خوش نہ ہوا ابھی تم نے اپنے بہت سے کام کثیر کروائے ہیں شاچنگ کرنی ہے بینک میں جو سیونگ رکھتے رہے ہو وہ بھی نکوانی ہے کہیں خوشی میں سب کچھ نہیں نہ بھول جانا۔ چھ ماہ کی چھٹی لے لی تھی ہاں چھ ماہ کی

چھٹی لی ہے میری بھی کچھ چیزیں پاکستان لے کے جانی ہیں۔ اوسے یار شہباز کہیں میں مرنہ جاؤں پاکستان پہنچنے سے پہلے۔ بکواس نہیں کرتے۔ کام میں مصروف ہوتا کہ وقت جلدی گزرے ورنہ یہ 2 دن بھی 2 صدیاں بن جائیں گی سعد نے شاپنگ کی ساری پیننگ کی سارے کام کلیر کر دائے سب پاکستانی دوستوں سے ملنے ملانے میں آخر وقت گزر گیا آخر وہ وقت بھی آ گیا جب سعد پاکستان جانے کے لیے جہاز میں بیٹھ چکا تھا دل دھک دھک کر رہا تھا ادھر پاکستان میں بھی سب رشتے داروں کے ہاک اک جشن کا سماں تھا آج سعد آ رہا ہے۔

سعد نے گھر فون کیا کہ آئی کہ گھر والوں کو کہنا کہ مجھے ایئر پورٹ پر رسید کرنے ضرور آئیں اسد کو علیحدہ سے فون کیا سب کو کہنا کہ مجھے ایئر پورٹ پہ لینے کے لیے آئیں قسم سے بہت ترسا ہوا ہوں سب کا، سب کا یا صغہ کا۔ یار اسد مذاق نہ کر جو کہا وہی کرنا بلکہ آئی لوگوں کو تو خود لینے جانا تم اوکے کہہ دوں گا یار لینے بھی چلا جاؤں گا آگے کسی کی مرضی کوئی آئے یا نہ آئے۔ مرضی نہیں وہ ضرور آئیں گے تم جانا ضرور اوکے میری جان ضرور جاؤں گا۔

اسد، سعد کے کہنے پہ گاؤں سعد کے آنے سے ایک دن پہلے ہی پہنچ چکا تھا گاؤں والے یوں اچانک اسد کی آمد پہ بہت خوش ہوئے اور جب نانی کے گھر سے ہو کے آئی کے گھر پہنچا اور سعد کے آنے کی خبر سنانی آئی کی تو آنکھوں سے مارے خوشی کے آنسو نکل آئے۔ صغہ کی بھی سانسوں میں ہلچل مچ گئی سات برس بعد ملاقات ہونے جارہی تھی صغہ کی سعد سے۔ فوراً سعد کی بات سن کے الماری کھولی اور اپنے سوٹ دیکھنے لگی صغہ بیٹا سعد کے لیے پانی دانی تولاؤ کیاں کھوئی ہو جی امی جان آئی۔ صغہ تو پاگل ہو رہی تھی یہ خبر سن کے سعد آ رہا ہے۔ اسد نے امی سے کہا آئی ہم لوگ یہیں سے

کل ایئر پورٹ سعد کو لیتے کے لیے جائیں گے آئی اصل میں میں آپ کے لیے ہی گاڑی لایا ہوں سعد نے سختی سے علم دیا ہے کہ آپ سب گھر والوں کو ایئر پورٹ پر لے کے آؤں۔ بیٹا تم نے ضرورتی زحمت کرنی تھی ہم خود ہی آ جاتے تم لوگ فون پہ بتا دیے آئی سعد نے مجھے بڑے اصرار سے یہاں بھیجا ہے سعد بنے سے ہمیں بھی امید تھی آئی اچھا میں ذرا نانی کے گھر سے چکر لگا کے آتا ہوں کل صبح سات بجے نکلیں گے پہلے آپ ہمارے گھر جائے گا پھر مل کے کٹھن نکلیں گے رات کرویں بدل بدل کر کافی صبح سعد کو لینے جاؤں یا نہ جاؤں۔ دل تو کہتا ہے کہ اڑ کے چلی جاؤں سات بات گزر گئے سعد کو دیکھے پتہ نہیں کیسا لگتا ہوگا۔ ایک دل کہتا کہ نہ جاؤں سعد خود مجھے ملنے آئے دیکھتی ہوں ناں کہ میری خاطر سعد کیا کرتا ہے یہی بیسٹ سولوشن ہے سعد کی محبت آزمانے کا کہ اب بھی میری خاطر دیے ہی دیوانوں کی طرح ملنے کو بے تاب ہوتا ہے یا نہیں پہلے بھی تو میں اپنی انا میں رہتی تھی تو سعد میرے ہزارے خرے اٹھاتا تھا دیے بھی اب اگر اسے لینے جاؤں گی تو وہ سمجھے گا کہ اب میں شاید پیسے کی خاطر اسے ملنے آئی ہوں خود ہی اگر اسے میری چاہت ہو گی تو آ جائے گا ملنے۔ صغہ نے آخر دل پہ پھر رکھ کر اپنی امی سے کہہ دیا کہ امی جان آپ خود چلی جائیں میری طبیعت خراب ہے دیے بھی آپ کو پتہ ہے کہ سعد کی بہنیں سختی منہ پھٹ ہیں ایویں مجھے بات کر دیں گی تو کیا فائدہ آئی ہی نہیں مان یہ آج اسد آ گیا ہے سعد کے کہنے پر ورنہ ہماری ان سے اب کوئی پہلے جیسی کوئی بات تھوڑی ہے ہاں اگر سعد کو ہماری چاہت ہوئی تو خود ہی آ جائے گا چلو بیٹا جیسے تمہاری مرضی دل تو میرا بھی نہیں چاہتا لیکن بیٹا سعد کی خاطر جاری ہوں اس طرح اس کا دل ٹوٹ جائے گا اگر میں بھی نہ گئی۔ صغہ گئی تو نہ لیکن سعد بھی مجنوں تھا۔

پاکستان کی دھرتی پہ قدم رکھتے ہی سعد کی نظریں اپنے محبوب کو ڈھونڈنے لگیں فوراً آئی کے گلے لگتے ہی سوال کیا آئی باقی گھر والے نہیں آئے بیٹا صغہ کی طبیعت خراب بھی اور تمہارے انکل کام کی وجہ سے نہیں آئے ہم ماں بیٹا آگئے ہیں سارے گھر والے سعد سے ملے خوش خوشی گھر لوٹے سعد ماشاء اللہ پورا ہیرو لگ رہا تھا ساری شکل ہی عمران عروج جیسی تھی۔ یہ صغہ بھی ناں اپنے ارادے کی کچی نکلی مجھے پتہ تھا اس نے کہاں مجھے ریسو کرنے آنا تھا جاتے ہوئے مجھے رخصت کرنے کے لیے نہیں آئی تھی اب کہاں آنا تھا اس نے صبح جاؤں گا اب اسے ملنے آئی تو آج ہی لوٹ گئی ہیں۔ سارے بہن بھائیوں، بھانجیوں کے لیے گفٹ لایا خود فریش ہو کے کھانے کی میز پہ بیٹھا تو اتنی ڈشیں دیکھ کر حیران رہ گیا ان لوگوں نے کیسے امیرانہ طریقے کیے ہوئے ہیں کنیز بیگم بہت رعب سے سامنے کرسی پہ براجمان تھی سعد بیٹا، نوڈلز تو لو، پسند لے کڑا ہی ہے یہ، لکھنوی گھاٹ کباب ہیں بہت مزے کے ہیں یہ کچھ کے تو دیکھو، آصف چھوٹے بہنوئی جسے گھر داماد کنیز بیگم نے رکھا تھا وہ بولا سعد بھائی تو اسٹن چائپ کھائیں کیا مزے کی ہیں آصف نے منہ میں نوالے لیتے ہوئے کہا سعد ان سب کی طرف حیرانی سے دیکھ رہا تھا بڑی بہن بولی بھائی حق کوفتہ کھائیں ابھی تو اتنی سویت ڈیشیز پڑی ہیں فریج ٹوسٹ وڈ کسٹروڈ لوش ہیری ہے۔ بس کر دیں اتنی ڈیشیز تیار کرنے کی کیا ضرورت تھی جو مزہ ساگ اور چاول کی روٹی میں ہے ان بکواس کھانوں میں کیا ہے یہ کیا چائیز اور اٹالین کھانے میرے آگے رکھے ہیں اور گوشت سے تو مجھے چڑے صبح کھاؤں گا گاؤں جا کے ساگ اور چاول کی روٹی کس خلوص سے گاؤں والے کھانا چیش کرتے ہیں سعد بیٹا تم سات برس لندن میں گزار آئے لیکن رہے تم پیٹنڈو

ہی ہو۔ مہاکم از کم پیٹنڈو کی نیت میں تو فور نہیں خالص اور مخلص لوگ ہیں یہ جو ہم نے تمہارے لیے اتنا کچھ تمہارے لیے ارنج کیا ہے۔ یہ بھی محبت ہے مہاکم کی لیکن میں کیا کروں مجھے اس مٹر قیہ کے سوا کچھ بھی پسند نہیں۔ مہاکم آپ لوگوں نے تقریباً 5,6 ہزار تو آج کے کھانے پہ لگا دیا ہوگا۔ بیٹا جی 5,6 ہزار تو ہم نے پکوانوں کو ہی دے دیا ہے تمہارے آنے کی خوشی میں خیر جتنے بھی پیسے لگے ڈونٹ وری پیسہ ہاتھوں کی میل ہے مہاکم یہ تو آپ کمائیں تو پتہ چلے کہ ہاتھوں کی میل ہے یا انسان کی پہچان اس پیسے کی خاطر مجھے پتہ ہے کہ میں کتنا خوار ہوا ہوں ہم تو ادھر سب سے سستا کھانا کھاتے تھے وہ بھی پانچ چھ لڑکے پیسے ملا کے ادھر پاکستان میں تو آپ لوگوں کے طریقے اور ہیں چھوڑو بیٹا ان فضول باتوں کو ہم نے تمہارے آنے کی خوشی میں گھر پر سوں شام پارٹی ارنج کی ہے۔ پارٹی سعد نے حیرانی سے کہا جی بھائی جان پارٹی اور دیکھئے گا ہمارے ملنے والوں کی لڑکیاں کیا انیم ہیں اسد نے سعد کو کہا۔ خیر میری سمجھ سے تو باہر ہے تم لوگوں کی باتیں اب میں آرام کروں گا صبح مجھے گاؤں بھی جانا ہے صغہ سے ملنے، کیا تم اب بھی اس پیٹنڈو کی لڑکی کو چاہتے ہو۔ پیٹنڈو مہاکم آپ کی بھانجی ہے وہ اور میری ہونے والی بیوی، ہوں بیوی کنیز بیگم نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ گھر والوں کا رویہ بھی مجھے عجیب ہی لگ رہا ہے یہ تو صبح گاؤں جاؤں گا تو ممائی جان ہی جتا جتا میں گی کہ کما گاؤں والوں کے ساتھ میرے جانے کے بعد کیا سلوک رہا ہے۔ باتیں تو ان سب کی شہنشاؤں والی ہیں یہ تو صبح ہی حقیقت حال کا پتہ چلے گا۔ ادھر صغہ انتظار میں بھی دیکھو سعد آتا بھی ہے کہ نہیں آئے گا تو ضرور سعد میرے بغیر رہے ہی نہیں سکتا۔

دوست صبغہ اور سعد کی محبت کے بارے میں سن کر رشک کر رہی تھی صبغہ کی قسمت پر، صبغہ تم کتنی خوش قسمت ہو تمہیں سعد جیسا چاہنے والا ملا، اور ایک میرا کزن ہے اسے اپنے آپ سے ہی فرصت نہیں ملتی دل کیا تو کوئی فون یا پیج کر دیا ورنہ اپنی دنیا میں گم..... سارا ویسے جج بتاؤ مجھے جانے کیوں سعد سے بھی زیادہ تمہارا کزن مخلص لگتا ہے تمہارے ساتھ ویسے اس کا محبت کرنے کا انداز اور ہے سعد کل سے پاکستان آیا ہے اور میری کوئی خیر خبر ہی نہیں لی تم اس کی خیریت پوچھ لو۔ کیسے فون کر کے اور کیسے واہ فون کروں آنٹی کے گھر تاکہ وہ مجھ پہ بہتان تو بنادیں جہاں اتنا صبر کیا تھوڑا اور سہی ایک دفعہ ذرا اس سعد کے بچے سے مل تو لوں اسے ایک ایک ملی کی خبر لوں گی کہ تمہاری جدائی میں کیسے ایک ایک بل گزارا ہے ابھی صبغہ کے منہ میں بات تھی کہ گلی سے سات سال کا بچہ بھاگتا بھاگتا اندر آیا جو کہ صبغہ کے چچا کا بیٹا تھا صبغہ باجی آپ کا آئی کا بیٹا آیا ہے بڑی گاڑی میں کون سا جو پرسوں آتا تھا نہیں وہ آج میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے صبغہ نہیں سعد تو نہیں لگتا تو ایسے ہی بوائے اللہ سارا میرا حلیہ دیکھو، گڈ وچ بتا کون آیا ہے باجی مجھے نہیں پتہ وہ لمبا سا ہے گورا رنگ ہے کالی عینک بھی لگائی تھی پتہ نہیں کون ابھی کون کہا تھا کہ صبغہ کا جسم لرز گیا ارے آپ میں، میرا حلیہ سارا السلام و علیکم بھائی سارے سعد کو سلام کیا بھائی یہ ابھی آپ کی صبغہ نے سارا کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ سعد نے سن گلاسز چہرے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ صبغہ تم بالکل نہیں بدلی۔ سارا جاؤ ساتھ والے گھر سے اسی کو تو لاؤ کہو سعد آیا ہے۔ سارا تو چلی گئی سعد صبغہ کے بالکل نزدیک کھڑا تھا۔ سات سال بعد آیا ہوں بجائے اس کے کہ تم مجھے گلے ملتی منہ سے سلام بھی نہیں پھوٹا۔ سعد تھوڑا فاصلے پہ کھڑے ہو کوئی آجائے گا۔ جب آج

سے سات سال پہلے بھی ملے آیا تھا تب بھی کوئی آجائے گا اور آج سات سال بعد بھی کوئی آجائے گا ابھی فقرہ تم سے سننے کو مل رہا ہے تمہارا یہ روتو میں اتارنا ہوں کوئی آجائے گا سعد۔ سعد نے صبغہ کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ بیٹھے کو نہیں کہو گی، ہاں، ہاں کیوں نہیں بیٹھ جاؤ کہاں یہاں بیٹھو ہوں یہ ہی بیٹھ جاؤں، سعد نے مسکراتے ہوئے کہا یا تو مجھے اور کتنا دیوانہ بنائے گی اپنی معصوم حرکتوں سے میں خود ہی اندر جا کر بیٹھتا ہوں نہیں کوئی آنہ جائے۔ سعد نے صبغہ پر طنز یہ تیر چلاتے ہوئے کہا۔ سعد اندر چلا گیا لیکن صبغہ کو اتنی توقع نہیں ہوئی کہ دو منٹ اس کے پاس ہی بیٹھ جاتی اور پر سے اپنی ای پہ غصہ نکال رہی ہے جب بھی گھر میں کوئی مہمان آئے امی نے گھر پہ نہیں ملنا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا صبغہ کی امی تو کبھی ضرور کام کے علاوہ گھر سے نکلی نہیں تھی وہ بھی آج صبغہ کو بتا کر ساتھ والے گھر چکی سے چاولوں کا آنا پھانے لگی تھی اور صبغہ کی دادی صبغہ کے چچا کے گھر گئی ہوئی تھی سعد بیچارہ کیا سوچ رہا ہو گا کہ کوئی بھی پاس بیٹھنے والا نہیں ہے۔ ویسے ماشاء اللہ پیارا کتنا لگ رہا ہے میں نے تو زیادہ دیکھا بھی نہیں نہیں نظر نہ لگ جائے۔ اتنے میں صبغہ کی امی آ گئی۔ امی آپ کہاں رہ گئی تھیں سعد بیچارہ اکیلا اندر بیٹھا ہے تم کیا مگر تھی اتنا پڑھ لکھ گئی ہو لیکن تمہیں اتنی عقل نہیں آئی کہ کسی مہمان کے ساتھ کیسا رویہ رکھتے ہیں بندہ بوتل پولا دیتا ہے اتنی دور سے آیا ہے صبغہ کی امی بڑ بڑاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی جہاں سعد صبغہ کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا قی پائل لڑکی ہے میں بھلا جن ہوں جو اسے کھا جاؤں گا آنٹی السلام و علیکم سعد آنٹی کے گلے ملا۔ اسے بیٹا تم بھی کہتے ہو گے کہ اتنی دور سے آیا ہوں کسی نے پانی تک نہیں پوچھا صبغہ بھی اپنی امی کے ساتھ کمرے میں داخل ہو چکی تھی نہیں آنٹی صبغہ نے

مجھے کہا تھا پانی کے لیے لیکن میں نے خود ہی اسے منع کیا تھا ویسے بھی میں ابھی تو آیا ہوں۔ بیٹا بیٹھو تم میں پانی دانی کا بندوبست کرتی ہوں صبغہ کی امی ابھی باہر نکلی تھی کہ صبغہ بھی جان بجا کے نکلنے لگی حالانکہ دل صبغہ کا بھی تھا جی بھر کر باتیں کرنے کو جی بھر کے دیدار کرنے کو لیکن مشرقی لڑکی تھی عادت سے مجبور باہر نکلنے لگی کہ سعد نے بازو پکڑ لی کتنی ظالم ہو تم اتنی دور سے تمہیں ملنے کے لیے آیا ہوں تم ہو کہ سعد میرا بازو چھوڑو اس سے پہلے کہ صبغہ آگے بڑھتی سعد نے خود ہی کہہ دیا کوئی آجائے گا۔ ہاں سعد کوئی آجائے گا۔ تمہاری سانس کیوں اکھڑ رہی ہے سعد بالکل سکون میں تھا سعد صبغہ کی اس کیفیت کو انجوائے بھی کر رہا تھا اور بس بھی رہا تھا کہ عجیب لڑکی ہے اسے یہ ہی نہیں کہ کوئی اس کی خاطر کیسے تڑپ رہا ہے صبغہ آج میں تمہارا بازو تب تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم یہ نہ بتاؤ کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو یا نہیں۔ پلیز صبغہ ایک بار تو کہہ دو۔ سعد کوئی آجائے گا پلیز چھوڑ دو پہلے بتاؤ تم مجھ سے پیار کرتی ہو یا نہیں ایک بار تو صبغہ کہہ دو، پلیز سعد چھوڑ دو کوئی آجائے گا۔ اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی سعد نے دانت بچھپتے ہوئے صبغہ کی طرف دیکھا اور صبغہ کا بازو چھوڑ دیا۔ صبغہ کی امی بوتل کے ساتھ کچھ دوسرے لوازمات بھی لائی۔ صبغہ بیٹا میں نے رات کو ساگ اہال کے فرنج میں رکھا تھا وہ ذرا باہر رکھو میں ذرا اپنے بیٹے کو ساگ اور چاول کی روٹی بنا دوں۔ ارے آنٹی بہت شکریہ لندن میں ہر چیز کھائی ہے صرف ایک آپ کے ہاتھوں کی چاول کی روٹی اور ساگ کو ترسا ہوں۔ صبغہ بیٹا تم روٹیاں بناؤ میں ذرا ساگ کو ترکا کا دوں۔ کچھ دیر بیٹا انتظار کرو مجھے پتہ اتنی دور کا سفر کیا ہے۔ بھوک تو تمہیں لگی ہوگی۔ ہاں بھوک تو بہت لگی ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے پاس ہی بیٹھ جاؤں۔ ہاں بیٹا کیوں نہیں جاؤ

صبغہ بیٹا سعد کے لیے اندر سے کرسی لے آؤ۔ امی میرے ہاتھ صبغہ نے آئے والے ہاتھ اپنی ماں کو دکھاتے ہوئے کہا۔ نہیں نہیں آنٹی کوئی بات نہیں میں آپ کے پاس ہی یہاں بیٹھ جاتا ہوں نہیں بیٹا کیسی باتیں کر رہے ہو تم اب پہلے جیسے نہیں رہے آنٹی میں پہلے جیسا ہوں آپ لوگ ایوں تکلف میں پڑے ہیں بیٹا تمہاری ماں تو ہمیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی اپنی امیری کے غرور میں اس نے تو کبھی صبغہ کا نہیں حال، چال پوچھا تھا ہم نے تو سمجھا کہ سب رشتے ختم صرف ایک تم آخری کرن تھے جس کا ہم انتظار کرتے رہے تمہاری ممانی احمد یار کے لیے صبغہ کا ہاتھ مانگنا چاہتی تھی لیکن میں تمہاری غیر موجودگی میں اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتی تھی بیٹا جب سعد یہ کارشتہ کیا تو لوگوں نے ہمیں بہت باتیں کیں کہ بڑی کو چھوڑ کر چھوٹی کا رشتہ کر دیا۔ تو آنٹی آپ نے لوگوں کو کہنا تھا کہ صبغہ کی منگنی ہوئی ہے۔ سعد سے، سعد نے صبغہ کی طرف دیکھا جوان سے کچھ فاصلے پہ موجود چوہے پر روٹیاں بنارہی تھی آگ کی تپش میں گلابی چہرہ سرخ ہو رہا تھا بیٹا یہ بھی تو میں نہیں کہہ سکتی تھی باجی کے تئیر تمہارے جانے کے بعد ہی بدل گئے تھے۔ انہوں نے کبھی بتایا بھی نہیں تھا کہ صبغہ تمہاری منگنی ہے لیکن ہم پھر بھی خدا کے بھروسے پہ تمہارا انتظار کرتے رہے دل میں عجیب وسوسے آتے رہے لیکن ہم تمہارے ساتھ دھوکہ نہیں کرنا چاہتے تھے صبغہ نے پڑھائی جاری رکھی اور گریجویشن کر لیا۔ ادھر اس کا گریجویشن ہوا اور ادھر تمہارے پاکستان آنے کی خبریں ملنے لگیں۔ اور آخر وہ دن آ گیا جس کا انتظار تھا۔ بیٹا اب میں چاہتی ہوں کہ ایک سال کے اندر اندر صبغہ کی شادی کر دوں۔ جی جی آنٹی کیوں نہیں میں امی سے بات کروں گا باتوں باتوں میں وقت گزر گیا سعد کے لیے کھانا تیار ہو گیا۔ امی روٹیاں بن گئی ہیں میں

پریشان ہو رہی تھی کہیں روٹیاں صحیح نہ ہیں لیکن اتنی پیاری روٹیاں بنی ہیں سعد جی میں میں کمرے میں کھانا لگا آئی ہوں۔ میں ذرا فریش ہو جاؤں ہاں تم فریش ہو جاؤ پھر مل کے کھانا کھائیں گے اچھا ٹھیک پانچ منٹ میں آئی۔ صبح بیٹا پہلے سعد کے ہاتھ دھلا دینے تھے آؤ سعد۔ سعد تو بس اتنے میں ہی پھولے نہیں سمار ہاتھ عشق ہو تو ایسا صبح کہتے ہیں عشق نہ دیکھے گل چبارے عشق نہ چپے ڈھاتاں سعد نے واقعی ہی ثابت کر دیا تھا سعد موٹر چلا کر ہاتھ دھلا دیا نکلے سے پانی سے اگر ہاتھ دھونے ہیں تو ذرا میں مٹ کا بندوبست کر دوں جو تم کہتی ہو وہی کر لیتا ہوں چلو پھر نکلے سے دھو لو اس کے نیچے تو مٹ بڑا ہوا ہے ویسے بھی تمہارے ہاتھ میں ہی دھلائی تھی تم کو نلکا چلانا ہی نہیں آتا تھا میرے ہاتھ رہ جاتے تھے تم نیچے اپنا سر کر دیتے تھے۔ آج نہ ایسے کرنا ٹھیک ہے جی سعد تم اتنا بولنے نہیں ہو۔ اگر ہم پھڑکے تو مجھے تو تمہاری کوئی بات بھی یاد نہیں رہنی سوائے اس قاتلانہ نظروں کے صبح تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھ سے بات ہی نہیں ہوتی میرا دیکھتا ہے بس تمہیں دیکھی جاؤں۔ اچھا اب بس کرو پھیٹیں پڑ رہی ہیں پیٹ پر۔ صبح تم میرے ساتھ بیوفائی تو نہیں کرو گی۔

شرم کرو سعد، مجھے تو تم سے ڈر لگتا ہے کہیں تم مجھے چھوڑ نہ دو تم شہری لوگوں کا کیا اعتبار، کبھی کب، کسی موڑ پر مجھے بچ بھنور میں چھوڑ دو جب کبھی کوئی مجھ سے پیاری تمہاری نظروں کو بچ گئی مجھے کہاں تم نے یاد کرنا ہے صبح تم آؤ مالینا اللہ نہ کرے اللہ نے ہی کرے کہ ہم دونوں اگر مل نہ سکیں تو دیکھنا تم شادی کر لو گی میں ساری زندگی تمہارے انتظار میں کنوارہ رہوں گا۔ وہ ہے ناں گانا میں دنیا بھلا دوں گا تیری چاہت میں، سعد، صبح نے چیخے ہوئے کہا میرے ہاتھ سرخ ہو گئے ہیں تمہیں شرم نہیں آئی۔ صبح نے سعد کو ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا ہائے یہ تو واقعی سرخ ہو

گئے ہیں۔ سعد نے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ان لکیروں میں ہماری جگہ کہاں ہے۔ کہیں بھی نہیں۔ صبح نے اپنا ہاتھ چمڑاتے ہوئے کہا۔ سعد نے لمبی سانس بھینچتے ہوئے کہا ایک بار ذرا مل لو صبح پھر بتاؤں گا کہیں اچھا اچھا زیادہ خوش نہ ہو تمہارے ابو آگئے ہیں ہاں، صبح نے جلدی سے پیچھے مڑتے ہوئے کہا۔ سعد نے کھل کھلا کے ہنستے ہوئے صبح کے منہ پر پانی کا پھینکا مارا اور مسکراتے ہوئے اندر چل دیا۔ آئی تویہ دے دیں، بیٹا صبح کو کہو میں ذرا چانی سے کھن نکال رہی ہوں امی اب یہ خود ہی پکڑے گا سامنے کر سی پتولیہ رکھ کے آئی ہوں۔

آئی کیسے آگے سے جواب دے رہی ہے۔ بیٹا تم خود پکڑ لو میں تمہیں ہاتھ صاف کر کے دیتی ہوں نہیں آئی مذاق کر رہا ہوں میں پکڑ لیتا ہوں۔

کتنی میں خوش قسمت ہوں جسے سعد جیسا چاہنے والا ساتھی ملے گا۔ سعد مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے سعد سات سال پروریس میں گزارنے کے باوجود بھی نہیں بدلا کیسے میری خاطر اس عام سے گاؤں میں آیا ہوا ہے حالانکہ سب کہتے تھے کہ سعد بدل گیا ہو گا۔ صبح کھانے کے برتن سینے ہوئے سوچ رہی تھی کتنا غصہ لڑکا سے کتنا عام سا کھانا ہم نے پیش کیا اور کتنی چاہت سے کھا رہا تھا۔ اور کھا کے کس قدر ہمارا شکر یہ ادا کر رہا تھا۔ صبح کے منہ سے خود بخود یہ بول نکل رہے تھے۔

اپنا بھی نصیب کیا خوب ملا ہے سپنوں سے بھی سندر محبوب ملا ہے ہوں، ہوں سعد نے صبح کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جناب اگر آپ فارغ ہو گئے ہیں کاموں سے تو ذرا نانی کے گھر چلیں۔ وہ جی، جی میں فارغ ہی ہوں بس ذرا بال گیلے گیلے ہیں کنکھی کر کے چنگی لگاؤں پھر چلتے ہیں یہ تم مجھے دیکھ کر گھبرا کیوں جانی ہو۔ سعد پیچھے ہٹ کے بات کر دے۔ امی نے

دیکھا لیا تو کیا سوچیں گی یہی سوچیں گی کہ وہ کتنی خوش قسمت ہے کہ انہوں نے ہماری بچپن میں مٹکی کی بات کی اور آج جب ہم جوان ہوئے تو ان کے اس فیصلے پر بہت خوش ہیں یہی سوچیں گی کہ میرا داماد کتنا خوبصورت ہے۔ اچھا اب زیادہ نہ بنو۔ میں ذرا بالوں کو کنکھی کر لوں پھر چلتے ہیں اور مہربانی سے نانی کے گھر جا کے میرے ساتھ ہی نہ چسے رہنا۔ ماموں کی بیٹیاں تو دے بھی بڑی چالانک ہیں؛ دیکھنا تمہاری ہر چال پر کیسے نظر رکھتی ہیں۔ جو بھی ہے تم ان کا بہانہ بنا کر مجھ سے جان نہ چھڑائی پھر نانی نے بہت تمہارا انتظار کر لیا اب سارے انتظار ختم ہو گئے۔

ہم بہت جلد ایک ہو جائیں گے سعد کی اس بات نے واقعی ساری دوریاں ختم کر دی تھیں میں بہت ہی خوش نصیب لڑکی ہوں جس کی زندگی اتنی بڑی خواہش پوری ہو رہی تھی میری دوستیں میری قسمت پر رشک کرتی تھیں۔ میں خود اتنا رشک کرتی تھی خود یہ بیوفائی کے قصے بہت سنے ہوئے تھے لیکن میں نہیں یقین کرتی تھی میں اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ جو کسی کو چاہتے ہیں وہ بھی زندگی کے کسی بھی موڑ پر اپنے محبوب کو چھوڑنے کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو کسی کو چاہتے وہ ان کو کبھی غدا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے ایک دل میں ایک چیز ہی راج کرنی ہیں یا محبت یا نفرت جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی نے دھوکہ دیا وہ سرے سے ہی ان سے محبت نہیں کرتے تھے ان کی اسے محبوب کے بارے میں غلطی ہو گی۔ کہ کوئی ان کو کتنی چاہتا تھا جانے اب کیوں بدل گیا۔ اصل میں جو کہتے ہیں وہ اب بدل گیا کوئی بدلتا نہیں اصل میں اس نے کبھی اسے چاہا ہی نہیں ہو گا۔ اور بیوقوف ہوتے ہیں وہ لوگ جو ایسے بیوفوں کے لیے آنسو بہاتے ہیں آنسو اتنے فضول نہیں ہیں جو بیوفوں کے لیے بہائے جائیں۔ کسی وفا شعار کے لیے ہی رونے کا مزہ آتا ہے جیسا کہ میرا سعد بھی وہ

مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے اگر خدا نخواستہ اگر ساج ہمارے درمیان رکاوٹ پیدا کرتا ہے بالفرض ہم جدا ہو جاتے ہیں تو ہم نے تو ایک دوسرے کو یاد کر کے رونا ہی ہے۔ بھی وفادار ساتھی کے لیے آہیں بھرتا تو بنتا ہے۔ بیوفو کو تو ایسے دل سے نکالنا چاہیے جیسے دودھ میں سے کھی نکالتے ہیں خیر جو بھی تھا میرا اور سعد کا وقت بہت ہی اچھا گزر رہا تھا اتنا عرصہ یورپ میں رہنے کے باوجود بھی سعد آج بھی میری اک اک ادا پر سو بار جان فدا کرتا ہے۔ حالانکہ خاندان کی ساری لڑکیاں خلیس ہوتی تھی مجھ سے لیکن سعد بابو کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی نانو کے گھر گئے ماموں کی بیٹیاں بڑی خلیس ہو رہی تھیں جلیس ہوتی بھی کیوں ناں میں موڈ میں پھرتی رہتی تھی اور سعد میرے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا اکثر میں نے سعد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کس طرح میرے لیے بے چین اور بے تاب رہتا تھا اس دن جب ہم نانو کے گھر گئے تو میرا وہ پٹہ شون کا تھا میں نے نماز پڑھنے کے لیے اپنی کزن کا دوپٹہ لیا اپنا دوپٹہ میں باہر تار پر لٹکائی ہوئی تھی جہاں ممائی کپڑے سوکھنے کے لیے لٹکائی تھی میں نے اپنا دوپٹہ بھی وہیں لٹکایا جب میں نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا سعد باہر اکیلا کھڑا تھا یقین چاہیے میں اس وقت خود کو دنیا کی سب سے خوش قسمت ترین لڑکی سمجھ رہی تھی جب میں نے اپنے اتنے خوبصورت کزن کو اپنے دوپٹے کو پکڑے ہوئے دیکھا ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ اس سے میری خوشبو سونگہ رہا ہو۔ مجھ دیکھتے ہی سعد نے فوراً دوپٹے سے اپنا ہاتھ سر کا لیا صبح چلیں گھر ہاں تھوڑی دیر بعد جاتے ہیں۔ نہیں صبح چلتے ہیں میرا یہاں دل نہیں لگتا تمہارے گھر چلتے ہیں تکی شوخی ہے سعد یہ صائمہ کیسے تمہارے ساتھ باتیں کر رہی تھی میں نے آج تک نہیں تم سے ایسے باتیں کیں جیسے وہ کر رہی تھے اور تم بھی بڑے ہنس ہنس کے اسے بلارہے تھے یار

اسے تو آج ہی بلانا تھا اور تم نے تو ساری زندگی میرے ساتھ رہنا پھر ساری عمر تمہاری سنی ہیں اب تم مجھے سختی ہو۔ شادی کے بعد تم بولوگی اور میں سنوں گا۔ اور ہماری، اچھا بس زیادہ نہ بنو۔ اور چلو گھر چلتے ہیں۔ ہاں چلتے ہیں لیکن میری بات تو سنو ہاں کیا کہنا جلدی کہو۔ اچھا جناب جلدی کہہ دیتا ہوں سعد نے اپنی جیب سے ایک ڈبی نکالی صبح آنکھیں بند کرو۔ تاکہ ممانی دیکھ لیں اور ہم دونوں کو بدنام کر دے۔ شہری بلاوے گاؤں ہے یہاں لڑکوں کے ساتھ اکیلے کھڑے ہونا یا بات کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ دونوں کی عزت بنی ہوئی ہے خاک میں مل جائے گی۔ وہ ہے ناں۔

برہم اپنا بنا ہے جو کھل جائے گا مفت میں دونوں بدنام ہو جائیں گے راستے میں بڑی خاک کو پاؤں سے اڑانا بری بات ہے۔ اچھا جی چلیں نہیں کرتے کوئی بات نہیں کرتا لیکن یہ چھوٹا سناخ ہے یہ تو قبول کرلو۔

کیا ہے یہ خود ہی دیکھ لو۔ یہ تو رنگ ہے ہاں تو رکھ لو نہیں نہیں میں نہیں یہ رکھوں گی۔ میں گھر والوں کو کیا بتاؤں گی۔ یہ تو قیمتی لگ رہی ہے جانے من تیری خوشی سے زیادہ قیمتی نہیں۔ میری خوشی تو بہت سستی ہے میں تو ایویں ہی بس خوش ہو جاتی ہوں۔ میری خوشی سعد بہت معمولی ہے یہ تم رکھ لو اپنی بیوی کو دے دینا ہاں تو دے تو رہا ہوں۔ پلینر سعد نہیں پتا ہے میں نے آج تک کسی سے کوئی چیز نہیں لی مجھے اچھا نہیں لگتا کسی سے کوئی چیز لینا صبح میں کسی ہوں تمہارے لیے۔ یار جی تو نے تو میرا دل ہی توڑ دیا۔ چلو باقی باتیں راستے میں کرتے ہیں ہاں چلو ہم وہاں سے سب کو مل کے گھر کی طرف لوٹ گئے سعد تم ماسٹر کر گئے ہو چلو یوں کر دے یہ اٹھو تم میری امانت سمجھ کے پاس رکھ لو شادی کی رات مجھے مزہ دکھائی کے طور پر دے دینا۔ اور تو کچھ نہیں ہوگا اس وقت میرے پاس۔ تمہیں دینے کے

لے سعد پلینر میری مجبوری سمجھو دیکھو ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور ہم کو ہمارا پیار مل بھی گیا ہے۔ اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی کہ یہ صرف بڑوں کا فیصلہ نہیں بلکہ ہماری بھی مرضی اسی میں ہے پلینر سعد تمہیں میری قسم یہ رکھ لو تم ہائے۔ یار صبح تو اتنی سی بات یہ اتنا دھمی ہوئی۔ نہیں یار تو پریشان نہ ہو۔ بس اب کچھ مہینوں کی تو بات رہ گئی ہے۔ پھر ہم ایک ہو جائیں گے۔ بی پی پی یار۔ آنا ہمارے گھر اب تو میں تمہارا انتظار کروں گا۔ صبح یوں ہمیشہ مسکراتی رہنا۔ سعد تم بدلو گے تو نہیں یار صبح تم سوچنا بھی نہ بھی تمہارا سعد بیوفا ہو گا وہ ہے ناں!

سلسلے ملاقاتوں کے نہ چھوڑیے گا ہم ہیں صدم بے وفا نہ سوچئے گا صبح دیکھنا اگر کبھی ہماری زندگی میں خدا خواستہ ایسا موڑ آیا کہ ہمارا ملن مشکل ہو گیا تو دیکھنا تم میں کبھی شادی نہیں کراؤں گا۔ چاہے تم شادی بھی کر لوگی کسی سے میں تمہارے سوا کسی سے شادی نہیں کروں گا۔ سعد یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کون کسی کی خاطر اپنی زندگی برباد کرتا ہے۔ صبح اب وہ چادر رکھ لینا میں نے وہ آٹنی کے سامنے ہی چھپیں دی ہے۔ ہاں وہ تو خیر ہے۔ سعد اس دفعہ بہت ہی مزہ آیا ہے جلد لوٹنا سعد۔ ہاں جلدی آؤں گا بارات لے کے ہاں بارات لے کے آنا چاہے کسی اور کے گھر ہی آجانا۔ سعد میری بات پہ مسکرا دیا۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا صبح میں نے تمہاری خاطر اتنا کچھ کیا لیکن تم مجھ پہ اعتبار ہی نہیں کرتی۔ تم لڑکیاں ہوئی ہی ایسی ہو سعد مسکراتے ہوئے دروازے سے ہمارے گھر داخل ہو گیا میں بہت ہی خوش تھی آج اندر کمرے میں گئے تو بھائی بھی آگئے تھے سعد سب سے ملانی دی پر گانا پل رہا تھا۔

تجھ کو ہی دلہن بناؤں گا
ورنہ کنوارہ مر جاؤں گا

سعد نے فوراً میری طرف دیکھا میں بھائی کی وجہ سے گھبرا کے باہر چلی جاؤں گی کہ بھائی نے اگر سعد کو دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے۔ وقت گزر گیا سعد اپنے گھر چلا گیا دو تین ماہ بعد ہم سعد کے بھائی اسدی شادی پہ گئے۔ سعد نے بہت عزت کی ہم نے اس شادی کو بہت انجوائے کیا ہم چمن والوں کی آکس کریم بھی کھانے گئے خوب شادی کو انجوائے کیا۔ سعد کی وجہ سے سعد کے دوسرے بن بھائی یہاں تک کہ انکل نے بھی میری بہت خاطر طوع کی سعد کے آنے کے بعد سعد کے گھر والوں کا رویہ بھی سچھ ہو گیا تھا۔

شادی کے بعد بھی سعد نے دو چار دفعہ گاؤں کے چکر لگائے۔ سعد کو آئے سات ماہ ہو گئے تھے لیکن ابھی تک شادی کا آٹنی نے نام تک نہیں لیا تھا اسی طرح کرتے کرتے 2 سال کا عرصہ یونہی بیت گیا ای کی خواہش تھی کہ اب جلد از جلد میری شادی کر دی جائے۔ میں نے ایم اے شروع کر لیا تھا سعد اب گاؤں آتا تو تھا لیکن پہلے کی طرح نہیں تھا میں سعد کی اس تبدیلی سے بہت خوش تھی کیونکہ میں یہی چاہتی تھی کہ سعد کسی کے سامنے میرے ساتھ زیادہ فری نہ ہوا کرے خاص کر جب میں اکیلی ہوں اور میرے پاس نہ آکے کھڑا ہو جائے۔ سب کے سامنے بیٹھے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے بڑوں کو ناگوار گزرے۔ اب تو اتنا سلجھ گیا تھا میں بلانا بھی چاہتی تھی تو صرف حال چال پوچھ کے چپ کر جاتا تھا۔ اب مجھے بڑے طریقے سے بلانا تھا سعد بیچارہ اتنا اچھا تھا میں نا شروع سے ہی S اور N لفظ کو بہت پسند کرتی تھی اور میں اپنے ہاتھ پہ بھی S:N لکھتی تھی۔ اب سعد جب بھی گاؤں آتا سر پہ ٹوپی لی ہوئی میں یہ N:S لکھا ہوتا کتنا سادہ تھا میرا کزن کہ مجھے N لفظ اچھا لگتا تھا وہ N والی کپ استعمال کرنے لگا اور میری خاطر وہ اب گاؤں آکے بھی مجھے زیادہ فری ہو کے نہیں بلاتا تھا۔ حال چال

محبت چھوڑ دی ہم نے

پوچھا تھوڑی دیر رکتا اور چلا جاتا صرف میرے دیدار کے لیے اتنی دور سے آتا تھا سعد کے پیار نے مجھے اتنا مغرور بنا دیا تھا سعد کے سوا میں نے کبھی کسی لڑکے کو کچھ سمجھا ہی نہیں تھا مجھے ضرورت ہی نہیں تھی اس کے سوا کسی کی اسی طرح سعد بھی ایسا تھا وہ بھی کسی لڑکی کو نہیں بلاتا تھا حالانکہ اب اس کا اسٹینس پہلے جیسا نہیں رہا تھا آٹنی اور اس کی بیٹیاں سعد کو لے کے بڑی بڑی پارٹیاں انیڈ کر رہی تھیں اور لاہور کی تو لڑکیاں بھی بہت ماؤرن ہوئی ہیں دیے بھی ان کو ہم جیسے لڑکیاں فضول لگتی ہیں کیوں کہ ہم ڈل کلاس لوگوں کی بیٹیاں لڑکوں کے ساتھ ہولوں میں اور شاپنگ مال میں نہیں پھرتی نہ ہی بلاوجہ کسی سے تھکے تھکے لیتی ہیں ہم اسے اپنی انسٹل بھتی ہیں کہ کوئی ہمیں ایویں بلاوجہ تھکے تھکے دے۔ ایک دن آٹنی اور سعد ہمارے گھر آئے آٹنی کی شروع کی طرح باتوں سے حماقت کی بدبو آرہی تھی لیکن اس دفعہ مجھے ان کی گفتگو اچھی نہیں لگی تھی کیونکہ اس دفعہ وہ سعد کی تعریف کے فلابے ماندہ رہی تھی میرے سعد کے لیے اتنے بڑے بڑے گھروں میں رشتے آرہے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ میری اور سعد کی منگنی ہو چکی ہے۔ امی کو بھی ان کی بات اچھی نہیں لگی تھی لیکن یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی تاکہ سعد کو تو میں نے رشتہ دینا ہے۔ سعد بھی اس دفعہ چپ کر کے ماں کی باتیں سن رہا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ بھی ایسی بات ہوئی تو فوراً بول پڑتا تھا کہ میری شادی ہوگی تو گاؤں میں صبح کے ساتھ ہوگی۔ لیکن وہ بھی اب ماں کی باتوں میں خاموش رہتا تھا شاید وہ یہ سوچتا تھا کہ میری امی کی تو عادت بن گئی ہے۔

میں نے بچپن سے ہی بھی خود سے سعد سے بات نہیں کی تھی۔ سعد ہی میرے خڑے اٹھاتا تھا نہ میں اسے آگے بڑھ کر بلاتی تھی نہ ہی وہ مجھے بلاتا تھا کچھ موقع بھی نہیں ملتا تھا۔ بچپن سے ہی ہمیں اگر

جواب عرض ڈائجسٹ

موقع ملتا تھا تو بات کرتے تھے ورنہ اتنے اتنے مہینے گزر جاتے تھے ایک دوسرے کو بلائے ہوئے۔ اب بھی کچھ پہلے والی چوایشن بنی ہوئی تھی۔ خیر اچھا وقت گزر رہا تھا میں سعد کی طرف سے ریلیکس تھی۔ سعد میرے ساتھ ہے۔ چاہے اس کے گھر والے جیسے بھی تھے۔ وہ ان کی طرح دھوکہ باز تو نہیں تھا۔ ان کے گھر والوں کا تو کام یہی کی دل آزاری کرنا ہوتا مجھے تو شاید وہ کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارا بھائی بہت خوبصورت ہے اور امیر ہے اسے کسی پینڈ و لڑکی کی نہیں ضرورت اس کے لیے تو اعلیٰ گھروں سے رشتے آتے ہیں یہ تو سعد ہی تھا جو رشتہ قائم کیے ہوئے تھے ورنہ سعد کی بہنیں تو بہت جلیس ہوتی تھیں مجھ سے حالانکہ سعد کی وجہ سے میں ان کڑوی لیلی باتیں بھی خاموشی سے برداشت کر لیتی تھی پھر بھی اس کی بہن کوئی نہ کوئی میرے خلاف بات کر کے اپنے بھائی کو بھڑکانی رہتی تھی کہ مغرور بہت ہے اپنے آپ کو پتہ نہیں کیا جھگڑتی ہے دل میں خوش تو بہت ہوتی ہوگی کہ میں سعد کو اتنا بلاتی بھی نہیں پھر بھی میرے ساتھ اتنی محبت کرتا ہے۔ ہمارا بھائی تو شہزادہ ہے! شہزادہ۔

ہمارے بھائی پوہزاروں لڑکیوں مہرتی ہیں۔ بھائی کو بھی پتہ نہیں اس صغہ میں جانے کیا نظر آیا ہے اس کے نام کی ہی ہر وقت مالا جچتا رہتا ہے کئی تصویریں اس کی جمع کی ہوئی ہیں اور تو اور اسد بھائی کی شادی پر تصویریں ہی صغہ کی ہیں۔ کیسے بڑی کروا کے لایا ہے اس کی تصویریں کسی سے جھجک بھی نہیں آئی اسے صغہ کے خلاف بات نہیں سنتا حالانکہ نہ صغہ اتنا اس کا کرتی ہے اور نہ ہی انکل منصور وہ بھی دوسرے داماد کا ہی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ وہ انکل کا رشتہ دار بھی ہے۔ بیٹی کا رشتہ دے کے بھی انکل نے کبھی ہم سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ سعد کو کب وہ اچھا سمجھتا ہے پھر بھی سعد ہے کہ گاؤں والوں کے

قصیدے پڑھتا ہے۔ نجی گاؤں والے مخلص اور سچے لوگ ہوتے ہیں۔ اس دن ماما چھوٹی آنٹی ارینہ سے کہہ رہا تھا آنٹی کی طریقے سے میری جلد از جلد شادی کروادیں پلیز آنٹی امی اس طرح مرنے پہ آیا ہوا اپنے حسن کا بھی خیال نہیں کرتا۔ اور آنٹی ارینہ تو صغہ کو لوٹے سے ہی زیادہ کرتی ہے وہ کہہ رہی تھی کہ میں بات کروں گی۔ چھوٹی آنٹی ارینہ سعد کے گھر والوں کا ہمارے بارے میں چوری ایکشن تھا وہ ہمیں بتا دیتی تھی۔ سعد اکثر اپنے دل کی بات آنٹی سے کہہ لیتا تھا آنٹی بھی بہت اچھی تھی وہ بھی کہتی تھی کہ پورے گھر میں ایک لڑکا ہی ہے جو صغہ کی فیور کرتا ہے اکثر سعد کی امی اور اس کی بہن کی باتیں سن کے امی کا دل برا ہو جاتا تھا اور امی غصے میں کہہ دیتی کہ میں نے تو ان کو رشتہ دینا ہی نہیں۔ لیکن آنٹی امی کو تسلی دیتی کہ باجی پریشان نہ ہو اکریں لڑکا اچھا ہے ناں مجھے آنٹی ارینہ پر غصہ بھی آتا تھا کہ یہ امی کو کیوں بتاتی ہیں۔ شاید یہ چاہتی تھیں کہ میری سعد سے شادی ہو۔ لیکن بعد میں جب آنٹی کے منہ سے سعد کی تعریف سنی تو دل کو تسلی ہو جاتی۔ کیسی وہ قیمت خیر گھڑی تھی جب آنٹی نے امی سے بات کی کافی دیر آنٹی ارینہ امی سے باتیں کرتی رہی تب میں نیچے سبق یاد کر رہی تھی اور امی موبائل لے کے چھت یہ جا کے سن رہی تھی تقریباً پورے گھنٹے بعد امی فون سن کے نیچے آئی امی کی آنکھیں نم لگ رہی تھیں میں نے اتنا غور ہی نہ کیا سبق یاد کرنے لگی۔ پھر امی تھوڑی دیر خاموش ہونے کے بعد خود ہی بول پڑی کہ دیکھو سعد ایسا نہیں لگتا تھا میں نے پوچھا کیا ہوا میرا دل بچھ سا گیا تھا امی بولی کہ تمہاری آنٹی ارینہ نے منع کیا تھا کہ تمہارے سامنے کوئی بات نہ کروں لیکن مجھ سے تو برداشت ہی نہیں ہو رہا امی بولیں تو سہی کہ ہوا کیا ہے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا امی کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے آواز بھرا آنٹی سعد کا کسی لڑکی سے آئینہ

چل رہا ہے۔ میرے دل میں فوراً آیا یہ جھوٹ ہے لیکن پھر بھی میں خاموشی سے سنتی رہی۔ قارئین یہ تو کوئی دل والا ہی جانتا ہے جس کا دل ٹوٹا ہوا ہو جب میرے کانوں میں یہ خبر پڑی کہ سعد نے اس لڑکی سے شادی کر لی ہے اور تو اور کل اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن میں امی کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی میں فوراً منہ دھونے کے بہانے واش روم میں چلی گئی اور آنسو چھپانے کے لیے منہ دھونے لگی میری نظریں سامنا ہی نہیں کر پا رہی تھیں امیکا میرا دل کر رہا تھا کہ میں اوچی اوچی رونا شروع کر دوں۔ لیکن میں امی کے سامنے رو بھی نہیں سکتی تھی کہ امی کیا سوچیں گی یہ کیوں اتنا رو رہی ہے میرے دل میں اس وقت جو طوفان چل رہا تھا میں جانتی تھی یا میرا خدا۔ سعد کے بارے میں میرے منہ سے اک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا کہ اس نے اچھا کیا یا برا۔ بس مجھے سعد یہ یہ دکھ تھا کہ سعد نے میرا دل نہیں میرا مان توڑ دیا ہے مجھے سعد پہ مان بہت تھا مجھے اپنے سعد پہ مان ہی بہت تھا میں تن بکھر چکی تھیکہ سینٹا بہت مشکل ہو گیا تھا اس رات میں بہت ہی زیادہ روئی تھی روئی تو آج بھی ہوں لیکن وہ ابتدائی وقت کی بات کر رہی ہوں جب نیندیں ہی اڑ گئی تھیں اب پتا چلا تھا عشق واقعی دنیا کی ہوش بھلا دیتا ہے یہ اب میں کر رہی تھی جس کا قول تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب کسی سے پیار ہو تو نیندیں ہی اڑ جاتی ہیں ہم دوسریں جب بیٹھتی تھیں تو کہتی تھیں یا تو یہ جھوٹ ہے یا پھر ہم کسی سے پیار ہی نہیں ہمیں تو جب وقت ملے سو لیتے ہیں۔ ہماری نیندیں تو کسی نے نہیں چرائیں اب جب دل ٹوٹا تو احساس ہوا کہ واقعی نیند اڑ جاتی ہے۔ لیکن جب دل ٹوٹتا ہے تو تب اڑتی ہے مجھے اپنی بڑی بوڑھی بزرگ خواتین کی یہ بات بہت یاد آ رہی تھی کہ وہ کہتی ہیں کہ اب تو نیند آنی ہی نہیں تارے گنتے رات گزر جاتی ہے واقعی صبح کہتی

تھی کہ تارے گنتے رات گزر جاتی ہے۔ پہلے سعد نے کہا کہ وہاں کسی نے میرے پر کوئی غلط کس بنا دیا تھا اور انہوں نے میرے فنگر پرنس لے لیے تھے اس لیے اب میں اس ملک واپس نہیں جاسکتا لیکن اب سمجھ آئی کہ فنگر پرنس وہاں نہیں یہاں کسی نے لے لیے ہیں۔ کسی کو اتنا مت چاہو کہ تم اسے بھلا نہ سکو یہاں لوگ بدلتے ہیں موسموں کی طرح اتنا بڑا دھوکہ میرا تو دنیا سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔ میں تو ابھی تک اس بات پہ یقین نہیں کر سکتی کہ واقعی اس نے میرے ساتھ بیوفائی کی ہے یا کہ وہ آج بھی مجھے چاہتا ہے میں نے سعد کی بیوفائی کا اتنا صدمہ کیا کہ میں کمزور ہو گئی جو بھی مجھے دیکھتا یہی کہتا کہ تمہیں کیا ہوگا۔ اپنی کمزور ہوئی ہوگی محلے کی عورتیں یہی کہہ رہی تھیں کہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا اچھی بھلی ہنسی لگتی تھی تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے امی بھی کہتی کہ پتا نہیں اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔

امی جانتی تو تھی کہ میں کیوں کمزور ہو گئی ہوں بس مجھے محسوس نہیں کرتی تھی سعد کی اس بات کا صرف ابھی نہیں مانی کے گھر والوں کو پتہ تھا میرے ابو کو ابھی اس بات کا کوئی علم نہیں تھا وہ دن کیسے گزرے یہ میں جانتی تھی یا میرا خدا کسی چیز میں دل نہیں لگتا تھا۔ آج سمجھ گئی تھی کہ بے وفائی کسے کہتے ہیں۔ پہلے میں سمجھتی تھی کہ بے وفائی، ڈراموں میں، کہانیوں میں ایسی جھوٹی کہانی پیش کی جاتی ہیں لیکن جب خود یہ بیٹی سے تو پھر پتہ چلتا ہے میں سعد کی ہر بات یاد کرتی تھی کہ کیا وہ سب جھوٹ تھا، فریب تھا۔ نہیں ضرور سعد کو کسی لڑکی نے پھنسا لیا ہوگا وہ تو کہتا تھا کہ میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا، تم میری زندگی ہو۔ انگلیاں آج بھی اس سوچ میں گم ہیں جانے اس نے کیسے نئے ہاتھ کو تھاما ہو گا میں نے تو اپنی دوست کو بھی سعد کی بے وفائی

کے بارے میں نہیں بتایا تھا کہ صرف یہ سوچ کے کہ وہ کیا سوچے گی۔ آہستہ آہستہ امی نے سب کو سعد کے بارے میں بتا دیا اور میرا رشتہ ڈھونڈنے لگی۔ میں خاموش تماشہ دیکھتی رہی اور روتی رہی ماموں کی شادی آگئی سارے کزن اتنے عرصے بعد اکٹھے ہوئے اسد بھائی نے مجھے بلایا صرف حال چال کی حد تک ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ مجھ سے شرمندہ ہے سعد بھی آیا تھا لیکن انھیال میں سے سعد کو کسی نے نہ بلایا میں نے سعد کی طرف دیکھا سعد اس واقع کے چھ سات ماہ بعد آیا تھا میں نے سعد کی طرف دیکھا نا جانے کیوں میرے دل میں پہلے کی طرح اسے دیکھ کر طوفان نہ اٹھے تھے کوئی پہچان نہیں تھی میں ساکت بیٹھی اُسے دیکھ کر جا رہی تھی پانچ منٹ بھی وہ ہمارے پاس نہیں رکھا تھا مجھ سے کچھ فاصلے پہ کھڑی آئی ارینہ سے بات کی اور چلا گیا۔ جتنی دیر گھڑا رہا نظریں اس کی بھی مجھ پہ لگی جانے کیوں اس کی آنکھوں میں مجھے اس وقت کوئی ندامت یا شرمندگی نظر نہیں آئی تھی خیر جو بھی تھا آج بھی اسے دیکھ کے مجھے خوشی ہوئی تھی میں تو بھر ہی گئی تھی سعد کی بیوفائی سے وہ ہے ناں۔

بس تیری میری ہوئی وے میں

جیونندی جاندی موتی

تو نے لب لبال نوایاں نے رہواں وے

اساں تینوں کی آکھناں

سعد نے میرے ساتھ جو بھی کیا اچھا نہیں کیا اس واقع کے بعد سے ہمارے گھر والوں نے سعد کے گھر والوں سے ہر قسم کا ناٹ توڑ دیا شاید ہم ایسا نہ کرتے سعد کی بہنوں نے ہمیں ایسا کرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ ماموں کی شادی پہ سعد کی بہن جسے میرے سامنے سعد کی بیوی سے ہنس ہنس کے مجھے جھپٹکس کرنے کے لیے فون کر رہی تھی یہ میں ہی جانتی تھی کہ مجھ پہ کیا بیت رہی تھی قارئین مجھ پہ کیا بتی یہ میں جانتی

تھی یا میرا خدا میری سعد سے ملاقات نہیں ہوئی تھیں سعد نے بھی گاؤں آنا چھوڑ دیا تھا ہمارے گھر والوں کے سوا سب آگئی لوگوں سے بولتے تھے جس کا ہمیں بہت ہی دکھ تھا کہ ہماری خاطر کسی نے بھی آگئی سے بول چال نہیں چھوڑی تھی۔ ہمارے ساتھ بھی انھیال والے بولتے تھے وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھے ان کو دونوں بیٹیاں ہی برابر تھیں لیکن ہمیں دکھ تھا کہ ہم انھیال والوں کا زیادہ کرتے تھے لیکن انہوں نے ہماری خاطر اتنا بھی نہ کیا کہ آگئی سے چند دنوں کے لیے ناٹ توڑ لیں خیر جو بھی ہوا قارئین وقت گزرنے والی چیز تھی سو گزر گیا دو سال بعد ہماری بھی اپنی آگئی سے بول چال ہو گئی آگئی نے گھر میں فنکشن کیا سب کو بلایا میری امی بھی گئی کیونکہ آگئی نے اصرار بہت کیا تھا جب امی ان کے گھر گئی تو سعد کی بیوی بھی اس فنکشن میں شامل تھی دو سال سے میرے دل میں تھا کہ شاید سعد کو مجھ سے خوبصورت اور اچھی لڑکی مل گئی ہوگی شاید اس لیے اس نے مجھے چھوڑ دیا ایک بار ضرور سعد کو طوں کی اس بے پوچھوں گی کہ اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا لیکن میں نہ پوچھ سکی میں بھی اور لڑکیوں جیسی ہوتی سعد سے ملتی نہیں باہر ملاقات کرتی کوئی فون وغیرہ کرتی روتی لیکن میں نے ایسا کچھ بھی نہ کیا میرے ضمیر نے گوارہ ہی نہیں کیا اپنی محبت حاصل کرنے کے لیے کسی کے آگے جھولی پھیلاؤ۔ یہ نہیں یہ میں نے غلط کیا ہے یا ٹھیک میں آج بھی بہت یاد کرتی ہوں سعد کو لیکن صبر کیا اور ب کچھ خدا پہ چھوڑ دیا لیکن میرے دل کو ترانہ نہیں ملتا تھا۔ بار بار دل یہ سوال کرتا تھا آخر سعد نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ آخر قارئین مجھے سعد کے بارے میں کچھ معلومات مل ہی گئیں اس فنکشن سے واپس آ کے میرے سب انھیال والوں نے بتایا کہ سعد کی بیوی بالکل بھی پیاری نہیں اور بہت ہی سچ گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور سعد بہت پچھتا رہا ہے ہم نے نہیں

دیکھا کہ ہمارے سعد نے اپنی بیوی کو بلایا بھی ہو۔ ہر کسی کے منہ میں تھا۔ آگئی کیا، ممانی کیا، کزن کیا سب کی زبان پہ یہ ہی تھا کہ سعد بہت پریشان ہے وہ بہت روتا ہے۔ ایک بار صرف میں صبح سے مل کے معافی مانگ لوں تاکہ مجھے قرار آ جائے کزن نے بتایا کہ سعد کا کہنا ہے کہ ایک بار صبح مل جائے اس کی خاطر سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ کیا بات ہے سعد کی دو سال ایک لڑکی کے ساتھ گزار کے اب پھر اسے میری یاد آگئی ہے۔ اب روئے یا نہیں اب کوئی فائدہ نہیں۔ قارئین سعد کی محبت تو دیکھیں بیوی کو ابھی اپنے نکاح میں ہی رکھا ہے اور محبت کی بھیک مانگ رہا ہے کہ اگر تم مل جاؤ تو اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دوں گا اور اگر میں نہ ملوں تو تب اس چوائش میں چلو وہ تو پاس رہے۔

میرا تو دل ہی نہیں کرتا اب اسے ملنے کو۔ اسے دھوکہ کرنے کی سزا ملنی چاہیے کہ کیسے کسی معصوم دل کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں جو کسی کے ساتھ دھوکہ کرتے ہیں ان کو کبھی جین نہیں آتا میں نے تو اس محبت سے یہی سیکھا ہے کہ کسی پہ اعتبار نہیں کرنا چاہیے کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا لیکن قارئین جب تک ٹھوکر نہ لگے یہ بات جھوٹ ہی لگتی ہے کہ ہمارا محبوب بھی ہم سے بیوفائی کر سکتا ہے میں بھی یہی کہتی تھی کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس کرتے ہیں ان کے ساتھ کوئی محبت نہیں کرتا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی کسی سے بھی محبت نہیں کرتا یہ اسعد تو بہت اچھا ہے لیکن جب سعد نے مجھے دھوکہ دیا تو میرا اعتبار ہی اٹھ گیا ہے دنیا والوں سے چلو سعد کی محبت نے یہ تو سکھا دیا کہ کسی پہ اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ مرد تو بالکل بھی بھروسے کے قابل نہیں ہیں۔ میں نے سعد کو بہت چاہا لیکن سعد نے مجھے کیا دیا وہ گانے کا بول ہے ناں۔

دل دتا سی میں تینوں تھو کہ دیتا اے تو مینوں آپے رب کولوں پاویں گا سزاواں دے

محبت چھوڑ دی ہم نے

اساں تینوں کی آکھنا
تینو بل گیاں ساڈیاں چاہواں دے
آساں تینوں کی آکھناں
قارئین جب تک مجھے سعد کا یہ پیغام ملا کہ میں بہت پچھتا رہا ہوں میں آج بھی تمہیں ہی چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنا نا چاہتا ہوں تب تک بہت دیر ہو چکی تھی سعد کی محبت شاید کبھی بھی میرے دل سے ختم نہ ہو سکے لیکن اب سعد کو اپنا نامیرے لیے بہت مشکل تھا دھاگے میں گرہ لگ جائے نہ تو وہ مضبوطی نہیں رتی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اگر چیز میں پوند لگ جائے۔ میں سعد کی بیوفائی سے بہت ٹوٹ چکی ہوں اب سعد کے بارے میں مجھے سوچنا بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ صرف اس غزل سے کہانی ختم کرنی ہوں اور تو کچھ نہیں کہہ سکتی آخر کبھی واسطہ تھا اس کا ہمارے ساتھ بھی کیا ہوا جو اس نے بیوفائی کی۔

محبت چھوڑ دی ہم نے

یہ کہہ دیا کس نے کہ اس بن ہم رہ نہیں سکتے

یہ دکھ ہم سہہ نہیں سکتے

نہیں جاناں غلطی ہوئی اس کو

ماں اتنا مان لیتے ہیں کہ ہم اس بن بہت روئے

کئی راتوں کو نہ سوئے

مگر افسوس میری جان

کہ اب کہ وہ جو روئے گا

ہمیں تبدیل پائے گا، بہت مایوس ہوگا وہ

اگر وہ پوچھنا چاہے کہ ایسا کیوں کیا ہم نے؟

تو سن لو کہ وہ سے جاناں!

پرانی اک روایت تنگ آ کر توڑ دی ہم نے

محبت چھوڑ دی ہم نے

قارئین میں تو آپ کو یہی کہوں گی کہ خدا کے سوا کسی پہ اعتبار نہیں کرنا چاہیے صرف خدا سے ہی امید رکھنی چاہیے۔



جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

109

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

108

محبت چھوڑ دی ہم نے

کیا صلہ دیا تم نے!

✓ تحریر: بشری رحمن، اوٹھل بلوچستان

مگر جب میں نے سلمان کو ایس ایس ایس کیا کہ میں آگئی ہوں تو اس نے پہلے تو جواب نہیں دیا پھر مجھے گالیاں دیتے ہوئے کہنے لگا تم ایسی ہو وہاں پر تمہیں کوئی ملا ہو گا کسی سے دوستی کر لی ہو گی۔ میں وہاں سے اپنی خالہ کے گھر آگئی تھی جب میری کرن نے وہ میسج پڑھا تو اسے بہت دکھ ہوا کہنے لگی ایسے لڑکے سے دوستی کی ہوئی ہے جو تجھ پر اعتبار نہیں کرتا تجھے ایک غلط لڑکی سمجھتا ہے جو تجھے دوسرے کے ساتھ منسوب کرتا ہے ایسے لڑکے سے دوستی کرنا تو دور کی بات اس کے ساتھ تو بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

قارئین میرا نام بشری رحمن ہے میرے تین بھائی اور ہم پانچ بہنیں ہیں میں چوتھے نمبر پر ہوں میں بلوچستان کے ایک چھوٹے سے شہر اوٹھل میں رہتی ہوں پہلے ہم کوئٹہ میں اپنے ماموں کے گھر میں رہتے تھے کیونکہ جب ہم چھوٹے تھے تو میرے ابو ہمیں نانی کے گھر چھوڑ کر اوٹھل آ گئے اور زمینداری شروع کی میرے بچاؤ کو تو ہمارا پوچھتے نہیں تھے۔ جب اسکول کی چھٹیاں ہوتیں تو ہم اوگ ان کے گھر جاتے تھے میرے ماموں لوگ بہت اچھے تھے میری کزنز بھی بہت اچھی تھیں 5th تک بڑھ کر ہم ابو کے پاس آ گئے اس وقت میں بارہ سال کی تھی مجھے موبائل پر یہ بھی نہیں کھینا آئی تھی میری بڑی بہن نے پھر مجھے آہستہ آہستہ سکھا دیا میں کتابوں سے دیکھ کر اپنی کزنز کو شعر و شاعری کے سچ کرتی اس طرح مجھے سب سمجھ آئے گی۔

میری کہانی بہت بڑی ہے میں بہت سی باتیں نہیں لکھ رہی اس طرح ایک سال گزر گیا ہم نے وہ

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

110

کیا صلہ دیا تم نے

کیا صلہ دیا تم نے



جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

111

کیا صلہ دیا تم نے

کیا صلہ دیا تم نے

یہ نہیں آج میں کیوں اپنی محبت کی قربانی نہیں دے سکتی ہاں اپنی قربانی دے سکتی ہوں جو جواب عرض میں نے خریدا اس کی بیک سائیڈ پر ڈوٹی اور نازیہ کی تصویر بھی میں نے ایک نمبر پون کیا جس کا نام باسرتھا مگر وہ اچھا لڑکا نہیں تھا اس نے جو لکھا تھا مجھے یہ نہیں کیوں لکھا تھا میں کسی کے خلاف کچھ نہیں لکھتی مگر میں لڑکیوں کو اتنا کہتی ہوں کہ کسی بھی ایسے نمبر کو فون نہ کریں نہیں تو آج میری طرح چوٹ نہ لگے اس سے میری دوستی زیادہ نہیں رہی سلمان نے اس کے موبائل سے کیسے میرا نمبر لیا اور مجھے رات کو فون کرنے لگا اس کی آواز ایسے تھی کہ میں اسے دوستی سے انکار نہ کر سکی وہ بہت معصوم لگا مجھے مگر مجھے پتہ نہیں تھا آج کے زمانے میں سو میں سے ایک معصوم ہوتا ہے میرے پاس موبائل نہیں تھا میں ابو کے موبائل سے بات کرتی تھی میں نے اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا وہ آج تک مجھے طعنے دیتا ہے مجھے اس وقت بھی محبت کے بارے میں اتنا پتہ نہیں تھا مگر جب وہ مجھ سے بات نہیں کرتا تو مجھے نیند نہیں آتی اور میں روتی تھی وہ بولتا جانی میں کام کرتا ہوں بہت کام ہے اور میں اس کی باتوں میں آ جاتی میں ہر وقت اسے ایس ایم ایس کرتی وہ دو تین جواب دیتا چاہے میں جتنا بھی فون کرتی وہ ایک بار بھی مجھے متوجہ نہ کرتا مجھے غصہ تو بہت آتا میں چپ رہتی کیونکہ وہ مجھے منانا نہیں تھا مگر جب وہ ناراض ہوتا تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا وہ دو تین دن ناراض بھی رہتا تھا میں سوچتی کیا پیار ایسے ہوتا ہے مگر میں اس پر بہت یقین کرتی اس کی قسموں یہ جو وہ اللہ کی قسمیں کھاتا میں اسے ٹوٹ کر چاہتی تھی مگر آج اس نے میرے سارے پنوں کو توڑ دیا کیونکہ سلمان اس لیے ناراض تھا کہ میں نے اپنے امی ابو کو کچھ نہیں بتایا تھا اور ابو کے ڈر کی وجہ سے میں آپ سے مل نہیں پائی اور آج آپ نے اپنے سارے قسمیں توڑ دیں مجھے گالیاں دیتے ہو اور کہتے ہو مجھے چھوڑ دو۔

قارئین آپ مجھے بتائیں پیار دل میں ہوتا ہے یا ملنے سے اگر میں اس سے مل نہیں پائی تو میری ہزاروں مجبوریاں ہیں اگر ہم پانچ منٹ بھی گھر سے باہر جاتے ہیں تو میری امی ایسے ہوتی جیسے بے ہوش ہونے کو ہو۔ میری امی بہت معصوم ہے وہ میرے ابو سے بہت ڈرتی ہے امی کی وجہ سے میں بھی باہر نہیں جانی میرے ابو گندی گالیاں دیتا، مارتا اور بدگمانی کرتا ہے کہ اگر بغیر اجازت گھر سے نکلے تو میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا مگر سلمان آپ میرے ساتھ رہتے تو میں پوری دنیا سے لڑتی میں آج بھی آپ کو اتنا ہی چاہتی ہوں آپ کے لیے روتی ہوں آپ میری زندگی ہو کیا کوئی اپنی زندگی کو چھوڑ سکتا ہے میں کتنی برداشت سے اپنی کہانی لکھ رہی ہوں مگر میرا دل تڑپ رہا ہے کیا آپ میرا پیار وفا بھول گئے ہو اٹھل میں ہمارا کوئی بھی اپنا نہیں ہے جب سردی ہوتی تو کوئٹہ سے سب لوگ ہمارے پاس آنے لگتے ہیں ہمارے گھر زیادہ ماموں لوگ آتے ہیں ابو کے تو بھائی پوچھتے بھی نہیں ہیں چار سال بعد ہم کوئٹہ گئے ابو تو مان ہی نہیں رہے تھے ماموں لینے آئے تب جانے دیا کیونکہ میرے کزن ڈی کی شادی تھی اور ہم شادی کے پانچ دن پہلے گئے پوری رات سفر کر کے سب لوگ تھک گئے تھے۔

گھر پہنچے ہی تھے کہ خالہ نے کہا نا تم کمرے توڑا آرام کرو پھر بازار چلتے ہیں کیونکہ ہم نے کچھ کپڑے وغیرہ خریدے ہیں اُف خالہ توڑا آرام کرنے دو ہم بہت تھکے ہوئے ہیں مگر آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ خالہ ہمیں بازار لے گئی اس وقت بھی سلمان کا خیال مجھے آ رہا تھا۔ پورے سفر میں اس نے ایک بار مجھے فون کیا کہ جانی آپ جارہے ہو پہنچ گئے تو مجھے بتانا اس نے میرا نام فرما رکھا تھا بازار میں بھی میں نے بے دلی سے دو تین سوٹ خریدے جو مجھے بہت پسند تھے اور میں نے لے لے لیے۔ میں نے سوچا سلمان کے لیے بھی ایک سوٹ لوں گی مہندی کی رات بھی میں نے بہت پیارا

سوٹ پہنا سب سے پیاری لگ رہی تھی لیکن میرے اندر غرور نام کی چیز نہیں تھی میری ایک خالہ کی بیٹیاں اور اس کے سرال والے تھوڑے سادے لوگ تھے جبکہ میرے ماموں کی لڑکیاں ان سے باتیں نہیں کرتی تھی وہ بھی ان کی فکر نہیں کرتے مگر میں سب کے ساتھ مذاق کر لیتی تھی کیونکہ اتنے سالوں بعد ہم آئے تھے سب ہم سے ملنا چاہتے تھے میں جس سے بھی ملتی وہ یہی کہتے کہ اتنی پیاری ہو لیکن تیرے اندر غرور نام کی چیز نہیں ہے مجھے اپنی تعریفیں اچھی لگتیں میں سب سے اچھے طریقے سے ملتی تھی مگر وہ لوگ بالکل بھی پسند نہ تھے مگر مجھے پتہ نہیں تھا میں نے سلمان جیسے مغرور انسان کو ٹوٹ کر پیار کیا کوئٹہ میں بھی سلمان مجھ سے بات نہیں کرتا تھا اور مجھے کہتا تھا تمہیں کوئی ملا ہے تم ملتی ہو لڑکوں سے اس کی یہ باتیں سن کر مجھے بہت دکھ ہوتا مگر میں اس کی ہر بات برداشت کرتی اسے پتہ نہیں تھا کہ میرے پاس موبائل نہیں کزن کی شادی کے بعد میں بھی اس فریڈ کے موبائل سے اسے فون کرتی کبھی کسی کے اگر میں اس سے بات نہیں کرتی تھی مگر وہ ہر وقت میرے دل میں ہوتا۔

کچھ عرصے بعد ماہ رمضان شروع ہو گا مریضان بھی ہم نے کوئٹہ میں گزارا عید سے پانچ روز قبل جب میں بڑے ماموں کے گھر میں تھی مجھے تقریباً دس دن ہو گئے تھے ان کے گھر میں، لیکن دل کہیں نہیں لگ رہا تھا مجھے سلمان کی یاد ہر وقت سنائی تھی۔ میری چھوٹی بہن کی یاد بھی بہت آتی تھی مجھے بخار ہو گیا تھوڑا ٹھیک ہوئی تو میں رونے لگی ایک بار کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی جب میرا کزن آیا اور کہا ہمارے تم کیوں رو رہی ہو میں اور رونے لگی وہ پیچھا پریشان ہو گیا پوچھنے لگا بتاؤ کیا بات ہے تو میں نے کہا مجھے نانی کے گھر جانا ہے۔ کیونکہ میرے یہ ماموں اکیلے رہتے تھے جبکہ دوسرے چار ماموں ان سے دور رہتے تھے اس نے کہا کہ ماموں گاڑی لے کر کہیں گئے ہوئے ہیں اور ایک

گاڑی ڈی لے گیا ہے اور ایک گاڑی جانی آفس لے گیا ہے کیا بایک ہے لے جاؤں تھے ہاں لے جاؤں میں یہاں ایک پل بھی نہیں رک سکتی تھی میں نے روتے ہوئے کہا تو وہ بولا کوں بھائی میری بے عزتی کروانی ہے ماموں سے میں چپ ہو گئی پھر ماموں آگئے تو مامی نے اسے کہا آپ کی بہن کی بیٹی جانا چاہتی ہے شکر ہے ماموں مجھے گھر لے گیا۔

کزنوں کو دیکھ کر اور امی کو مل کر مجھے تھوڑا سا سکون ملا۔ مگر جب میں نے سلمان کو ایس ایم ایس کیا کہ میں آگئی ہوں تو اس نے پہلے تو جواب نہیں دیا پھر مجھے گالیاں دیتے ہوئے کہنے لگا تم ایسی ہو وہاں پر تمہیں کوئی ملا ہو گا کسی سے دوستی کر لی ہو گی۔ میں وہاں سے اپنی خالہ کے گھر آگئی تھی جب میری کزن نے وہ میج پڑھا تو اسے بہت دکھ ہوا کہنے لگی ایسے لڑکے سے دوستی کی ہوئی ہے جو تجھ پر اعتبار نہیں کرتا تھے ایک غلط لڑکی سمجھتا ہے جو تجھے دوسرے کے ساتھ منسوب کرتا ہے ایسے لڑکے سے دوستی کرنا تو دور کی بات اس کے ساتھ تو بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔

میں نے اسے بہت ایس ایم ایس کیے لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اور جب اس نے میج کیا تو ساتھ دھکی تھی کہ میں منگنی کر رہا ہوں میں نے جب میج پڑھا تو مجھے لگا کہ میرا سب کچھ چھن گیا ہے میں تڑپ کر رہ گئی اور اسے فون کیا مگر اس نے فون انیڈ نہیں کیا وہ میرا فون تو ویسے بھی نہیں سنتا تھا جب دل کرتا تو فون کرتا میرا کزن خالہ کے گھر آگیا میں اکیلی تھی اور میری آنکھیں رونے سے سرخ ہو گئی تھی اس نے منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر خالہ کے نمبر پر میج کر دیا کہ میں اجڑی ہوئی شہزادی لگ رہی ہوں مجھے اور رونا آ گیا تو اس نے کہا مذاق کر رہا ہوں رونے سے کیا فائدہ مجھے غصہ آ گیا اور کہا چپ کرو۔ اور دو تین دن تک مجھے سلمان نے ایسا رالایا کہ میں کھانا بھی نہیں کھاتی تھی تو سب مجھ سے پوچھتے کہ کہیں کیا ہو گیا

ہے میں ماموں کے گھر میں تھی ایک الگ کمرے میں جا کر اتنا زیادہ روٹی اور بے وفائی والے لگانے سننے لگی سلمان عید ہے مجھے مت رلاؤ میں اسے میچ کرتی رہی آخر عید سے دو تین دن پہلے اس نے مجھے میچ کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کو سنہ جا کر بدل گئی ہو مگر اس نے صرف پیرادل رکھنے کو کہتا کہ مجھے ہزار غم لگے ہیں تیری عاشقی کے پیچھے کئی زخم کھائے ہیں میں نے تیری عاشقی کے پیچھے۔

میں ہر وقت یہ گانا سنتی عید گزر گئی ہم واپس آتھیں آگئے اور وہ پھر بھی بات نہیں کرتا تھا کیونکہ اس کے بڑے بھائی کی شادی عید کے بعد ہو رہی تھی میں اس کا ویٹ کرتی رہتی مگر شاید میرے فریڈز رنج ہی کہتے تھے کہ لاہر میں تم جیسے بہت ہیں مگر میں اس پر یقین کرتی تھی وہ بے وفا نہیں میں نے اسے صرف ایک بار دیکھا جب میرے کو سنہ جانے سے پہلے کراچی آیا تھا تو مجھ سے ملا مگر صرف پانچ منٹ پھر وہ چلا گیا نوید بھائی کی شادی کے بعد وہ اور بھی بدل گیا ایک ہفتے بعد مجھ سے باتیں کرتا میں ہر رات اس کا ویٹ کرتی میں اسے بہت میچ کرتی مگر اسے میرے رونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی ہر بات پر میں اندھوں کی طرح اعتبار کرتی مگر اس نے میرا اعتبار ریزہ ریزہ کر دیا میں ٹوٹ گئی ہوں آج مجھے نفرت ہو گئی ہے اس زندگی سے میں اسے بہت پیار کرتی ہوں اس لیے وہ مجھ سے تنگ آ گیا ہے اور نفرت کرنے لگا ہے مجھے ماں کی گالیاں دینے لگا ہے اسے جب میں نے فون کیا اس نے اتنے دوستوں کو فون دیا مجھے پتہ نہیں تھا کہ وہ اپنی شاپ میں ہے اس کا ایک دوست میرے بھائی کی طرح تھا میں اس سے پوچھتی کہ سلمان ایسے کرتا ہے میرے ساتھ وہ جھوٹ بولنے لگا کہ سلمان تم سے بہت پیار کرتا ہے میرے بارے میں پوچھا جو میں نے بتا دیا مگر سلمان مجھے گالیاں دینے لگا کہ تم میرے دوست سے کیوں باتیں کرتی

ہو۔ میں بے قصور تھی مگر اس نے میرے کزن کو فون کیا پھر میرے کزن نے میرے ماموں کو بتا دیا میں نے سوچا کہ کوئی اتنا بھی گر سکتا ہے۔

اسے میرے پیار پر یقین نہیں تھا سلمان ایک بار میرا ساتھ تو دیتا میں آج بھی نہیں ٹوٹ کر چاہتی ہوں مجھے تکلیف دینے کے لیے آپ کسی اور سے باتیں کرتے ہو اور ہر وقت نمبر بڑی ہوتا ہے اس وقت مجھ پر کیا گزرتی ہوگی جیسے میری روح نکل رہی ہو میرے ساتھ ناظم پاس کر کے میرے جذبات کا خون کیا۔ میرا اعتبار اٹھ گیا ہے مرد ذات سے میری امی کہتی ہیں تم اتنے دنوں سے صرف جائے پانی سے گزارہ کرتی ہو کیا بات ہے جب بھی کہو کھانا کھاؤ اور کہتی ہو مجھے بھوک نہیں ہے میں راتوں کو اٹھ کر روٹی ہوں سلمان جب تم نہیں تو میں کیوں جی لوں اس کی شادی ہے میں کسی تیز گاڑی کے آگے خود کو مار دوں گی کیونکہ میں اب جی نہیں پاتی۔

میں بے وفاؤں کے شہر میں ایک با وفا ملا مگر افسوس کہ آج وہ بھی بے وفا نکلا سلمان آپ کو کسی اور کے ساتھ دیکھنے کے لیے میں مرنا چاہتی ہوں میں کسی کے ہونا نہیں چاہتی مجھے پتہ ہے اگر میں زندہ رہی تو گھر والے میری شادی کر دیں گے اور میں ایسے اذیت میں نہیں رہ پاؤں گی کیونکہ میں نے آپ کیلئے سنے دیکھے ہیں مجھے آج بھی یقین نہیں آتا کہ آپ بے وفا ہو آپ کو میرے مرنے کے بعد محبت کا احساس ہوگا کہ میری وفا کا کیا صلہ دیا میں نے اب بھی رو رو کر یہ کہانی لکھی ہے کسی کے جذبات کے ساتھ نہ کھیلو اور کسی کو اتنا مت چاہو کہ اس کے بغیر جی نہ سکو سلمان مجھے پتہ ہے آپ نے جو ہر لڑکی کے ساتھ کیا میرے ساتھ بھی وہی کر دیا مگر میں پھر بھی آپ سے پیار کرتی ہوں میں ہر دعا میں آپ کو مانگتی ہوں میری اب کوئی زندگی نہیں پلینز اگر آپ اس کہانی پڑھو تو اسے اپنے پاس رکھنا کیونکہ مجھے پتہ ہے آپ نے میری

تحریریں نکلنے نکلنے کر دی ہیں اور میری چیزیں بھی پھینک دی ہیں آپ ایک بار میری جان مانگتے میں اپنی زندگی آپ کو دے دیتی مگر میری محبت کا یہ صلہ تو نہ دیتے اس طرح بڑے انسان تو بنے ہیں۔ آپ کی بے وفائی نے میرا دل زخمی کر دیا ہے میں کل بھی آپ کی تھی آج بھی آپ کی ہوں میں اپنی قربانی دوں گی مگر کسی اور سے شادی نہیں کروں گی آئی لو پولسلمان۔

میں آپ کی دی ہوئی لاکھ ہر پل اپنی سانسوں میں محسوس کرتی ہوں پلینز لوٹ کے آؤ میں آپ کے بغیر ادھوری ہوں مجھے پتہ ہے آپ کو میری پھر بھی فکر نہیں ہے نہ آپ میرے رونے کی پرواہ کرو گے ایک دن تو لوٹ آؤ گے سلمان جب آپ کو احساس ہوگا میری فزا کے سوا میرا کوئی نہیں مگر اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی کاش آپ میری محبت کو سمجھ جاتے۔

میری میت گزر رہی ہے تیری کلمی سے سلمان دیکھ مرنے کے بعد بھی ہم نے رستہ نہیں بدلا کانٹے چنے پھولوں کی راہ میں زخم کتنے ملے تیری چاہ میں ہماری صدا کو تو نے سنا ہی نہیں تم تھے عمر بھر کے اس آہ میں جب بھی مجھے آپ کی باتیں یاد آتی ہیں تو میرا دل تڑپنے لگتا ہے سلمان میں رو رو کے اپنی آنکھیں بند کرتی ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ آپ کسی اور لڑکی کے ساتھ ہورات کو اس سے بات کرتے ہو مجھ سے برداشت نہیں ہوتی کیا کیا بھی میرے پیار میں اور اتنے بے سنگ دل ہو گئے ہو کہ ایک فون تک نہیں کرتے ہو میں کس حال میں ہوں اور آہ سوچتے ہو کہ آہستہ آہستہ فزا مجھے بھول جائے گی شادی بھی کرے گی اور میں بھی شادی کر لوں گا مگر تمہارے شادی ہونے سے پہلے میں اپنی اس زندگی کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں گی میں سوچتی ہوں آپ ظالم ہو یا خدا میری دعا کو قبول نہیں کرتا سلمان مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے

میں آپ کے ساتھ رہ کر سوکھی روٹی بھی کھا لوں گی مگر میرے ساتھ ایسا مت کرو آپ کے بغیر میں کچھ نہیں ابھی میرے آنسو بہہ رہے ہیں مگر آپ نے مجھے بھی اپنی فزائیں مانا کیوں میرے ساتھ ایسا کیا واپس آ جاؤ مجھے میرا سلمان چاہیے اور شہزادہ انکل کے انتقال کی خبر نے مجھے بہت رولا یادہ بھی بہت اچھے انسان تھے میں انہیں بھی نہیں بھول سکتی اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ان کی طرح کوئی نہیں ہو سکتا۔

میں ان کا ذاتی صفحہ پڑھ کر سوچتی کہ ان کی بھی تو کوئی کہانی اپنی ہوگی ایک دن وہ اپنی کہانی لکھیں گے یہ زندگی اللہ کی امانت ہے اور میں یہ دنیا چھوڑ کر جاتا ہے۔ قارئین میری اب کوئی زندگی نہیں ہے میری بڑی بہن کی شادی ہونے والی ہے مگر میں نے اپنے لیے کچھ بھی نہیں خریدا میں کیوں تیار ہو جاؤں جب سلمان مجھ سے ملے نہیں آتا میں ہر وقت یہی گانا گاتی ہوں تیرے بے وفائی کو ہم بھلا نہیں سکیں گے میں بے وفائی والے لگانے سنتی ہوں تو مجھے اور بھی تکلیف ہوتی ہے سلمان آپ کو تو کوئی اور مل گئی مگر میں ہمیشہ کے لیے تنہا ہو گئی ہوں ایک گانے کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں ہمیشہ کیلئے اللہ حافظ۔

مقصوم چہرہ نگاہیں فرہی لبوں پہ ہنسی اور دل میں دعا ہے دل توڑ دیا کیوں اتنا بتا دے پھر بعد میں جو چاہے مجھ کو سزا دے پلینز کسی کا دل مت توڑیے وفا ایک بار ملتا ہے اس کی قدر کریں دعا کریں اللہ مجھے موت کے بعد معاف کر دے میں کہانیاں بڑے شوق سے پڑھتی تھی مگر آج میری اپنی زندگی کی کہانی بن گئی۔

وہ ہم سے خفا ہے ہم ان سے خفا ہے مگر بات کرنے کو جی چاہتا ہے تیرے دل میں میری سانسوں کو پناہ مل رہی ہے تیرے عشق میں میری جان فنا ہو جائے سلمان

بے درد جدائی مار دیتی ہے

✑ تحریر: منیر رضا، ساہیوال

کہنے لگی میں تم سے قطع تعلق ہو جائوں گی اگر تم یہ مکان میرے نام نہیں کرائو گے عاصمہ تم یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں نے پہلے بھی تم سے کچھ نہیں چھپایا مگر تم ایسی دل کو تکلیف دینے والی باتیں کر رہی ہو جو بھی ہے میں نے کہہ دیا۔ تم یہ مکان میرے نام انتقال کرا دو..... یہ سب عاطف کی چال تھی۔ میں گھر سے چلا گیا اور کبھی کسی دوست کے پاس ٹھہرتا کبھی کسی کے پاس پیچھے کیا کھانی چلی عاصمہ نے اپنا زیور بیچ کر عاطف کو موٹر سائیکل لے دی۔ اب وہ روزانہ سیر کو جاتی..... مجھ سے گوارہ کہاں ہوتا..... خیر وقت کا پھینک دیا خوب گھومنا۔ عاطف نے اپنی کزن مہوش سے شادی کر لی۔ اور عاصمہ کو چھوڑ دیا۔ خدا کی کیا کرنی تھی عاصمہ اب صبح و شام میرا انتظار کرتی ہے۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

عامر ملازمت کی خبر سنتے ہی جھوم اٹھا۔ وہ ایک غریب لڑکا تھا قسمت سے سرکاری ملازمت کے لیے کب سے بے چین تھا۔ مگر قسمت کی دیوی اس سے روٹھ چکی تھی۔ اندھیروں میں آخر ایک روشنی کی امید پیدا ہو گئی۔ عامر کو سرکاری جاب مل گئی آہستہ آہستہ گھر کے حالات بدلنے لگے حالات کے ساتھ ساتھ عامر کی زندگی میں بھی چینیچ آ گیا۔ عامر بس شاپ پر بس کے انتظار میں تھا کہ اتنے میں ایک نقاب پوش لڑکی وارد ہوئی۔ عامر تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اتنے میں بس کا انتظار ختم ہوا وہ سب بس میں سوار ہو گئے۔ رفتہ رفتہ وہ لڑکی بھی عامر کو اپنی طرف مائل کرنے لگی۔

عامر کو ایک ہی بے چینی کھائے جا رہی تھی۔ قارئین سے تعارف ہی کراتے چلیں میرا نام منیر رضا ہے اس بار ایک دوست کی دکھی کہانی لیے حاضر ہوں۔ امید ہے ضرور پسند آئے گی۔

کہانی نیا موڑ ملتی ہے۔ ایک روز اس نقاب پوش نے عامر کی طرف ایک کورا کاغذ پھینکنا چاہا۔ جس میں وہ کامیاب ہو گئی جس میں فقط اتنا لکھا تھا تمہارا نام کیا ہے۔ تم کیا کرتے ہو۔ عامر پڑھتے ہی بے قرار ہو گیا۔ وہ بھی اسی انتظار میں تھا کہ وہ اپنی خاموشی توڑے آخر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا۔ عامر جب ڈیوٹی سے گھر پہنچا تو اسے خط لکھا۔

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 116

بے درد جدائی مار دیتی ہے



جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 117

بے درد جدائی مار دیتی ہے

میری گناہ محبت!

میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں۔ مگر اتنا کہوں گا جب سے تمہیں دیکھا ہے کچھ اچھا نہیں لگتا، نجانے کیوں تمہیں دیکھتے ہی دل کی دھڑکن تیز ہونے لگتی ہے۔ بدن میں ایک کچپی سی شروع ہو جاتی ہے جب تک تمہیں نہ دیکھوں دل بے چین رہتا ہے اور کیا لکھوں۔

فقط عامر!

صبح ڈیوٹی پر جانے سے پہلے عامر نے وہ کاغذ اپنی پاکٹ میں ڈال لیا اور بس شاپ پر اس حسینہ کا انتظار کرنے لگا۔ اچانک اسے دیکھتے ہی گھبرا سا گیا اور موقع پاتے ہی وہ کاغذ اس کی طرف پھینک دیا اس نے کاغذ اٹھایا اور مسکرا کر بس میں سوار ہو گئی۔ عامر بہت بے قرار تھا نہ جانے وہ میرے خط کا جواب دے گی یا نہیں۔

دوسرے روز عامر جلدی سے تیار ہوا اور وہیں بس شاپ پر کھڑا اس کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں وہ نقاب پوش رکشے سے اتری اور عامر کو بے چین پا کر اس کی طرف ایک کاغذ پھینک دیا۔ اتنا ٹائم کہاں تھا کہ عامر اسے پڑھ سکتا۔

عامر دفتر چلا اور موقع دیکھتے ہی وہ کاغذ پڑھنے لگا، تحریر منتظر تھی۔

پیارے عامر

جو عالم تجھ پہ گزر رہا ہے وہی ہی میری حالت ہو رہی ہے سچ تو یہ ہے مجھ سے محبت ہو گئی ہے اس پر مجھے فون کر لینا اس نے فون نمبر لکھا تھا عامر نے فوراً اس نمبر پر کال کی آگے سے کوئی اور نہیں وہ حسینہ بات کر رہی تھی پلینز اپنا نام تو اوپر لکھ دیا ہوتا۔ مجھے اور کتنا بے قرار کر گئی۔ عامر جان میرا نام عامر ہے اور میں میٹرک کے اینول میں ہوں آج شام تمہارے گھر کے باہر سائڈ باغ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ کہتے ہی عامر نے فون بند کر دیا۔

عامر سے رہا نہ گیا وہ باف ڈیوٹی کر کے گھر آیا۔ اب تو ہر بے قراری میں قرار لگتا ہے ہر گھڑی ہر لمحہ مجھے انتظار لگتا ہے عامر اپنے گھر کم میٹھا شام ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ آخر ڈھلتا ہوا سورج عامر کے چہرے پر مسکراہٹ چھوڑے جا رہا تھا۔ عامر شام ہوتے ہی باغ میں عامر کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں عامر بھی آ گئی۔ تنہائی کا عالم اور اوپر سے پہلی ملاقات وہ دونوں گپ شپ لگانے لگے۔

دونوں نے پیار نبھانے کی قسمیں اٹھائیں اتنے میں عامر نے کہا عامر مجھے بھی خود سے جدا نہ کرنا ورنہ میں مر جاؤں گی..... عامر ایسی باتیں کیوں کرتی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔

میں تم سے جدا ہو جاؤں خدا نہ کرے تم سے بچھڑ کر مر جاؤں خدا کرے اتنے میں وہ لمحہ بھی آ گیا جب انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونا تھا۔

اگلے روز عامر بس شاپ پر نہ آئی عامر کی بے چینی نے اسے گھر واپس آنے پر مجبور کر دیا عامر عامر کے محلے اسے تلاش کرنے لگا۔ اچانک عامر کی آواز اس کی سماعتوں سے گزری۔ عامر بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا ایک ونڈوپہ نظر پڑی عامر کھڑی عامر کو سلام کہہ رہی تھی عامر وہ گھر دیکھتے ہی پریشان ہو گیا کیوں کہ عامر کی ماں نے عامر کو روک رکھا تھا کہ وہ اس گھر کی طرف بھی نہ آئے۔ عامر نے چین ہو گیا اور گھر آ کر اپنی ماں سے اس گھر کے متعلق سوال جواب کرنے لگا۔ مگر اس کی ماں نے اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیا۔ وہ بار بار اصرار کر رہا تھا مگر اس کی ماں آگے سے کوئی جواب نہیں دے رہی تھی آخر اس کی ماں کو ہار ماننا پڑی..... بیٹا وہ تمہاری خالہ کا گھر ہے مگر ان لوگوں نے ہمیں غریب سمجھ کر بول چال چھوڑ دیا۔

اس وجہ سے ہم ان سے قطع تعلق ہیں۔ ماں غریبی امیری خدا کے ہاتھ ہے مگر ہمیں انہیں مان لینا چاہیے مگر بیٹا انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا ماں ایک اور سچ جو میں بولنا نہیں چاہتا اگر ایسا نہ کروں تب بھی میرا آنے والا کل برباد ہو جائے گا۔ بیٹا وہ کیا بات جو تمہیں کھائے جا رہی ہے اپنی ماں سے نہیں کہو گے۔ ماں میں ڈرتا ہوں نہیں وہ پوری نہ ہوئی تو..... بیٹا وہ کوئی ایسی خواہش نہیں جو تمہاری پوری نہ ہو سکے..... ماں میں عامر سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اگر وہ نہ ملی تو میں مر جاؤں گا..... یہ سنتے ہی ماں غصے میں آ گئی۔ بیٹا ایسا بھی نہ سوچنا ہم تمہاری شادی غیروں میں کریں گے۔ اپنوں نے ہمیں بہت ستایا ہے۔ یہ سنتے ہی میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

آگے کی کہانی عامر کی زبانی سنئے۔ سارا دن کمرے میں بند رہتا میں بہت پریشان تھا کہ عامر پر کیا بیت رہی ہوگی۔ اتنے میں عامر کا فون آ گیا۔ عامر تم کل سے ڈیوٹی پر نہیں آ رہے کیا بات ہے۔ میں نے عامر کو سب کچھ بتا دیا اتنے میں عامر نے کہا..... عامر تم اپنی ماں کو منا کر لے آؤ مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ ہم کزن ہیں یہ تو اور ہی اچھا ہوا۔ اتنے میں اوپر سے ماں آ گئی میں نے فون بند کر دیا۔ بیٹا آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے میں تمہاری خوشی کے لیے تمہاری خالہ کے پاس جاؤں گی۔ اب تو خوش ہو جاؤ جلدی سے اٹھو اور نہا کر ناشتہ کر لو میں خوشی سے اٹھانہایا اور تیار ہو کر عامر کے گھر چلے آئے۔ اتنے میں عامر نے اپنی ماں کو سب کچھ بتا دیا ماں میں عامر کے بغیر نہیں جی سکتی۔ عامر کی ماں نے کہا بہتر ہے آپ چلے جائیں ہم افسردہ ہو کر مایوسی کا دامن تھاں گھر واپس آ گئے۔ اگلے روز میں اٹھا تیار ہو کر ڈیوٹی پہ چلا آیا۔ مگر عامر سے ملاقات نہ ہو پائی میں نے فون کیا۔ ہیلو عامر تم

آج سکول نہیں آئی..... عامر ہمیں چٹھیاں ہو گئی ہیں سات دن بعد پہلا پیپر ہے عامر تم پریشان نہ ہو اور دل لگا کر پڑھنا انشاء اللہ ہمیں کوئی جدائیں کر سکتا وہ دن صدیوں کی طرح بیتے جب عامر کا پہلا فون..... عامر کیسے ہو تمہاری یادیں مجھے ہر لمحہ تڑپاتی رہتی ہیں عامر میں نے اپنی ماں سے بات کی اسے بہت سمجھایا ہے میں امید کرتی ہوں اب آپ مایوس نہیں ہوں گے پلینز ایک بار پرور آنا اپنی ماں کو لیکر میں گھر آیا اور اپنی ماں سے بات کی ماں نے کہا..... بیٹا ہم پہلے بھی بہت ذلیل و خوار ہوئے ہیں اب اور ہمیں ذلیل مت ہونے دو..... ماں میری خاطر ایک بار ضرور جانا ہوگا۔ عامر میرے بغیر مر جائے گی۔ اگلے صبح میں اپنی ماں کو لیکر عامر کے گھر چلا آیا گھر میں عامر کا بھائی عمر اور والد بھی تھے۔

ماں ان کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئی اتنے میں میں نے عمر کو سب سے الگ ہونے کا اشارہ کیا عمر کی سمجھ میں بات آ گئی۔ میں اسے سمجھایا بھائی جان ہم سب پھر سے ایک ہو جائیں گے اور میں عامر کو کوئی دکھ نہیں دوں گا۔ اتنا سننا تھا عمر دوسرے افراد میں آ کر بیٹھ گیا عمر نے اپنی خاموشی توڑتے ہوئے کہا ماں آخر وہ میری خالہ ہے۔ ہم رشتہ دار ہیں ہمیں پھر سے ایک ہو جانا چاہیے۔

اتنے میں عامر کی ماں اٹھی اور میری ماں سے گلے ملی سالوں کی رنجشیں پیار محبت سے دور ہو گئیں ہماری شادی طے پا گئی۔ شادی دس دن بعد طے ہوئی میں نے اپنے سب دوستوں کو کارڈ بھیجے۔ سب دوستوں نے میری شادی میں شرکت کی آخر ہم بھی خوشی رہنے لگے عامر نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی تم اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو جاؤ ورنہ میں اپنے مکے چلی جاؤں گی۔ میں نے عامر کو خوب سمجھایا مگر میری سب نصیحتیں رائیگاں گئیں آخر کار میں اپنے والدین سے علیحدہ ہو گیا۔ جس طرح

ہوا جیسے ہوا گھر کا سرکٹ چلتا رہا۔ میں تنخواہ کے پیسے ادھے اپنے ماں باپ کو دیتا اور آدھے عاصمہ کو ہماری شادی کو ایک سال گزر گیا۔ خدا نے ایک پیارا سا بیٹا دیا مگر پھر بھی میں پہلے کی طرح گھر کے اخراجات سنبھال رہا تھا مگر ایک دن تو انتہا ہو گئی عاصمہ نے کہا اتنے تنخواہ سے گھر کا گزارہ مشکل ہے۔ اب ایک بیٹے کی تعلیم و تربیت بھی کرنی ہے ہو سکے تو تم مجھے علیحدہ گھر لے دو۔ میں نہیں چاہتی کوئی میرے بیٹے پر آج آئے یا کسی کو میرے بیٹے کی وجہ سے تنگی ہو۔

عاصمہ تم کتنی بدل گئی ہو۔ سوچو شادی سے پہلے تمہارے کیسے خیالات تھے اور شادی کے بعد کیسے خیالات ہیں۔ جو بھی ہے میں نے کہہ دیا ہے تم علیحدہ گھر لو ورنہ میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں گی عاصمہ نے میری ایک نہی سن لی اور میں نے علیحدہ گھر لے دیا اب زندگی اور ہی دشواریوں سے دو چار تھی میرے والدین یہ سمجھتے کہ شاید اس میں میری خوشی ہے لیکن میں بے حد مجبور تھا۔ کوئی اور بس بھی نہیں چل رہا تھا۔

قارئین کہانی ایک نیا موڑ لیتی ہے جس محلیس عامر نے مکان لیا روز اند اس گلی سے ایک لڑکا گزرتا تھا جسے عاصمہ بڑی حیرت سے دیکھتی میں ڈیوٹی پر چلا جاتا مگر روز اند کا یہ قصہ وہ لڑکا میرے گھر کے سامنے کھڑا ہو جاتا ایک دن تو انتہا ہو گئی عاصمہ نے اپنا فون نمبر لکھ کر پھینکا اب بات دیکھا دیکھی سے فون پر آگئی میں روز اند ڈیوٹی پر چلا جاتا وہ لڑکا میرے گھر چلا آتا مجھے آس پاس کے بڑوسیوں نے بتایا مگر میں نے یقین نہ کیا۔ کیونکہ مجھے عاصمہ پر پورا یقین تھا کہ وہ ضد تو کر سکتی مگر ایسا قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اتفاق سے میں ایک دن ناٹم سے گھر آ گیا عاصمہ اور وہ لڑکا ہانپوں میں انہیں ڈال کر باتیں کر رہے تھے جوں ہی میں گھر میں داخل ہوا وہ مجھے

اچانک دیکھ کر گھبرائے۔ اتنے میں عاصمہ نے کہا اچھا تو تم ناٹم سے آ جاتے ہو اور سارا دن اپنے ماں باپ کے پاس گزار دیتے ہو۔ مجھے یہ بات گوارہ نہیں آئندہ سے تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ اگر جاؤ گے تو مجھ سے فارغ ہو۔ میں نے اس لڑکا کا پوچھا تو عاصمہ نے کہا یہ میرا کزن ہے۔ میری پھپھو کا بیٹا۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے عاصمہ تم اب جاؤ میں سب دیکھ لیتی ہوں وہ لڑکا جس کا نام عاطف تھا چلا گیا اس کے جانے کے بعد عاصمہ نے کہا اگر تم نے اسے گھر سے روکا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں نے کھانا کھایا اور سیدھا اپنی ماں کے پاس چلا آیا میری ماں مجھے دیکھتے ہی رونے لگی۔ بیٹا عامر آج اتنے دنوں بعد تمہیں ماں کی یاد کیسے آئی۔ تم تو ماں کے بغیر ایک دن نہیں گزارتے تھے اتنے مہینوں بعد ماں کا یہ کہنا تھا میں ماں کے گلے لگ کر رونے لگا۔ بیٹا عامر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ بیٹا تم تو اتنے بہادر تھے۔ ماں جی آپ ٹھیک کہتے تھے میں ان رشتہ داروں سے دور ہوں۔ بیٹا۔

بہادر بنو اور ہمت سے کام لو۔ اور ہاں بیٹا کیا تم کام پر جاتے ہو۔ جی ماں جی میں نے ماں سے اپنے حالات کا ذرا بھی ذکر نہ کیا اور گھر چلا آیا۔ اپنوں سے شکوہ کیا نہیں جاتا زہر نفرت کا ہم سے پیا نہیں جاتا ہر بار کی کوشش مگر ناکام رہا ان کے بغیر ہم سے جیا نہیں جاتا وہ تو سنگدل ہے ستم ڈھاتا ہے اس کا کام ہم سے کوئی ستم ان پہ کیا نہیں جاتا جسے ایک بار دل دیا ہو محبت میں اس سے پھر دل واپس لیا نہیں جاتا رضا آنکھوں میں اشکوں کی برسات ہے رزم ایسا ہے کہ کبھی سیا نہیں جاتا اتنے میں میری بربادی کا سورج ڈوبنے لگا

وقت کا پیہر اپنی رفتار سے گھومتا رہا خدا نے مجھے بیٹی کی نعمت سے نوازا میرے گھر بیٹی پیدا ہوئی سوچا شاید اب عاصمہ کو میری سمجھ آ جائے اور نہیں تو کم از کم بیٹی کا خیال رکھتے وہ رک جائے مگر ایسا کہاں ممکن تھا خیر میں اپنے معمول سے ڈیوٹی پہ جاتا رہا۔ ایک دن جب میں گھر واپس آیا تو میرے گھر عاصمہ کی پھپھو اور دوسرے گھر کے افراد آئے ہوئے تھے عاصمہ پہلے ہی سب کہانی سنا چکی تھی اتنے میں عاصمہ بھی آگیا کچھ کپڑے اور گفٹ لیکر میں بہت مجبور تھا ورنہ کوئی انسان گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا گھر اس کی نظروں کے سامنے برباد ہو وہ ہمارے گھر تین چار دن ٹھہرے مہمانوں کے جانے کے بعد عاصمہ نے مجھے بلایا۔

کہنے لگی میں تم سے قطع تعلق ہو جاؤں گی اگر تم یہ جگہ میرے نام نہیں کرواؤ گے عاصمہ تم یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں نے پہلے بھی تم سے کچھ نہیں چھپایا مگر تم ایسی دل کو تکلیف دینے والی باتیں کر رہی ہو جو بھی ہے میں نے کہہ دیا۔ تم یہ مکان میرے نام انتقال کرا دو۔ یہ سب عاطف کی چال تھی۔ میں گھر سے چلا گیا اور کبھی کسی دوست کے پاس ٹھہرتا بھی کسی کے پاس پیچھے کیا کہانی چلی عاصمہ نے اپنا زیور بیچ کر عاطف کو موٹر سائیکل لے دی۔ اب وہ روز اند میر کو جانی۔ مجھ سے گوارہ کہاں ہوتا۔ خیر وقت کا پیہر کیا خوب گھوما۔ عاطف نے اپنی کزن مہوش سے شادی کر لی۔ اور عاصمہ کو چھوڑ دیا۔ خدا کی کیا کرنی تھی عاصمہ صبح و شام میرا انتظار کرتی ہے۔

وہ سوچتی ہے کہ شاید میں لوٹ آؤں مگر میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب اپنے کام سے ہی محبت کروں گا اور اپنے ماں باپ کی خدمت کروں گا عاصمہ اب دن رات بھوک پیاس سے سک رہی ہے اس کی ماں اسے سمجھاتی ہے کہ عامر تم یہ جان قربان کر دینے چلا لڑکا تھا عاصمہ تم نے اس کے ساتھ بہت زیادتی

کی ہے۔ وہ تم پہ اتنا اعتماد کرتا تھا کہ شاید کوئی کسی پہ اس نے سارا زمانہ چھوڑ کر تمہیں اپنا یا۔ عاصمہ اب تو خدا ہی تم پہ مہربان ہو سکتا ہے چلو میرے ساتھ گھر چلو۔ عاصمہ انکار کر دیتی کہ شاید میں لوٹ آؤں مگر میرا دل بچوں سے اداس ہوتا ہے مجھے بچوں کی فکر رہتی ہے۔

قارئین اب فیصلہ آپ کریں مجھے واپس عاصمہ کے پاس جانا چاہیے یا پھر کوئی اور راستہ اختیار کروں۔ یہ بھی میرے دوست عامر کی داستان امید سے ضرور حل نکالیں گے آخر یہ شہزادہ عالمگیر کے لیے دعا گو ہوں خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آئین اور شہزادہ آتش کو ہمت دے کہ وہ اس کارواں کو چلانے میں کامیاب رہیں۔ آمین



غزل

کیا لکھوں لکھنے کا مقصد ہی نہ رہا جس کیلئے لکھتے تھے وہ شخص اپنا ہی نہ رہا کیسے کہوں وہ چھوڑ نہیں سکتا تھا مجھے جس میں تھی محبت کی قدر وہ زمانہ ہی نہ رہا بہت یاد آتے ہیں اس کے ساتھ بیتے ہوئے دن کیسے یاد کریں جب اپنا وقت ہی نہ رہا چھوڑنے کا تو کہہ دیا لیکن دل کو کیسے سمجھائیں گے کہنا تو بہت کچھ ہے لیکن سننے والا ہی نہ رہا اتنا کمزور تو نہیں تھا جتنا بن گیا تھا وہ اک پل میں کیسے بدلا پہلے والا ہی نہ رہا کیسے تھے وعدے محبت میں ساتھ چلنے کے چاند کہاں گئے وعدے ہاں مجھ پہ اعتبار ہی نہ رہا (انتم نذیر چاند، وہاڑی)

غریب محبت

✓.....تحریر: مجید احمد جانی، ملتان 0301-7472712

میری جان ڈرو مت۔ مبارک ہو۔ میں نہیں آ رہا ارے پاگل جن سے پیار ہوتا ہے ان سے انتقام نہیں لیا جاتا میں نے تمہیں صرف دھمکی دی تھی تاکہ تم ڈرو اور مجھ سے رابطہ رکھو بالکل اسی طرح جیسے پہلے تھا تمہیں تو ہوائوں سے ڈر لگتا تھا اب اب تو تم بہادر ہو گئی ہو میری جان میں تمہیں پیار کرتا ہوں، کرتا رہوں گا تو نے میرے پیار کو ٹھکرایا تو کیا ہوا ہاں بس اتنا یاد رکھنا ایسا مذاق کسی اور کے ساتھ مت کرنا کسی اور کی زندگی یوں برباد مت کرنا۔ ہر شخص عنصر علی نہیں ہو گا۔ اپنی زندگی برباد مت کر لینا میرا ایکسیڈنٹ ہوا تم نے خبر تک نہ لی۔ میں بیمار ہوا تجھے علم بھی تھا تم نے پوچھا تک نہیں یہی تیرا پیار تھا یہی تیری چاہت تھی یہی تیرے وعدے تھے تم نے مجھے برباد کر دیا ہے میرے اپنے مجھ سے روٹھ گئے صرف اور صرف تیری وجہ سے تو نے مجھے ٹھکرایا۔ سدا خوش رہو جب کبھی ٹوٹ کر بکھرو تو مجھے یاد کر لینا۔ میرے بارے سوچنا کہ عنصر علی کتنا پیار کرنے والا تھا۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

محبت!..... لفظ محبت یوں ہی لبوں پر چلتا ہے دل میں سرور سا پیدا ہو جاتا ہے۔ روح کا انگ انگ معطر ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے جب انسانی وجود بنایا تو اپنی طرف سے محبت کا جذبہ شامل کر دیا۔ اپنے محبوب کی خاطر دو جہاں بنا دیئے۔ زمین، آسمان چاند، ستارے، ندی، نالے، چرند، پرند، گلشن، بہار، پہاڑ وادیاں بنا دیئے۔ محبت ہی تھی کہ محبوب کی خاطر دنیا کا نظام وجود میں آیا حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ وہ جنت کے اعلیٰ شان مہلوں میں رہ کر بھی بیزار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ سے محبوب کے لیے درخواست کی۔ تب بائیں پسلی سے حضرت ہوا کا وجود پیدا ہوا۔ تب سے آج تک محبوب اور محبت چل رہی ہے۔ عورت اور مرد کا رشتہ محبت چل رہا ہے یہ محبت ہی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل کو قربان کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی محبت میں آنکھوں کی بینائی دے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا جوش کھایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پھڑے باپ اور بھائیوں



ظاہر ہوا کہ محبت نہ ہوتی تو دنیا کا وجود نہ ہوتا، محبت کی خاطر کوئی آرمے سے کٹ گیا، تو کوئی تلوار کے آگے ڈٹ گیا۔ محبت کی محبت میں حضرت ابراہیم خوشی سے آگ میں کود گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سر مبارک جعدہ میں کٹا دیا۔ یہ محبت ہی تو محبت کے دم سے یہ دنیا قائم ہے۔

یہ محبت ہی کی نشانیاں ہیں! آج کی محبت نے اپنے تیور بدل لیے ہیں آج کی محبت سوائے ہوس، پرک، دھوکہ دہی کے سوا کچھ بھی نہیں محبت کو دلوں کا پھیل سمجھا جا رہا ہے سچے کھڑے لوگوں کے دل بھی میں مل دیے جاتے ہیں۔ جھوٹے وعدوں کی یلغار ہے۔ ہز باغ، دن میں تارے دکھا کر بل بھر میں ارماتوں کا خون کیا جاتا ہے محبت کے نام پر عزتوں کی بے حرمتی کی جاتی ہے محبت کے نام پر گھر، باروٹ جاتا ہے، جسمانی تسکین اور کاغذی نوٹوں کے نشے میں دلوں کو توڑا جاتا ہے۔ ارماتوں کے جنازے نکلتے ہیں۔ آنسوؤں کی سوغات دے کر خود خوشیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ کسی کو غربت کا نام دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو کسی کو رسم و رواج کی بھیئت چڑھا دیا جاتا ہے آج تو بل بھر میں محبوب بنائے جاتے ہیں بل بھر میں بدلے جاتے ہیں عہد ہوتے ہیں، عہد نوشتے ہیں جہاں نوٹوں کی بارش دیکھی اپنا تن من دھن دار دیا خلوص اور وفا کی قدرو قیمت نہیں رہی دل، دولت کے ترازو میں تولے جاتے ہیں جس کے پاس خلوص، وفا سے وہ لنگال ہے صرف لفظوں کے زہرے تیر کلیجہ چھلانی کرنے کے لیے ہوتے ہیں دل کھلونے کی طرح کہتے ہیں چکنچور ہوتے ہیں۔

دولت کے پجاریوں کو کیا پتہ دل تو خدا کا گھر ہے۔ دل وہ چیز ہے جو اک بار نوٹ جائے تو پھر بھی جوڑے نہیں جوڑا جاتا جس کے ارمات لٹ جائیں جن کی دنیا ویران ہو جائے جن کے آشیانے کو آگ

لگ جائے جن کے محبوب چھوڑ جائیں۔ قیامت تو ان پر ٹوٹتی ہے محبوب کو کیا خبر میرا شوق کے ساتھ کیا بیت رہی ہے عاشق تو محبت کے لیے سب کچھ بھگوار کر دیتا ہے مگر محبوب لا پرواہی کرتے نہیں بھگتے جہاں روپے دیکھے، گاڑی، بنگلہ دیکھے جھوٹی شان و شوکت دیکھی دل ان کے قدموں میں رکھ دیا۔

آنکھ تپ کھلتی ہے جب گاڑی، بنگلہ، بینک بیلنس والے سب کچھ برباد کر کے جا چکے ہوتے ہیں پھر سوائے آہوں، سسکیوں، آنسوؤں کے کچھ باقی نہیں رہتا، سب سچے لوگ یاد آتے ہیں جب ضمیر ملامت کرتا ہے جب اندر طوفان برپا ہوتا ہے۔

بھگی راتوں میں کچھ ایسی کہانی یاد آئی کچھ اپنا زمانہ یاد آیا کچھ تیری جوانی یاد آئی ایک ایسے ہی نو جوان کی داستان جس نے محبوب کی خاطر اپنوں کو چھوڑ دیا۔ اپنوں سے ناطہ توڑ کر محبوب کے گن گائے۔ لیکن محبوب نے ایسے ذمہ دیے کہ زندگی ویران کھنڈرات بن گئی۔ ہمتی، مسکراتی، خوشیوں میں گنگنائی زندگی خزاں کے زرد پتوں کی طرح بھرتی چلی گئی وہ نوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا اس کے خواب بل بھر میں ٹوٹ گئے نجانے کیسے کیسے سننے میں میں سجائے تھے محبوب ہو گا خوشیاں ہوں گی زندگی پھولوں کے گلستان میں رقص کرے گی۔

اس نادان کو کیا خبر تھی کہ یہ دنیا ہے یہاں دلوں سے کھیلا جاتا ہے جہاں ارماتوں کا خون کیا جاتا ہے یہاں دولت دیکھ کر دل لگائے جاتے ہیں پاگل تھا جس نے محبوب کی خاطر اپنی زندگی ویران کر دی جس نے ماں باپ، بہن بھائی حتیٰ کہ تمام دنیا سے ناطہ توڑ کر صرف محبوب کے سنے دیکھے مگر اسے کیا خبر تھی کہ سنے بھی پورے نہیں ہوتے یہاں محبوب کہتے ہیں یہاں حسن سے بازار سجتے ہیں دل نہیں، مکے مکاتوں میں رہنے والے اندر سے ریزہ ریزہ ہوتے ہیں اونچی دیواروں سے خوشبو کبھی باہر نہیں نکل سکتی جن کی نظریں

آوارہ ہوں وہ محبوب نہیں کر سکتے۔ یہاں بل بھر میں بھروسے توڑے جاتے ہیں یہاں محبوب اس کے سنے ہیں جن کے پاس گاڑیاں ہوں، نوٹوں کی ریل پھل ہوں کو کیا خبر کہ دولت کے نشے میں محبت نہیں چلتی۔ وہاں ہوں جنم کیتی ہے محبت نہیں۔

اس دہانے نے بھی کسی کو چاہا تھا مگر اس کے محبوب کو کیا خبر تھی کہ کوئی کتنا اسے چاہتا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے صرف نوٹوں کی برسات تھی اس نے تو سچے، خلوص بھرے دل کو مٹی میں مسل کر رکھ دیا۔

ایسا محبوب کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتا جس نے دل توڑا وہ بھی ٹوٹے گا۔ اک دن آئے گا تنہائی ہوگی برباد زندگی ہوگی تب دل کے تہ خانوں سے آواز گونجے گی۔ اے بے وفا تو نے کسی سچے کھرے عاشق کا دل توڑا تھا اس کی زندگی ویران کی تھی۔ اب تو بھی یونہی گھٹ گھٹ کر مرے گی۔ کسی کے نشین کو آگ لگانے والے اب تیرے نشین کو آگ لگی ہے کسی کا دل توڑنے والے اب تیرا دل ٹوٹا ہے تو مگر کچھ کے آنسو کیوں بہاتے ہو۔ ذرا سوچ جیسے تو نے دھوکہ دیا جس کی خوشیاں جھین لی وہ کیا ہو گا کسی زندگی جی رہا ہوں بھی احساس ہو گا کہ محبت کیا ہوتی ہے سچا پیار کیا ہوتا ہے جب کوئی پاس نہیں ہو گا تنہائیاں مقدر ٹھہرے گی۔ آنسو آنکھوں سے پھلکتے ہوں گے پھر ہمیں محبت کی قدر ہوگی لیکن اس وقت، وقت کا پیچھی اڑ چکا ہو گا پھر سوائے پچھتانے کے کچھ بھی باقی نہیں بچے گا۔

جانے کیوں جہاں میں ایسا ہوتا ہے خوشی جو دے سب کو وہی روتا ہے غم بھر ساتھ نہ نبھا سکے جو جانے کیوں پیار اسی سے ہوتا ہے رات کے ایک بجے تھے میں آفس میں بیٹھا کمپیوٹر پر آنے والی ای میل پڑھ رہا تھا ساتھ ساتھ

جواب بھی دے رہا تھا رات اپنی منزل کی طرف جو سفر تھی۔ ٹیکل پر موبائل پڑا تھا۔ میں اپنے کام میں مگن تھا لیکن سوچوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا تنہا زندگی، اپنوں سے دوری، دل میں بسنے والوں کے غم سینے میں چھپائے کام کر رہا تھا کبھی کبھار زندگی بھی کیا خوب مذاق کرتی ہے جن سے امیدیں واسطہ ہوتی ہیں وہی غموں کے طوفان پہنائے جاتے ہیں جنہیں ہم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہی میلوں کی مسافت پر ہوتے ہیں جن کی خاطر غموں سے لڑتے ہیں ہر طوفان کا مقابلہ کرتے ہیں وہی تپتی ریتی، صحراؤں میں تنہا چھوڑ کر کسی اور کے ہو جاتے ہیں کیسی زندگی ہے محبت سے عاری دل کہاں سمجھ پاتے ہیں ابھی سوچوں کی جنگ جاری تھی کہ موبائل کی ٹیون بجنے لگی میں خیالات کی دنیا سے نکل آیا۔ نیو نمبر موبائل کی سکرین پر ظاہر ہو رہا تھا کون ہو سکتا ہے وہ بھی رات کے اس پہر، شاید کوئی ہم جیسا روگی ہی ہو گا دل نے جواب دیا۔

میں نے اوکے کا بٹن دبا یا۔ دوسری طرف سے درد میں ڈوبی آواز تھی جیسے کوئی بے چین زمانے کا ستایا، محبوب کے غم میں چور چور، آنسو بہا رہا ہو۔

السلام علیکم! ولعلکم السلام، درد میں ڈوبی آواز گونجی۔ جو میری روح تک گھائل کر گئی رو با کسی آواز میں پوچھا گیا آپ مجید بھائی ہو۔ جی میرے بھائی لیکن آپ کون؟ اور روکیوں رہے ہو؟ میں نے اپنے جذبات کو زبان دی۔ بس مجید بھائی قسمت میں رونا لکھا ہے ایسا نہیں کہتے بھائی۔ میں نے اسے سمجھایا کافی دیر وہ روتا رہا۔ میرے بار بار اصرار پر وہ گویا چپ ہو گیا اور کہنے لگا مجید بھائی میں جواب عرض سے عرصے سے پڑھ رہا ہوں آپ کی ہر کہانی پڑھی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ درد میں ڈوب کر لکھتے ہیں آپ کے سینے میں کتنا درد ہے؟ میرے بھائی کیا مجھے بھی رولا دے گئے؟ نہیں بھائی اللہ نہ کرے۔ بھائی میں

بھی اپنی کہانی جواب عرض میں لکھوانا چاہتا ہوں مجھے بھی کسی نے درد کی سوغات محبت کے صلے میں دی ہے۔ جیسے آپ کی اسٹوریز اپنوں کے ستم، خوشی کی تلاش، سچ، اک کڑوا کرہلا، ماں اب تو لوٹ آ، ارمانوں کی شہنائی، بکھری بکھری سی زندگی، اور سب سے بڑھ کر کڑوے بادام بھی۔ کیا درد تھا ان میں میری اسٹوری بھی اسی طرح ہے اگر آپ میرے لفظوں کو زبان دے کر جواب عرض میں بھیج دیں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا۔ پھر اس نے جو کہانی سنائی اس کے ساتھ ساتھ میرے بھی اشک بہتے رہے رات گزرتی رہی ماتم ہوتا رہا۔ جہاں تک کہ صبح کا اجالا اپنے پر پھیلائے لگا۔ آئیے اس ٹوٹے، شکستہ دل، نوجوان کی کہانی سنتے ہیں۔

میرا نام عصر ہے۔ میں نے متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی، بچپن شرارتوں میں ہنستے کھیلتے گزر گیا ماں باپ کی بے لوث محبت، رشتے داروں کی شفقت پیار سے پتہ بھی نہ چلا کہ میں نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا۔ ابو آری میں جاب کرتے تھے امی جان گھریلو کام کرتی تھی گھر میں سب سے بڑا میں تھا گھر میں خوشیاں رخصت کرتی تھیں شام کو گھر میں خوب محفل جتنی تھی۔ خوب گپ شپ ہوتی تھی مگر..... مگر وہ بچپن تھا۔ کوئی فکر نہیں ہوتی تھی کوئی غم نہیں ہوتا تھا تب تو لمحہ بہ لمحہ آنسو نکلتے تھے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ خوشی کے آنسو ہیں یا غم کے، پل میں ناراض ہوتے، پل میں راضی ہوتے تھے اب..... اب تو ایک آنسو بھی نہیں سنبھالا جاتا، بچپن میں ہم مذاق کیا کرتے تھے اب دنیا مذاق اڑاتی ہے۔

رات کی تنہائی میں یہی سوچتا رہا ہوں عصر محبت دعا ہے، سزا ہے، جزا ہے یا گناہ ہوا کچھ یوں کہ ایک شام میں اپنے کزن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اس نے ایک نمبر دیا کہنے لگا میری دوست ہے اسے چیک کرو کیونکہ وہ کسی سے

ایسے بات بھی نہیں کرتی تھی میں نے نمبر سیکر لیا کزن سے جدا ہوتے ہی میں نے نمبر ڈائل کیا۔ ٹیون بج رہی تھی لیکن کوئی ریسپونس نہیں کر رہا تھا۔ بارہا کالوں کی لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ بالآخر میں نے صبح سینڈ کر دیا۔ صبح کاری پلے آئے لگا پھر یونی سلسلہ چل نکلا۔ ایس ایم ایس پر میں نے بتایا کہ میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں کیا آپ میری کال سن سکتی ہو؟ مجھے یقین تھا کہ وہ لڑکی ہی تھی میرے پھوپھی زاد کزن نے ٹھیک نمبر دیا تھا۔ دوسری طرف سے ری پلے آیا کرلو کال، میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال کی۔ دوسری ہی ٹیون پر کال ریسپونڈ ہوئی..... دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔ میں نے خاموشی کا قفل توڑتے ہوئے سلام کیا..... دوسری طرف سے سلام کا جواب ملا۔ اس کی آواز کانوں میں رس گھولتی چلی گئی۔ میٹھی شیریں آواز میں کھوسا گیا۔ کوئل سے میٹھی بولی جیسے کوئی کوئل مستی میں میٹھی گلستان میں گیت گا رہی ہو..... ہیلو.....؟ دوسری طرف سے آواز گونجی میں خیالات کی دنیا سے واپس آ..... جی..... کہاں کھو گئے تھے لگتا ہے لڑکی کی آواز پہلی دفعہ سنی ہے جی..... جی..... نہیں..... آپ سنائیے کیسی ہو؟ میں تو ٹھیک ہوں۔ لگتا ہے آپ ٹھیک نہیں ہیں۔ شرارتی لہجہ تھا۔ بالکل نہیں میں ٹھیک ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

جی کیا بات کرنی تھی مجھ سے..... اور نمبر کہاں سے ملا؟

ایک ہی سانس میں اتنے سوال..... سانس تو لے لو۔ میں نے بھی حملہ کر دیا وہ ہنسنے لگی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گلاب کے پھول مسکرا رہے ہوں وقت کے ساتھ ساتھ سب بتا دوں گا کیا آپ مجھ سے دوستی کرنا پسند کرو گی تھوڑی خاموشی کے بعد آواز گونجی..... میں سوچ کر بتاؤں گی..... مجھے انتظار رہے گا۔ میں نے جواب دیا۔ پھر خدا حافظ کہہ کر کال منقطع ہو گئی۔ یہ ہماری پہلی کال تھی۔ میرے دل میں جلتی گنگ شروع

ہو گئی دل کے تہہ خانوں سے مسکراہٹ کے پھول بکھرنے لگے۔ چہرہ چمکنے دکنے لگا۔ خوشی سے پھولے نہیں سارا تھا کسی مہ جبین سے باتیں ہوئی تھیں جس کی آواز اتنی پیاری ہے وہ نہ کئی خوبصورت ہوگی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میری دوستی کو قبول کر لے گی۔ ساری رات خیالات کی نگری میں گزری صبح ہوئی تو میں نے مہ جبین کا نمبر ڈائل کر دیا۔

ہیلو کیسی ہو؟ میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہو؟ میں بھی آپ کی دعاؤں سے ٹھیک ٹھاک ہوں۔ پھر کیا سوچا آپ نے؟ میں نے پوچھا۔

ہاں مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ رات بھر آپ کے بارے میں سوچتی رہی آپ کی آواز بار بار میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ دل و دماغ پر آپ ہی حاوی رہے بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ جس کی آواز ترنم کے سریلے سروں جیسی ہے وہ کتنا پیارا ہوگا مجھے دوستی کر لینی چاہیے دل نے تصدیق کی میں حتمی فیصلہ کر کے پرسکون ہو کر سو گئی آپ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو صبح راستے پر چھوڑ نہ دینا۔ ایسی بات نہیں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں جو دوستی مقصد کے لیے کرتے ہیں میں ہمیشہ دوستی پر جان قربان کر دوں گا۔ بس آپ کا ساتھ رہا تو زندگی کھٹھلا اٹھے گی۔ مجھے بھی خوشی ہو رہی ہے کہ مجھے اتنا خوبصورت دوست مل گیا ہے۔

ہر سانس میں تو جیسے پھول میں خوشبو ہے زندگی کا مقصد تجھے پانے کی جستجو ہے دوستی کیا ہوگی۔ میری زندگی بہاروں کی دادیوں میں رقص کرنے لگی۔ ہماری روز گھنٹوں بات ہونے لگی۔ صبح اٹھتے گڈ مارننگ کی کال، دوپہر کو کھانے کی کال، رات کو سونے کی گڈ نائٹ کی کال ہوتی۔ دوستی کیا ہوگی ہمارا اٹھنا بیٹھنا، سونا، جاگنا ایک ہی وقت ہوتا تھا۔

ایک دن میری جان نے پوچھا۔ دوست آپ کا نام کیا ہے۔ میرا نام عصر علی ہے آپ جس نام سے

مرضی ہے پکارو..... کہنے لگی۔ مجھے جان کہنا اچھا لگتا ہے میں تو جان ہی کہوں گی..... جیسے آپ کی مرضی..... آپ بھی اپنا پیارا سا نام بتا دیں۔ اس کا نام بہت پیارا تھا۔ میں نے اسے کہا۔ آپ کا نام آپ کی طرح خوبصورت ہے۔ لیکن میں بھی آپ کو جان کہہ کر پکاروں گا۔

جتنی اس کی آواز سربلی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ میٹھا، سریلا، پیارا نام تھا میری جان کا نام A سے شروع ہوتا تھا لیکن ہم ایک دوسرے کو جان کہہ کر ہی پکارتے تھے اور صبح سویرے اٹھتے ایک دوسرے کو گڈ مارننگ کہتے۔ شام کو سوتے وقت گڈ نائٹ کہتے جو چیز اس کی پسند ہوئی وہی میری پسند ہوتی۔

بڑھائی حوصلہ ہے درد کے ماروں کا دنیا میں دیکھا ہے محبت آدمی کو زندہ رکھتی ہے دوستی کا رشتہ کب محبت کا روپ دھار گیا معلوم نہیں تھا سناٹے ٹھیک کہتے ہیں محبت کئی نہیں جاتی ہو جاتی ہے کوئی بشر اس سے بچ نہیں سکتا حتیٰ کہ چرند پرند سبھی کو محبت ہوتی۔ معلوم تھا تو بس اتنا کہ ہم ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے تھے دوستی کے جذبے سے محبت میں بدلنے والا رشتہ تنا آور درخت بن گیا تھا۔

میں نے شیخوپورہ میں جاب کر لی۔ وہاں سے میرے محبوب، میری جان کا گھر قریب تھا وہ سرگودھا میں رہتی تھی محبت کا چادوسر چڑھ کر بولنے لگا تھا ہماری پسند ایک، ہماری چوائس ایک، ہمارا اٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا ایک دوسرے سے پوچھ کر ہوا کرتا تھا۔ لائف کا ہر مسئلہ ہم شیئر کرتے تھے میری جان صبح 8 بجے گھر سے اسکول جاتی مجھے جانی تھی کہ اب میں گھر سے جانے لگی ہوں اب راستے میں ہوئی۔ اب گیٹ کر اس کر رہی ہوں۔ اوکے اللہ حافظ پھر چھٹی کے وقت بات ہوگی۔ روز یہی معمول ہوتا تھا وقت گزرتا رہا ہماری محبت پر دان چڑھتی رہی ساتھ جینے مرنے کے عہد

بیان ہوتے رہے روز نئے پلان ہوتے مستقبل کے بارے میں سوچتے نہیں تھکتے تھے۔ میری آنکھوں کو نظر آیا تھا ماہتاب کی طرح میرے دل میں جو رہتا ہے تو اب کی طرح مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے اپنی جان سے تصویر منگوائی تھی اس نے بھیج دی تھی میں تقریباً آدھا گھنٹہ دوڑتا رہا اور پوسٹ آفس سے جا کر تصویر حاصل کی میری حالت دیکھنے والی تھی۔ سانس بھولی ہوئی، سیر دیوں میں پسینہ سے شرابور تھا دیدار یار کی حسرت تھی لفاظہ چاک کیا تو خوشبو کا حسین جھونکا میری روح تک معطر کرتا چلا گیا تصویر میں میری جان بٹھی مسکرا رہی تھی سفید حسین چمکتا چہرہ، کالی گھٹا جیسی زلفیں کالے لباس میں قیامت لگ رہی تھی میں دیوانگی میں محبوب کے تصور میں بوستے لیتا رہا میرا دل خوش سے ناچ رہا تھا۔

ایک دن میری جان اپنی پھوپھی کے گھر دعوت پر گئی۔ مجھے انعام کر دیا تھا کہ دوپہر 1 بجے بات ہو گی۔ میں نے رضامندی ظاہر کی وہ دن میرے لیے اذیت بن کر گزرا تھا ٹھیک ایک بجے میں نے نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن نمبر یاد آف تھا میں مسلسل ٹرائی کرتا رہا دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔ میں نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا کھانا بھی کیسے؟ جب تک اپنی جان کی آواز نہیں سن لیتا۔ میں کھانا نہیں کھاتا تھا بار بار نمبر ڈائل کرتا رہا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ دن کے تین بج گئے دن رات کی طرف نحوس میری آنکھیں برس پڑیں، بچپن سے آج تک میں رویا نہیں تھا لیکن آج محبوب کی بل بھر جدائی برداشت نہیں ہوئی دل نے محسوس کیا آنکھوں نے ثبوت دیا لیکن برسات نے دامن بھگو دیا۔ زندگی کا پہلا دن تھا میں نے دوپہر کا کھانا چھوڑا تھا تقریباً شام ہونے والی تھی میری جان نے نمبر آن کیا فوراً میں نے کال کی میری جان نے ترنم سی آواز میں مخاطب کیا۔

میرے لب خاموش تھے۔ آنکھیں برس رہی تھیں دل بھی رو رہا تھا میری جان نے بھی محسوس کیا کہنے لگی سوری میری جان۔ میری وجہ سے آپ کو دکھ پہنچا تکلیف ہوئی مجھے معاف کر دو۔ پھوپھی کے ہاں دیر ہو گئی تھی وہ تو آنے نہیں دیتی تھی۔ بڑی مشکل سے جان چھوٹی ہے ابھی گھر پہنچتے ہی نمبر آن کیا ہے پلیز معاف کر دو آئی ایم ریلی سوری۔

پھر میرے ساتھ ساتھ میری جان بھی رونے لگی۔ آنکھیں دونوں طرف چھم چھم برس رہی تھیں میں تڑپ اٹھا تھا کہ آج بل بھر کی جدائی برداشت نہیں ہوتی نجانے آگے زمانہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ ہم مل پائیں گے یا نہیں؟ نہیں..... ایسا کبھی نہیں ہو گا میں اپنی جان کو ہر صورت میں حاصل کروں گا۔ محبت کا حسین سفر جاری تھا میں شیخوپورہ سے لاہور آ گیا، شیخوپورہ سے کام ختم ہو گیا تھا کہ تو مجھے ہوا لیکن کچھ کر بھی نہیں سکتا گھر آ کر دل کہیں بھی نہیں لگتا تھا امی سے گپ شب تو رہتی تھی ابو ناراض رہتے تھے صرف صدم سے بات ہو جاتی۔ دل کو سکون و فراہم جاتا۔ دل کے تہہ خاتون میں گلاب گل اٹھتے۔ جب تنہائی ہوتی۔ جان سے خیالوں میں ڈھیروں باتیں کرتا تھا۔

مستقبل کے پلان کیا کرتے تھے زندگی کی گاڑی حالات کی پٹری پر چلتی رہی مجھے سیالکوٹ میں کامل لگ گیا۔ پندرہ دن شادی حال میں کام کیا وہاں پر میرا موبائل چوری ہو گیا۔ میرے پاس رقم نہیں تھی جو فوراً موبائل خرید لیتا میں بوڑھا پشیمان تھا۔ جان سے بات نہیں ہوتی تھی بے بسی کے آنسو مچکتے تھے خیر پندرہ دن کی تنخواہ ملی تو فوراً موبائل لیا اپنی جان کا نمبر ڈائل کیا گلے شکوے ہوئے میری جان ناراض ہو رہی تھی جب میں نے مجبوری بتائی تو وہ راضی ہو گئی۔ میری جان میری مجبوری سمجھ چکی تھی۔ اچھا ناراضگی چھوڑو کیسی ہے میری جان؟ میں نے پوچھا تھا۔

پھر حال احوال ہوئے۔ عہد و بیان ہوئے ساتھ بھانے کی تسمیں کھائیں بھی نہ جدا ہونے کے عہد ہوئے حالات جیسے بھی ہوئے زمانے کیسے لکرائیں گے۔

مت پوچھ دیوانے سے کیا حال بنائے بیٹھا ہوں کبھی وہ ملنے آئے گی یہ آس لگائے بیٹھا ہوں ایک دن میں، میں نے اپنی جان کو کہا جان میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو میری جان نے انکار کیا۔ پھر میرے بار بار اصرار پر حای بھرنی میں خواہ لے چکا تھا موبائل لینے کے بعد جو رقم پٹی تھی وہ محبوب کے دیدار کے لیے گفت خریدے مقررہ وقت پر محبوب کے دیدار کی حسرت دل میں لیے محبوب کی طرف چل پڑا۔ سیالکوٹ سے سرگودھا تک سفر کرنا تھا۔ سردیوں کی بخشنڈی رات تھی میرے کپڑے بالکل باریک تھے کوئی چادر نہیں تھی جان کو ملنے کی تڑپ دیکھنے کی خوشی میں نے کچھ بھی ساتھ نہ لیا۔ پول سمجھ لیں خوشی کے عالم میں سب بھول گیا۔ میں گنگنا اچھلتا کودتا جب جان کے گاؤں پہنچا رات کا اندھیرا اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا میں سردی سے تھر تھرا کپ رہا تھا محبوب سے ملنے کی تڑپ دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی آنکھوں میں محبوب کے دیدار کے سننے تھے رات کے گیارہ بجے محبوب کی چوکھٹ پر پہنچا نظریں اپنی جان کی تلاش میں بے تاب تھیں میری جان چھٹ پر کھڑی میرا ہی انتظار کر رہی تھی ہر طرف سنا سنا ہی سنا تھا۔ کال چل رہی تھی میں نے جان سے کہا جان موبائل کی لائٹ آن کر کے چہرے پر کرو۔ میں تمہارا دیدار کروں گی۔ کیونکہ گلی میں گھپ اندھیرا تھا۔ میری جان ماتمی، ہتھیلی پر رکھ دیتا۔ اپنی جان کا حکم حرف آخر سمجھا۔ لائٹ اپنے چہرے پر کی میری جان کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں بغور جائزہ لے رہی تھی۔ نجانے پسند آیا کہ نہیں..... میں نے پوچھ لیا۔ کیسا لگا ہوں؟ بہت سندر میری جان خوشبو کا ایک جھونکا آیا اور

میرے جسم اور دل و دماغ کو گل و گلزار کر گیا۔ میٹھی سریلی اور اپنی تعریف سن کر دل گارڈن گارڈن ہو گیا۔ اتنے میں موبائل کی بیٹری جواب دے گئی۔ میں نے اپنی جان سے اپنی مجبوری ظاہر کی کہنے لگی جان فکر نہ کرو، میں اپنے موبائل کی بیٹری نکال کر نیچے پھینک رہی ہوں تم وہ اپنے موبائل میں ڈال دو اور حکم صادر کیا کہ اپنی بیٹری دروازے سے اندر داخل کر دو میں اٹھاتی ہوں چار جنگ کر لوں گی۔ میں نے اپنی بیٹری نکال کر اپنی جان کی بیٹری ڈال کر موبائل آن کیا۔

میری جان دروازے میں آئی بیٹری اٹھائی نظریں کمر میں مہتاب سے چہرے کا دیدار ہوا قدرت نے فرصت کے لمحات میں بنایا ہوگا۔ میری سوچوں سے بڑھ کر حسین و جمیل صورت قدرت کا حسین شاہکار تھی۔ رات کے اندھیرے میں چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا، دھلتا چہرہ کالی کالی زلفیں قیامت ڈھا رہی تھیں ستوں ناک، گلی آنکھیں جن میں ڈوب جانے کو دل کرتا تھا گلاب کی پتھریلوں جیسے ہونٹ سرخ لال گال ان پر بیٹھا دربان بڑا خوبصورت لگ رہا تھا وہی کل میری جان لے گیا۔ سفید دودھ جیسے چمکتے دانت رس گھولتی ترنم سی آواز کو دل دے ہی چکا تھا اب تن من دھن قربان کرنے کو جی چاہتا تھا۔ میں کتنا خوش قسمت تھا کہ اتنا پیارا محبت کرنے والا حسین و جمیل محبوب ملا تھا۔ میری زندگی گلستان کے کھلتے پھولوں کی طرح گل اٹھی تھی جسم کا ایک انگ خوشبو میں نہا رہا تھا محبوب کیا ملا زندگی رنگین ہو گئی ہر طرف بہاروں نے ڈیرے بجالائے تھے۔ فاختوں نے گیت گائے شروع کر دیئے تھے۔ آبشاریں گن گنا رہی تھیں۔ میرے دل سے یہی اشعار نکل رہے تھے۔

مت پوچھ کہ میری زندگی کیسے بسر ہوتی ہے میرا ہر لمحہ ہر گھڑی تیرے نام ہوتی ہے

دن تو کٹ ہی جاتا ہے کسی نہ کسی طرح لیکن میری ہر شام اب تیرے نام ہوتی ہے رات دھیرے دھیرے اپنا سفر مکمل کر رہی تھی میری جان بیڑی اٹھا کر جا چکی تھی میں وہیں کھڑا خیالات کی وادیوں میں غوطہ زن تھا۔ تھوڑی دیر بعد میری جان چھت پر پھر آگئی۔ میری جان نے کہا میری جان اب آپ چلے جاؤ کہیں کسی کی نظر پڑ گئی تو قیامت آجائے گی صبح صادق کے وقت آنا پھر ملاقات ہوگی میں الوداعی نظروں سے اپنی جان اپنی زندگی سے جدا ہو گیا واپسی پر میری جان نے کہا تمہارے پاس خرچ کی رقم ہے میں نے کہا جو بھی اب ختم ہو گئی ہے کہنے لگی پھر واپس کیسے جاؤ گے میں نے کہا موبائل فروخت کر دوں گا اسی طرح گھر پہنچ جاؤں گا وہاں جا کر چند دنوں میں موبائل خرید لوں گا میں میری جان ایسا نہیں کرنا اچھا ایسا کرنا ابھی تم کسی طرح کی ہوگی میں رات گزار دوں میں صبح بات ہوگی اپنا خیال رکھنا کوئی پریشانی ہو تو بتا دینا نہیں میری جان آپ کو دیکھ لیا میری آنکھوں کی پیاس بجھ گئی دل بے قرار ہو سکون مل گیا۔ بے تاب دھڑکنوں کو قرار آ گیا میری ساری پریشانیاں روفو چکر ہو گئی ہیں بس یونہی زندگی بھر ساتھ رہنا آپ کا ساتھ رہا تو دنیا کی کوئی طاقت میرا کچھ نہیں لگا سکتی میری جان تم میرے ہو میرے ہی رہو گے میری زندگی میری کل کائنات تم ہی ہو۔ باتوں باتوں میں میں ہوں پہنچ گیا پھر رابطہ منقطع کیا۔ کمرہ لیا بقیہ رات گزارنے کی غرض سے بیڈ پر لیٹ گیا نیند نے کہا آنا تھا نیند تو کب کی آگئی تھی بس میری جان میرے پاس تھی اس کی بیٹھی سریلی آواز تھی میں تھا کمرے کی تنہائی تھی، رات اپنا سفر مکمل کرنے کو بھی بس خیالوں کی دنیا آباد تھی محبوب کے سنے تھے اس کی یادیں تھیں اس کی باتیں تھیں صبح کے چار بجے میں نے بیڈ کو الوداع نظروں سے دیکھا کمرے کو گڈ بائے کہا۔ فریش ہوا جان کے آشیانے کی طرف تھو سفر ہو گیا۔ صبح

کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دل کو سرد کر رہی تھی پرندے جاگ گئے تھے میری منزل محبوب کی نگری تھی محبوب کی یادوں، باتوں میں خیالوں میں چند منٹوں میں اپنی جان کی چوکھٹ پر دل چھا چکا تھا میری جان جاگ رہی تھی۔ انتظار کی کرب تیار رہی تھی کہ میری طرح میری جان بھی نہیں سو سکی تھی۔ سلا و دعا ہوئی۔ میری بیڑی واپس کی میں نے اپنی جان کی بیڑی چوم کر۔ دل سے لگا کر واپس کر دی میری جان نے وعدہ لے کر کچھ روپے دروازے سے دیئے میں نے بار بار اٹھا کر کیا۔ لیکن میری جان ناراض ہونے لگی۔ میری جان ناراض مت ہو میری غربت کا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں غریب ضرور ہوں بے ضمیر نہیں۔ میرا ضمیر نہیں مانتا میں کیسے برداشت کرتا آخر اپنی جان کے آگے تمہارا ڈال دیئے۔

جب میں نے رقم دیکھی تو ایک ہزار روپے تھے جو کہ بہت زیادہ تھے میں نے واپس دروازے میں پھینک دیئے اور کہا جان یہ بہت زیادہ ہیں میں نہیں لوں گا یونہی میری جان نے میں بار میری طرف پھینکے اور تین بار میں نے واپس کیے میری جان ناراض ہو کر کہنے لگی ادھر اسے کچھ کر رکھ لو۔ جب تمہارے پاس آئیں تو واپس کر دینا۔ صبح سویرے رونے لگی مجھے اچھا نہیں لگتا تھا محبوب کی خوشی کی خاطر نہ چاہتے ہوئے بھی رکھ لیے اور واپس ہو لیا۔ لوگ جاننے لگے تھے صبح کا اجالا اپنے پر پھیلانے لگا تھا اس سے پہلے کوئی ہمیں دیکھتا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ ابھی محبوب کے کہنے پر وہاں شہر میں رہنا تھا صبح آٹھ بجے میری جان نے گھر سے آنا تھا اپنی بہن صبا کے ساتھ سکول جانا تھا۔ صبح ہمیں ملنا تھا۔ دھیرے دھیرے رات کا اندھیرا روشنی میں بدلنے لگا صبح ہوئی۔ آٹھ بجے میری جان اپنی بہن صبا کے ساتھ گھر سے نکلی، نقاب میں قیامت لگ رہی تھی سلام و دعا ہوئی نظروں کا تصادم ہوا۔ دلوں کو قرار آیا میں ان کے برابر چلنے لگا۔ میری جان

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

130

محبوب ہے میری

”غریب محبت“

نے بہت خوبصورت ڈریس پہنا ہوا تھا۔ جیسے پرستان سے پری زمین پر آگئی ہو۔ راستے میں ہم باتیں کرتے رہے میں نے اپنی جان کو اپنا موبائل پکڑ لیا میری جان نے موبائل لے لیا۔ پھر اپنی جان کو کہا واپس کر دو میری جان نے موبائل واپس کر دیا۔ میں نے موبائل چوم لیا۔ میری جان مسکرانے لگی میں نے کہا یہ موبائل آپ کی یاد دلاتا رہے گا۔ چلتے چلتے ہم جوس کی شاپ پر پہنچ گئے فاسٹل ہوا تھا جو خرچ آئے گا صبا دے گی لیکن میری غربت نے گوارہ نہ کیا بحث و تکرار کے بعد آخر میں نے رقم ادا کی۔ پھر خوشی خوشی جدا ہو گئے میری جان اسکول نہیں گئی تھی کافی دیر اکٹھے رہنے کے بعد میری جان من گھر چلی گئی۔ میں واپسی سا لکھٹ کی طرف چل پڑا راستے میں بار بار موبائل دیکھتا اسے چومتا۔ سینے سے لگاتا تھا کیونکہ میری جان، میری زندگی میری ہم سفر نے اسے چھوا تھا۔ میری توکل کائنات میری جان تھی میرا ایمان وہی میرا قرار وہی میرا پیار وہی۔ میرا زندگی کا محور وہی تھا میرے خوابوں کی شہزادی وہی تھی۔ میرے گلشن کی رانی تھی۔

مقدر سے کہو پھر سے ستم ایجاد مت کرنا کوئی آباد ہے دل میں اسے برباد مت کرنا وہ ایک شب خواب سا بن کے اٹھ آئے گا آنکھوں میں یہ پلکیں موند لینا اور اس کو برباد مت کرنا واپس پہنچا تو بخار نے دبوچ لیا۔ اتنا تیز بخار ہوا کہ چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ میرا جسم گرم ہو ہے کی طرح جل رہا تھا۔ کوئی نہیں تھا جو میری خبر لیتا اپنی جان کا خیال آتا تو آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگتے گھر میں سب سے بڑا میں ہی تھا باقی چھوٹے تھے وہ کیا کرتے کبھی کبھار ماں کی گود میں آئی تو سکون مل جاتا۔ ایک وہی ہستی ہی تو ہے جو زمانے بھر سے سچا پکارا ولاد سے کرتی ہے۔ میں ماں کی گود میں آ کر سبھی غم بھولی جاتا میری ماں میرا بہترین دوست تھا میں ہر معاملہ اپنی

ماں سے شیر کرتا۔ میں نے اپنی ماں کو اپنے پیار کے بارے میں سب کچھ بتا دیا پہلے تو امی جان سمجھاتی رہیں لیکن جب میں نے مانا تو میری ہاں میں ہاں کر دی ماں کا دل نرم و نازک ہوتا ہے ماں اولاد کی خوشی چاہتی ہے میری جان روز میری ماں سے باتیں کرتی تھی میری بات بات ہوتی تو سبھی امی جان سے بات، سبھی میری چھوٹی بہن سے بات کرتی۔ فردا فردا میرے گھر کے افراد میری جان سے باتیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابو ناراض رہتے تھے وہ بھی مان گئے۔ انہیں بھی پتہ تھا کہ غصہ علی A سے پیار کرتا ہے میرے ابو کی بات ہوتی تھی سبھی اسے محبت سے پیش آتے اسے گھر کا فرد مان چکے تھے میری جان نے مجھے ڈاڑی دی تھی جو کہ خوبصورت نشانی آج بھی میرے پاس ہے۔ لیکن نشانیاں دینے والے کہیں دور بہت دور چلے گئے۔ نفرت کے طمانچے میرے رخسار تک آئے انسان سے محبت کی سزا کتنی کڑی ہے محبت انسان کو کند بناتی ہے ہماری محبت بڑھتی گئی۔ روز ہم شادی کے خواب آنکھوں میں سجاتے، ہماری شادی ہوگی، ڈھول بجیں گے، رقص ہوگا شہنائیاں ہوں گی، سہیلیاں گیت گائیں گی، دوست سہرا سجا میں گے خوب بلہ بلہ ہوگا۔ ہمارے بچے ہوں گے ہم مری بنی مون منانے جائیں گے، پانچ پر فلاں بازار کھویں گے۔ فلاں سنٹر سے شاپنگ کریں گے ہمارے بیٹے کا نام یہ ہوگا بیٹی کا نام فلاں رکھیں گے کیا کچھ نہیں سوچا تھا۔

میری جان کا ابو سعودی عرب رہتا تھا اس کے ساتھ میری جان کے ماموں رہتے تھے اس کے ماموں بہت اچھے تھے میری جان نے کہا میں نے اپنے ماموں سے بات کر لی ہے وہ آپ سے بات کریں گے میرے ماموں کی بات سبھی ماتے ہیں وہی ہماری شادی کر دائیں گے پھر کیا ایک شام میری جان کے ماموں کی کال آگئی۔ خوب بات چیت ہوئی میرا

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

131

محبوب ہے میری

”غریب محبت“

انٹرویو کیا مجھے بیٹا، بیٹا کہتے نہیں تھکتے تھے کہنے لگے
غصہ بیٹا، میں جلد پاکستان آؤں گا آپ سے ملوں گا۔
ان کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ ہمارے حق میں
فیصلہ دیں گے وقت کا پیچی اڑتا رہا زندگی حالات کا
مقابلہ کرتی رہی میری جان روز بھر سہیلی باتیں کرنی
روز حال دل بیان ہوتا۔ ساتھ جینے مرنے کے عہد و
بیان ہوئے زمانے کے ستموں کا مقابلہ کرنے کے
پلان ہوئے۔ ہر آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنے
کے طریقے سوچتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو ہمسفر
بان چکے تھے ہمارے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں تھی
لیکن..... لیکن کہتے ہیں وقت اور انسان بدلتے دیر
نہیں لگتی انسان موسموں کی طرح بدل جاتا ہے میرے
ساتھ بھی یہی ہوا ایسی آندھی چلی کہ میرے محبت کے
حسین تاج محل کو مسمار کر گئی۔ میرے آشیانے کا
آخری تڑکا تنک بکھر گیا۔ میری زندگی لٹ گئی جان،
جان کہنے والی..... جان کی دکن بن گئی۔ حسین اپنے
دکھانے والی۔ اپنے توڑ کر چلی گئی میری ہمسفر بننے والی
کسی اور کے خواب دیکھنے لگی۔ سبھی وعدے، سبھی عہد
مل بھر میں توڑ دیئے غربت کا نام دے کر دل کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اب کے پھڑے تو شاید
خوابوں میں ملیں والی بات تھی اس بے رحم نے لحد بھر
نہیں سوچا کہ جس کی زندگی اس کے دم سے ہے.....
اس کا کیا ہو گا وہ جی پائے گا بھی..... یا نہیں..... جس
نے بھی رشتوں کو ٹھکرا کر صرف محبت کے رشتے کو اپنایا
تھا۔ جان..... جان کہنے والا..... بے جان ہو جائے
گا۔ وہ تو دولت کے ترازو میں بیٹھ گئی۔ اور میری
زندگی ویران کھنڈرات بن گئی..... میرا جینا عذاب
بن گیا غموں کا ایسا سیلاب آیا کہ میرا سب کچھ بہہ
گیا..... بے وفائے ایسے زخم لگائے کہ جو کبھی مندمل
نہیں ہو سکتے۔ میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ کوئی اتنا
چاہنے والا وقت کے ساتھ بدل جائے گا۔ شاید اس کا
نقصور بھی نہیں ہے کیونکہ رقیب ہمیشہ کامیاب رہا ہے

دولت نے انسانی جسم خرید تو لیے لیکن کبھی وفا، خلوص،
محبت نہ خرید سکی..... کاغذی نوٹوں نے محبت جیسے
پاکیزہ جذبے کو داغدار کر دیا ہے اسے دولت روز
قیامت تیرا گریبان پکڑوں گا تو نے میری جان چھینی
ہے..... اک عاشق سے اس کا محبوب چھینا ہے ایک
غریب کی محبت کے سوا کیا ہے۔ اسے دولت تیرا بیڑا
غرق ہو جائے دو دلوں میں نفرت پیدا کرنے
والی..... تو بھی آگ میں جلے گی۔ تیری بھی راہ
اڑے گی تو بھی بھرے گی..... اے دولت تو بھی پل
پل تڑپے گی۔ لحد بھرے گی۔
ہسنے لگے تو لوگوں نے پتھر اٹھا لیے
روئے تو اشک اشک..... الزام آیا
ہوا کچھ یوں..... میری جان کمپیوٹر کو رس کر رہی
تھی صبح جاتی وہاں سے تین بجے چھٹی ہوتی تھی 3 بج
کر ایک منٹ پر موبائل آن ہو جاتا تھا۔ کیا پڑھا، کیا
لکھا بھی مجھے بتاتی..... لیکن اب جب بھی کال کرتا.....
نمبر بڑی ملتا۔ جب بات ہوتی تو کہتی اپنی سہیلی سے
بات کر رہی تھی۔ اسے مشق حل کر د رہی تھی۔ میں
جان لیتا تھا۔ لیکن یہ روز کا معمول بن گیا۔ جب بھی
کال کرتا نمبر بڑی ملتا۔ جہاں دن میں کئی کئی گھنٹے
باتیں ہوتی تھیں۔ اب کان آواز سننے کو ترس جاتے
تھے جب بھی بات ہوتی تین سے چار منٹ، بمشکل
ہوتی۔ پھر کوئی یہاں نہ ہوتا کال بند ہو جاتی۔ میری جان
میری نہیں رہی تھی۔ وہ بدل گئی تھی اس نے کئی اور کو ہم
سفر بنا لیا تھا اپنی جان کی بے رخی مجھے تباہ کر گئی تھی۔
اسے تو نیا چاہنے والا مل گیا تھا۔ ہماری زندگی تو
لہو لہان ہو گئی۔ انگ، انگ سے لال قطرے ٹپکتے
تھے۔ لبوں پر نقل، آنکھوں میں اداسی کے آنسو، بے
جان جسم، جسے صدیوں سے بیمار ہوئی۔ سارا سارا دن
بستر ہوتا اور میں ہوتا۔ رات ہو جاتی، بے درد زمانہ
مذاق اڑاتا، ہر چیز کھانے کو دوڑتی تھی جب دل پر
حکومت کرنے والے، دل توڑنے لگیں تو قیامت ہی

آتی ہے دل ٹکڑے ٹکڑے تھا، میں بیمار تھا۔

ایک دن میرا خالہ زاد کزن میرے گھر آیا۔
میرے ہی روم سو یا، وہ کسی لڑکی سے باتیں کر رہا تھا
مجھے محسوس ہوا کہ میری جان کی آواز ہے۔ تڑپتے
دل، کپکپاتی انگلیوں سے اپنی جان کا نمبر ڈائل کیا۔
لیکن باور آف تھا۔ مجھے شیک ہوا میری جان نمبر
تبدیل کر کے بات کر رہی تھی کہتے ہیں جب دلوں
میں شک پیدا ہو جائے تو رشتے ٹوٹنے دیر نہیں لگتی
میرے ساتھ بھی یہی ہوا میں رضائی لیکر پڑا رہا تاکہ
میرے کزن کو محسوس ہو میں سو رہا ہوں۔ اسے آواز
سمجھ نہیں آ رہی تھی مجھے پتہ تھا میری جان بہت آہستہ
آہستہ بات کرتی تھی میرے کزن نے آواز اوپن کر
دی۔ میں اتنا نادان نہیں تھا کہ اپنی جان کی آواز نہ
پہچان سکتا وہی لوکل سی آواز، وہی منگراہٹ، وہی ہنسی
سب کچھ وہی تھا لیکن میری جان بدل چکی تھی۔ مجھ
سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دل کرتا اپنے کزن کو
موت کے حوالے کر دوں اور اپنی جان سے چیخ چیخ کر
کہوں او بے وفا تو نے یہ کیا کیا۔ معصوم دل تو زودیا
لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول کیا۔ اور
رضائی میں پڑا رہا۔ جب صدم ہی قاتل نکلا تھا تو
دش کس کو دیتے میں روتا رہا۔

میرا کزن موبائل آف کر کے موبائل چارج پر
لگا کر سو گیا مجھے نیند کہاں آئی تھی میرے دل میں آگ
بھڑک اٹھی تھی میں اس بے وفا سے پوچھنا چاہتا تھا
کہ میرا قصور کیا ہے جن کی دنیا لٹ گئی ہو جن کے
اپنوں نے زہر پلایا ہو وہ کیسے سو سکتے ہیں۔ میں بڑی
مشکل سے اٹھا اس کا موبائل اٹھا یا اس نے نمبر ڈیلیٹ
کر دیا تھا یہ کام غیر اخلاقی تھا لیکن کیا کرتا دل جل رہا
تھا میں یقین کرنا چاہتا تھا میں ان بس اوپن کیا اور سب
پڑھنے لگا ایک نمبر سے آنے والے ایس ایم ایس
بڑے رومانس تھے جس میں جان آئی لو یو جان یہ جان
وہ اس طرح کے الفاظ لکھے تھے میں نے وہ نمبر اپنے

پاس سیو کر لیا اور موبائل پھر سے آف کر کے چارجنگ
پر لگا دیا۔
صبح کزن کو نجانے کیسے پتہ چل گیا صبح سویرے
جھگڑا کرنے لگا۔ ہماری اچھی خاصی لڑائی ہوئی وہ مجھے
دھمکیاں دیتا رہا نہ ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے
وہ نمبر ڈائل کیا جلد ہی رسیو ہو گیا وہ میری جان تھی۔
میں پہچان چکا تھا۔ ہیلو کون.....؟ ادھر سے آواز آئی۔
مجھے نہیں پہچان پہچانتی بھی کیسے۔ تنہیں اور چاہنے
والے جوں گئے۔ میں تمہارا سابقہ عاشق غصہ علی بات
کر رہا ہوں خوب صلید یا تم نے دھوکہ دینے سے پہلے
میری جان نکال لی تھی مجھے زہر پلا دیتی بے وفائی نہ
کرتی کہنے لگی۔ مجھے تم دے ہی کیا سکتے تھے تمہارے
پاس تھا یہ کیا جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا وہ
میری ضروریات کیا پوری کرتا۔
اے بے رحم تو نے دولت کو ترجیح دی۔ دل نہیں
دیکھا خلوص کو ٹھکرا کر دولت کو اپنایا۔ ایک دن آئے گا
پچھتائے گی۔ میں تو تمہارے کہنے پر اپنے گھر والوں
کو بھیجنے والا تھا۔ تمہارے لیے گفت خرید چکا تھا
تمہارے سوٹ بنوائے تھے 3 ہزار کا ایک سوٹ تھا۔
تمہاری ہی پسند تھا۔ اپنی چھوٹی بہن کو سوٹ لیکر دیے
اسے بھی خوشی تھی کہ بھائی کی شادی ہونے والی ہے وہ
بھی تجھے بھائی کے روپ میں دیکھ رہی تھی۔ روز مجھے
تیرے نام سے چڑھائی تھی اسے کیا پتہ تھا کہ تو ہی
ناگن بن کر ڈس لے گی۔ تو نے کسی بات کو تو دیکھا ہوتا
تو نے دولت کو اہمیت دی دل نہیں دیکھا۔
اک کسک ہے دل میں کہ معلوم تو ہو
چھوڑ کر وہ مجھ کو کس حال میں رہتا ہو گا
قارئین کزن سے لڑائی اس لیے ہوئی تھی وہ کہتا
تھا وہ میرا پیارے میں اسے پیار کرتا ہوں مجھے یہ گوارہ
نہ ہوا ہاتھ اپنی ہوئی کیونکہ جس نے عہد و بیان میرے
ساتھ کیے تھے وہ کسی اور کے ساتھ کیسے پیار کر سکتی تھی
میں ہی غلط تھا کیونکہ میں اندھا اعتبار کرتا تھا مجھے یقین

نہیں ہوتا تھا۔ کہ وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن اب تو سب کچھ آنکھوں کے سامنے تھا۔ میری جان صرف میرے کزن سے نہیں کئی اور آوارہ لڑکوں سے پیار کے ڈرامے کر رہی تھی۔ ان میں زوہیب یا لڑکا جو ملتان میں رہتا تھا اس سے باتیں کرتی تھی۔ جب میرا بیالکوت میں موہاں چوری ہوا انہی دنوں زوہیب سے رابطہ ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے علم نہیں تھا۔

ایک دن میں نے کال کی میری آخری کال سن لو پھر سبھی کال نہیں کروں گا میری جان نے کال ریسیو کی۔ کہو کیا بات میں نے جواب دیا، جان کی دشمن تو نے مجھے برباد کیا ہے۔ میں تمہیں بھی برباد کروں گا میں تمہیں بدنام کروں گا تمہارے گھر والوں کو بتا دوں گا۔ تیار رہنا میں صبح تمہارے گھر آ رہا ہوں سب کے سامنے جب تمہاری اصلیت بتاؤں گا تو تمہیں پتہ لگے گا میری جان آگ بگولہ ہوگئی۔ بجائے اس کے کہ وہ ڈرتی زخمی ناگن کی طرح ڈسنے کے لیے تیار ہوگئی۔ تم نہیں آسکتا اگر تم آئے تو زندہ واپس نہیں جاؤ گے میں نے تو اسے ڈرایا تھا یہ علم نہیں تھا کہ وہ لانا مجھے مارنے کے پلان بنا چکی ہے اس نے میرے کزن کو بتا دیا۔ ادھر زوہیب کو کال کر دی۔ زوہیب بد معاش قسم کالز کا تھا ہر وقت اسلحہ اس کے پاس ہوتا تھا۔

صبح سویرے زوہیب کی کال آگئی کہنے لگا تم سرگودھا میں آ کر دکھاؤ تم زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔ میں تمہیں قتل کروں گا تمہارے گلے لٹکے کر کے پھینک دوں گا ہمت ہے تو آؤ میری جان کا نام لیکر کہتا۔ وہ میرا بیار ہے میں اسے چاہتا ہوں جلد ہی ہم شادی کرنے والے ہیں میں ڈرنے والا نہیں تھا صنم کے شہر ضرور جاتا۔ میں ختمی فیصلہ بھی کر چکا تھا زوہیب کو میں نے کال کر دی میں آ رہا ہوں۔ تم نے جو کرنا ہے کر لینا۔ تم میرا ایک بال بھی نہیں اکھاڑ سکتے یہ کہہ کر میں نے کال بند کر دی۔

کال بند ہوئی تھی کہ میری جان کے منہ بولے

بھائی کی کال آگئی۔ وہ میرا بہترین دوست تھا اسے پتہ لگ چکا تھا مجھے کہنے لگا عصر تمہیں میری قسم تم وہاں نہ جاؤ اگر مجھے دوست سمجھتے ہو تو موت جانا۔ ان کے ارادے خطرناک ہیں زوہیب کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میں اس کی قسم کے آگے ہار گیا۔ اور ارادہ ترک کر دیا۔ پھر اپنی جان کو کال کی۔ آج تو اس نے جلد ہی کال بیک کر لی تھی جیسے بیکراری بے چینی ہو یہی تو میں دیکھنا چاہتا تھا خوف اسے بھی تھا لیکن ظاہر نہیں کرا رہی تھی میری جان ڈرو مت۔ مبارک ہو۔ میں نہیں آ رہا رہا ہے پاگل جن سے پیار ہوتا ہے ان سے انتقام نہیں لیا جاتا میں نے تمہیں صرف دھمکی دی تھی تاکہ تم ڈرو اور مجھ سے رابطہ رکھو بالکل اسی طرح جیسے پہلے تھا تمہیں تو ہواؤں سے ڈر لگتا تھا اب اب تو تم بہادر ہو گئی ہو میری جان میں تمہیں پیار کرتا ہوں، کرتا رہوں گا تو نے میرے پیار کو ٹھکرایا تو کیا ہوا ہاں بس اتنا یاد رکھنا ایسا مذاق کسی اور کے ساتھ مت کرنا کسی اور کی زندگی یوں برباد مت کرنا۔ ہر شخص عصر علی نہیں ہوگا۔ اپنی زندگی برباد مت کر لینا میرا سیکینڈ ہنڈ ہوا تم نے خبر تک نہ لی۔ میں بیمار ہوا تجھے علم بھی تھا تم نے پوچھا تک نہیں یہی تیرا پیار تھا یہی تیری چاہت تھی یہی تیرے وعدے تھے تم نے مجھے برباد کر دیا ہے میرے اپنے مجھ سے روٹھ گئے صرف اور صرف تیری وجہ سے تو نے مجھے ٹھکرایا۔ سدا خوش رہو جب بھی ٹوٹ کر بکھرو تو مجھے یاد کر لینا۔ میرے بارے سوچنا کہ عصر علی کتنا پیار کرنے والا تھا۔

چھوڑا نہ بھی ہم نے تیرے پیار کا دامن کبھی رہی دنیا ہمیں پھر کا پجاری سائے کی طرح ساتھ رہا۔ تیرا تصور تنہائی بھی کبھی ہم نے تنہا نہ گزاری یہی میری آخری کال تھی میں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ کبھی سے ناطہ ٹوٹ چکا ہے صرف اپنی جان کی خاطر لیکن جان نے بھی دھوکہ دیا اب جینا کیسا، مرنا

کیسا مرنا کیسا خودکشی حرام نہ ہوتی کب کا زندگی ختم کر چکا ہوتا میں کبھی کو چھوڑ کر کراچی آ گیا۔ اب تھا ہی کون جو سہارا دیتا میرے اپنوں نے جان کی خاطر چھوڑ دیا تھا اور جان نے خوب صلہ دیا تھا۔ وہ میرے رقیبوں کے ساتھ خوش تھی خدا کرے زوہیب تمہیں خوش رکھے تمہاری ہر خوشی پوری کرے اور کرے گا بھی کیونکہ وہ امیر ہے۔ دولت ہے، شہرت ہے میں تمہیں کیا دے سکتا تھا میرے پاس تھا ہی کیا۔ اک دل مجھے کیا خبر تھی یہاں دلوں کو نہیں ٹوٹوں سے دوست بنائے جاتے ہیں۔ غریب ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔

مجید بھائی مجھے نہیں نہیں آتی سکون کے لیے نیند کی گولیاں لیتا ہوں پھر بھی دل دماغ سے اس کا چہرہ اس کی ہنسی نہیں جاتی میں مر جاؤں گا اس کا غم مجھے مار دے گا میں مر جاؤں گا میں نے تو سجدوں میں گزر گرا کر مانگا تھا درباروں پر نہیں مانگی تھیں سجدوں میں رو کر محبوب مانگا تھا۔ کبھی داتا دربار، کبھی کہاں تو کبھی کہاں لیکن میری کبھی دعا میں کبھی عبادتیں کبھی منتیں کام نہ آئیں اور وہ مجھے چھوڑ کر زوہیب کے سینے سے لگ لکے میں اس کے ذمہ کیسے برداشت کروں دنیا کے سامنے کیسے رہوں گا۔ رشتے دار ناکام عاشق کا طعنہ دے دے کر مار دس گے لوگ میری جان کے نام سے چھیڑتے ہیں میں کس کس کو جواب دوں گا کہ میری جان میری جان میری جان مجھے چھوڑ گئی۔ وہ زارو قطار رو رہا تھا جیسے کسی بچے سے کسی نے کھلونا چھین لیا ہو۔

قارئین یہ تھی عصر کی داستان محبت، عصر علی واقعی ٹوٹ چکا ہے مجھے کہانی لکھواتے ہوئے کئی بار اشک بار ہوا ہے اپنی محبوب، جان کا نام آتے ہی آنسو نہیں روکتے تھے چم چم برقی آنکھوں کے ساتھ اس نے کہانی سنائی۔

قارئین آپ ہی بتائیے محبت کرنا گناہ ہے اگر

گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لیے کیوں کی۔ ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لیے کیوں پھر کھائے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کی محبت میں آنکھوں کی روشنی ختم کر لی۔ حضرت امام حسین نے سجدہ میں سر کیوں کٹوایا؟ اگر محبت نبھانا نہیں آتا تو لوگ محبت کا ڈھونگ کیوں رچاتے ہیں؟ کسی کی زندگی اجاڑ کر کیا مل جاتا ہے جھوٹی تسکین جھوٹی دولت کی خاطر کسی کی زندگی تباہ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے تمہارے سینے میں بھی دل ہے خدا راہ محبت کو کھیل سمجھنے والا محبت کے مقام کو سمجھو ہوٹ کے ناخن لوجبت پاکیزہ جذبہ ہے اسے داغدار مت کرو نہیں تو لوگوں کا محبت سے اعتبار اٹھ جائے گا۔ نفرت کی آگ پوری دنیا کو جلا کر رکھ کر دے گی۔ سب کچھ جل کر رکھ ہو جائے گا۔ محبت نہ رہی تو ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔ دنیا کا نظام رک جائے گا۔ قیامت برپا ہوگی کسی کا دل توڑنے والو اپنے دل کی حفاظت کرو۔ کہیں وہ بھی نہ ٹوٹ جائے میں بھی دعاگو ہوں اور آپ بھی دعا کیجئے کہ عصر علی زندگی کی طرف لوٹ آئے بقید زندگی خوشیوں کے جھرمٹ میں گزارے اس کے اپنے اسے سینے سے لگا لیں اور نئی زندگی خوشی بھری ہو۔ تمام خوشیاں اس کا مقدر بنیں۔ آمین۔

آؤ کسی شب مجھے ٹوٹ کے بکھرتا دیکھو میری رگوں میں زہر جدائی کا اترتا دیکھو کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے رب سے آؤ کبھی مجھے مسجدوں میں سکتا دیکھو تیری تلاش میں ہم نے خود کو کھو دیا ہے مت آؤ سامنے مگر کہیں چھپ کے مجھے تڑپتا دیکھو بڑے شوق سے مر جائیں گے ہم اگر تم سامنے بیٹھ کر سانس کا تسلسل ٹوٹا دیکھو آپ کی آراء کا منتظر



پچھتاوا ہے

✓ تحریر: احمد نجی، پہلا میانوالی 0300 - 4943070

میں زور زور سے چلائی کہ کمینے، خبیث انسان، شیطانی بھیڑیے میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں میں نے میز پر پڑا شیشے کا گلدان اس کے سر پر جڑ دیا جس پر اس نے اتنی زور سے مجھے دھکا دیا کہ میں دیوار کے ساتھ جا ٹکرائی کان کھول کے سن لے اب تجھے ہر روز وہی کرنا ہو گا جو میں چاہوں گا ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گا کہ تو زندگی بھر کبھی بھی نہ بھول پائے گی۔ ذلیل، کمینے گھنٹیا میں تیری شکل بھی دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتی میں نے گرجتے اور سسکتے ہوئے کہا تو وہ شیطانی فقہ لگا کر بولا کہ اب تو تیرا باپ صوفی کریم بخش بھی ائے گا تمہاری کیا جرات کہ تو روزانہ نہ ائے میرے پاس؟

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

جس تیزی سے دور بدل رہا ہے اسی طرح محبت کے طور طریقے بھی رنگ بدل گئے ہیں اب کسی لڑکے یا لڑکی کو محبت میں انتظار کرنے کی نوبت ختم ہی ہو گئی ہے۔ اب نہ سکول کالج و یونیورسٹی کے باہر کسی لڑکی لڑکے کو انتظار کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی محبت سے لبریز خطوط لکھنے پڑتے ہیں اب تو اس جدید دور کی تیز ترین ایجاد موبائل نے گھر کی تمام حدود کو بکھیر کے راکھ بنا دیا ہے حیا اور پردے نام کی چیزوں کا نام و نشان مٹا کے رکھ دیا ہے ایک وہ بھی عزت اور حیا پروردور تھا

کہ جب گھر میں لڑکیوں کو پی ٹی ایل سیٹ اٹھانے کی اجازت نہ ہوتی تھی اور آج یہ بھی ایک دور ہے کہ ہر گھر میں گھر کے سبھی افراد کے پاس علیحدہ علیحدہ موبائل فون ہیں۔ اس پرفیشن دور میں موبائل کمپنیوں کے سستے اور فری کال ٹیکسٹ نے میرے کئی نوجوان بہن بھائیوں کو ایسی راہ کا مسافر بنا دیا ہے کہ جن کے پاس اب پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں رات بھر جاگ کر اپنے سفلی جذبات کی تسکین کرتے ہیں اور پھر اسے



جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

137

جولائی 2013ء

پچھتاوا ہے

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

136

جولائی 2013ء

پچھتاوا ہے

محبت کا نام دے دیتے ہیں حالانکہ اگر دور دیکھا جائے تو میرے خیال میں اب صرف محبت نام کے لفظ کی دھجیاں ہی اڑ رہی ہیں یہ پاکیزہ لفظ محبت جو چار الفاظ کا مجموعہ ہے ان ہستیوں کے ساتھ ہی مدفن ہو چکا ہے جنہوں نے محبت کا تعارف کرایا تھا ایک وقت تھا جب لڑکی کی نگاہیں حياء کے بوجھ تلے دب جاتی تھیں۔

آج بے حیائی کے رنگ واضح نظر آتے ہیں ان موبائل فون کے بطن سے ایسی ایسی کہانیاں جنم لے رہی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر اور سن کر دل لرز کے رہ جاتا ہے کہ آخر یہ ہمارے ارد گرد ایسا کیوں ہو رہا ہے قارئین زیر نظر کہانی بھی ایک ایسی لڑکی کی برادری کی کہانی ہے جو آج بھی ایک دربار پر ایک ملکنی کے روپ میں بیٹھی ہے اس موبائل فون محبت کے ہاتھوں تباہ ہو کر زندگی بھر کے چھتتاوے کی آگ میں جل رہی ہے مریم کی کہانی تو میں نے سن لی تھی لیکن میں آپ سب کی نظر بھی کرنا چاہتا ہوں آپ بھی مریم کی زبانی سنئے۔ اس شعر کے ساتھ کہ

دل کے گولے جل اٹھے سینے کی آگ سے میرے گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے میرا نام مریم ہے آج سے ایک سال پہلے میرے بھی ماں باپ تھے میری بھی مجھ سے چھوٹی چانچ بہنیں تھیں اور دو بھائی تھے میرا بھی گھر بار اور سبھی رشتہ دار ہیں میں دو سال کے عرصہ سے یہاں دربار پر ایک ملکنی کے روپ میں کیوں زندگی بسر کر رہی ہوں اس میں کسی اور کو قصور وار تو بالکل ٹھہرا بھی نہیں سکتی بلکہ خود میں نے محبت کے جد بانی پن کے بل بوتے پر اپنی ہی کلباڑی اپنے پاؤں پر دے ماری ہے جو آج میری زندگی کا چھتتاوہی ہوئی ہے۔

میرے ابو کا نام صوفی کریم بخش تھا اور وہ ہر

لحاظ سے شریعت کے پابند اور پانچوں وقت کے نمازی بارش بزرگ اور اچھے اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ میں بہنوں، بھائیوں میں سب سے بڑی تھی ہمارا بھی شہر میں ایک چھوٹا سا خوبصورت گھر تھا۔ میری ماں ایک سادہ شریف اور پردے کی پابند خاتون تھیں لوگ ہمارے گھر کی مثالیں دیا کرتے تھے کیونکہ ہماری پوری فیملی صوم و صلوة کی پابند تھی لیکن نہ جانے اس پیارے گھر کو کس بد نظری بری نظر نے اجاڑ دیا پھر یہ وقت کی تلوار کا زخم ہے جو کہ اب ناسور بن چکا ہے جب میں 9th کلاس کی سٹوڈنٹ بنی تھی تو اس وقت میری عمر صرف 13 بر تھی اس کچھ عمر میں مجھے محسوس ہنے لگا کہ میں ایک گلابی کلی سے پھول بن رہی تھی اس لیے تو جب بھی میں آئینے کے سامنے جاتی تو مجھے خود سے شرم محسوس ہونے لگی میرے کتابی، گلابی نکھرے نکھرے چہرے کلبی سیاہ کی گھنی زلفوں اور عنابی ہونٹوں کے ساتھ چلی آنکھوں اور مورنی جیسی چال کی باتیں مجھے خود اپنی طرف توجہ دینے کو محسوس کرنے لگیں میرے حسن کی تعریفوں سے میرے والدین بھی ٹھنک کے رہ جاتے تھے ان دنوں میں میٹرک میں تھی لیکن مجھے لکھنے پڑھنے کے شوق سے زیادہ دلہن بننے کا شوق تھا میرے خیالات بھی اب انٹرایاں لینے لگے تھے کیونکہ میں اب وہ پہلے والی کلی نہ رہی تھی مکمل پھول بن چکی تھی میں ہر وقت انہی خیالوں میں گم رہنے لگی کہ میری زندگی میں بھی کوئی ایسا ہو جو مجھے پیار کے گیت بنائے کوئی ایسا ہو جو صرف مجھے ہی ٹوٹ کے چاہنے والا ہو صرف میری ہی زندگی ہو مجھے اپنے آپ سے بھی پیارا ہو جس کی ہر بات میرے لیے پہلی اور آخری ہو جو میرے دل کی دھڑکن آنکھوں کا چین اور روح کا فرار ہو اور بھی اس طرح کی کئی سوچیں میرے دل میں جنم لینے

لگیں حالانکہ میری پردوش ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں پر اس قسم کی باتیں صرف گناہ ہی سمجھی جاتی ہیں پھر بھی نہ جانے کیوں میرا دل ایک انجانی سی شخصیت سے دل ہی دل میں محبت کرتا تھا میں اب جوانی کے پانچویں سال میں پہنچ گئی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ہر لڑکی لڑکے کے سینے تو شروع ہو ہی جاتے ہیں۔

میں نے بھی جب میٹرک پاس کر لیا تو ابو نے مجھے روک دیا کہ بس بیٹا ہم نے آپ سے کوئی نوکری کرانی ہے بس اتنا ہی کافی ہے تیرے لیے کہ تو لکھنا پڑھنا اچھی طرح جان گئی ہے میں اتنا سننے ہی روئے لگی۔ امی سے پھر چاچو سے اور پھر دوسرے کئی رشتہ داروں سے اپنی پڑھائی کی ابو سے سفارش کروائی جو پھر ابو نے چاہتے ہوئے بھی مان ہی گئے اور مجھے کالج میں داخلہ مل گیا۔ میں عرض کر رہی تھی کہ جوانی بھی تو ہر کسی پہ آتی ہے یہ تو قانون قدرت ہے کہ زوال کو عروج اور پھر عروج کو زوال جیسے ہی میں نے زندگی کی جودہ بہاریں دیکھیں تو میں بھی بھی بیٹھے بیٹھے سوچنے پر مجبور ہو جاتی کہ دل کی دنیا بھی کتنی رنگین اور خوبصورت ہے میرے دل میں تو ایک انجانا سا نا آشنا چہرہ بسا ہوا تھا اور میں اسی کے خیالوں میں کھوئی رہتی تھی حالانکہ گھر میں ایسی کوئی کنبیل، ڈش لی وی نام کی کوئی چیز تھی لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں ایسا کچھ ہو رہا تھا میرے ساتھ حالانکہ اب مجھے گھر سے باہر قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی ماسوائے اپنی پڑھائی کے اوقات میں ہی کالج جاسکتی تھی۔

گرمیوں کی پرسکون ٹھنڈی راتیں مکان کی چھت پر سوئے ہوئے چاند کے خاموش سفر کو دیکھتے دیکھتے اپنے دل میں بے چینی سی محسوس کرنے لگتی اور پھر میں اپنے آنسوؤں سے تیکے کو

بھگودیتی اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاتے ایک انجانی سا معصوم چہرے میرے ہوش و حواس پر طاری رہتا تھا ایک دن میں حسب معمول کالج سے واپس آ رہی تھی میرے ساتھ ایک گلی کی دو لڑکیاں اور بھی تھیں چلتے چلتے مجھے ایسے لگا جیسے کوئی ہمارے تعاقب میں ہے بار بار مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ ضرور کوئی ہے جو صرف میرا ہی پیچھا کر رہا ہے میں نے اچانک پیچھے پلٹ کر دیکھا تو ایک بہت ہی خوبصورت سنہری بالوں والا چٹا گورا نفیس جیلا نو جوان لڑکا ہمارے پیچھے آ رہا تھا اسے دیکھ کر تو میرے دل کی دھڑکنیں زور زور سے دھک دھک کرنے لگیں دوسری دو لڑکیوں نے تو کوئی نوٹس نہ لیا تھا مگر وہ جیسے ہی میرے برابر سے گزر کر آگے نکلا تو اسے کے کپڑوں پر لگی محو کن برقیوں نے مجھے ضرور اپنی طرف راغب کیا۔ مجھے بھی نہیں بلکہ میرے دل کو بھی تو اسی لمحے کا انتظار تھا وہ تو آگے چلا گیا اور ہم بھی اپنے اپنے گھروں میں گھس گئیں مگر میری بے چینی اور گھبراہٹ میں اور بھی اضافہ ہو گیا میں نے تو اسے اس وقت دل میں جگہ دے دی تھی جو میری زندگی کی سب سے زیادہ کم عقلی تھی میں روز اس کے چہرے کو آنکھوں میں سجاتی اور دل ہی دل میں اس کی پوجا شروع کر دی وہ بھی روز کہیں نہ کہیں مجھے نظر آ ہی جاتا تھا جب بھی کہیں نزدیکی پر ہماری نظریں چار ہوتیں تو میں اپنی نظر کو جھکا دیتی؟

ایک دن میں کالج سے اکیلی واپس گھر آ رہی تھی کہ جیسے ہی کالج کا گیٹ نکلی تو وہ ایک کونے میں کھڑا تھا اور مجھے اس نے اپنا موبائل فون دیکھا یا اور میرے پیچھے پیچھے چل پڑا میں جیسے ہی گلی کا موڑ مڑی تو اس نے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے میرے قریب آ کر وہ موبائل مجھے

کھڑے کھڑے ہی مجھ سے دو منٹ کی ملاقات کر لو تو میں آپ کا احسان مندر رہوں گا کہ چلو اسی طرح آپ کا آنے سامنے دیدار تو ہو جائے گا ناں؟

دوسرے دن کالج سے چھٹی ہونے سے دس منٹ پہلے ہی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئی زوہیب میرا انتظار کر رہا تھا ہم ایک دوسرے کے آنے سامنے بیٹھ گئے لیکن زوہیب نے صرف منہ سے رکی سلام کیا اور ہاتھ تک نہ ملایا تھا دو چار باتیں کیں عہد و پیمان کیے اس نے مجھے ایک چھوٹا سا خوبصورت گفت دیا اور پھر ہم گھروں کو چلے گئے اسی طرح ہماری یہ پہلی اور چھوٹی سی ملاقات ختم ہو گئی میں نے گھر آکر خدا کا شکر کیا کہ میں ہر قسم کے ذر سے محفوظ رہی۔ اور پھر اسی طرح زوہیب کی کال آگئی کہ کسی کو پتہ چلا ہے کہ تم مجھ سے مل کر گئی ہو مریم میں اس لمحے کو زندگی بھر نہیں بھلا سکتا تم بہت اچھی ہو بہت ہی سندر ہو میرے پاس تو وہ الفاظ بھی نہیں جن سے میں آپ کی اچھائی کی یا آپ کے حسن نایاب کی تعریف کروں۔ میں زوہیب کے منہ سے چٹنی چڑی الفاظ سن کے خوشی سے پھولے نہیں سارہی تھی کہ کوئی اس قدر بھی مجھے پیار دے سکتا ہے لیکن شاید یہ میری سادہ لوحی کے بنا سب سے بڑی بھول تھی کہ انسانی ڈھانچے کے روپ میں بھی سانپ پھرتے ہیں جنہیں مجھ جیسی معصوم اور بھولی بھالی لڑکی نہیں سمجھ پاتی یہ شعر تو میں نے اکثر کتابوں میں پڑھا اور سنا تھا لیکن اسے جھوٹ ہی سمجھتی رہی کہ۔

سانپوں کو سپیروں نے یہ کہہ کر بند کر دیا ذبیہ میں کہ اب تو صرف انسان ہی کافی ہے انسان کو اڈسنے مختصر کہ اسی طرح دن گزرتے رہے ہماری کبھی نہ کبھی کہیں پارک یا کسی ریسورٹ میں

ملاقاتیں ہوتی رہیں لیکن زوہیب نے کبھی بھی مجھ سے ہاتھ تک نہ ملایا تھا اسی لیے مجھے اس پر پورا اعتماد ہو گیا کہ واقعی زوہیب میری روح سے پیار کرتا ہے اسی دوران میں نے بی اے کے ایگزام بھی دے دیئے تو ابونے میرے رشتے کیلئے بھی ہمارے ملتان میں رہنے والے تایا نیامت علی کو اعتماد دلایا کہ آپ کی بہو ہمارے پاس آپ کی امانت ہے بھائی زندگی کا کیا بھروسہ کب ساتھ چھوڑ جائے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنی دونوں بیٹیوں کا بوجھ سر سے اتار دوں؟ آپ اپنی امانت لے جائیں۔

جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں پریشان ہو گئی۔ رات زوہیب کی کال آئی تو میں نے پریشانی کے عالم میں بات کی زوہیب پلیز کچھ کر دو ورنہ جلد ہی مجھے کوئی اور لے جائے گا۔

زوہیب بولا میری جان تم بالکل پریشان مت ہو تم میری ہو اور صرف میری ہی رہو گی تمہیں مجھ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا میں صبح ہوتے ہی امی سے بات کرتا ہوں میں نے اپنے مکان کے سامنے ایک نیا گھر بنوایا ہے جواب بالکل ایک دو دن میں مکمل ہو جائے گا چند دن بعد چل کر دیکھنا وہ گھر صرف ہم دونوں کا ہی ہے اور ہم ہی اس میں رہیں گے میں بہت جلد تمہیں اپنی امی سے ملواتا ہوں اور پھر امی کو تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ تم آؤ گی ناں میری ماں سے ملنے کو۔

زوہیب کی اس طرح کی مسحور کن باتوں سے میں مطمئن ہو گئی اور اس کی ماں سے ملنے کو ہاں کر دی ٹھیک ایک ہفتہ بعد میں گھر سے بظاہر ہر کالج جانے کو نکلی تھی لیکن زوہیب کے ساتھ زوہیب کے کہنے پر اس کے گھر کو چل پڑی موبائل میرے پاس ہی تھا اور میں کچھ ہی دیر بعد زوہیب کے بتانے پر اس کے گھر پہنچ گئی اس کا

گھر واقعی بہت ہی خوبصورت اور شاندار تھا میں اس کے گھر کی شان و شوکت میں کھوئی ہوئی تھی کہ وہ مجھے ایک خوبصورت کمرے میں لے آیا اور مجھے بیڈ پر بیٹھنے کو کہا میرے سامنے ایک ٹیبل پر گلدان میں خوبصورت گلاب کے پھول زوہیب نے سجا رکھے تھے اور میرے بیٹھے ہی وہ بولا کہ مریم تم یہاں بیٹھو اور میں وہ سامنے والے گھر سے امی کو بلا کر لاتا ہوں یہ میرا نیا گھر ہے ناں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس میں رہائش کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے میں آپ کے یہاں قدم لگوانا ضروری سمجھتا تھا مریم آج یہاں آپ نے قدم رکھ کر میرا دل جیت لیا ہے میں آپکا ہمیشہ احسان مندر رہوں گا۔ نہیں زوہیب اس میں بھلا احسان والی کون سی بات ہے میں نے مسکراتے ہوئے کہا تو زوہیب نے کہا کہ مریم تم بیٹھو میں ماما کو بلا کے کچھ لوازمات کے ساتھ ابھی واپس آیا میں بیٹھی کچھ گھبراہٹ سی محسوس کرنے لگی ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہا ایک چھوٹا سا سات اٹھ سال کا بچہ ایک پیپی اور پلیٹ میں مٹھائی لے کر آیا اور میرے سامنے میز پر رکھتے ہوئے بولا کہ زوہیب انکل نے آپ کیلئے بھجوائی ہے اور وہ امی کے ساتھ ابھی آتے ہیں وہ چلا گیا تو کچھ ہی دیر بعد زوہیب اندر آیا مجھے یونہی بیٹھا دیکھ کر بولا کہ ارے جان آپ نے ابھی نہ بوتل پی ہے اور نہ مٹھائی کھائی ہے میری جان تم ابھی بھی ڈر رہی ہو کیا آپ کو ابھی تک مجھ پر بھروسہ نہیں ہے کیا میں آپ کو کبھی دھوکہ دے سکتا ہوں اس سے پہلے کہ مجھے موت آجائے میں اگر کچھ ایسا آپ کے بارے میں سوچوں بھی نہیں۔ نہیں میری جان ایسی تو کوئی بات نہیں میں چاہ رہی تھی کہ آپ آجائیں تو اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں ارے بگنی یہ آپ کیلئے ہے نہ میں نے کھانے کا بھی آڈر

دے دیا ہے دو پہر کا کھانا بھی اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گے چلو یہ لو میں آپ کی ناراضگی کیلئے یہ ایک برنی کی ٹکڑی کھا لیتا ہوں ویسے میں ابھی بوتل بھی پی کر آ رہا ہوں اور مٹھائی بھی کھائی ہے زوہیب نے کہا کہ امی سوئی ہوئی تھیں میں نے ابھی انہیں جگایا ہے بس کچھ ہی دیر میں وہ منہ ہاتھ دھو کر آ ہی جائیں گی آپ یہ پیپی اور مٹھائی لیں زوہیب نے پاس بیٹھ کر اشارہ کیا تو میں اس کے کہنے پر پیپی پینے لگی اور مٹھائی کی بھی ایک دو ٹکڑیاں اپنے کھلے سے نیچے اتار دیں پھر ہم کچھ باتیں کرنے لگے کچھ ہی دیر بعد اس پیپی کی بوتل میں ملی نیند آور ٹیبلٹ نے اپنا اثر تو دکھانا ہی تھا لیکن مجھے اس وقت نہ معلوم ہو سکا اور مجھ پر نیند کا خمار چھانے لگا میرا سر چکرانے لگا اور اسی لمحے زوہیب نے مجھے آگے بڑھ کر سہارا دیا اور مجھے بیڈ پر لٹا دیا اس کے بعد میرا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا لیکن جیسے ہی مجھے تھوڑا سا ہوش آیا تو میرے ہوش اڑ گئے تھے کیونکہ میرا سب کچھ تو برباد ہو چکا تھا میں لٹ چکی تھی میں برہنہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی میرے جسم پر جگہ جگہ دانتوں کے نشان لگے ہوئے تھے اور ہاتھ لگانے پر معلوم معلوم ہوا کہ میرے گلابی گلابی اور نرم و نازک ہونٹوں اور گالوں پر بھی دانتوں کے زخم لگے ہیں کمرے میں میرے سوا کوئی نہیں تھا میں نے اٹھ کر فوراً لباس پہنا اور اپنی بربادی پر دھاڑیں مار مار کے رونے لگی کہ اب والدین کو کیا منہ دکھاؤں گی جو یہ سنتے ہی مجھے زندہ درگور کر دیں گے میری امی اکثر کہتی تھیں کہ کنواری لڑکی سے حیا کی خوشبو آتی ہے لیکن میں تو اب بے حیا ہو چکی تھی مائے میرے ابو ہائے میں آپ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ ابھی میں یہی سوچ رہی تھی کہ وہ غیبی زوہیب شیطانی چہرہ پھر اندر آ گیا جس نے

مجھے برباد کیا تھا اندر آتے ہی بولا کہ یہ کھانا کھا لو میں نے کھانے کی پلیٹ دیوار پر پٹخ دی اور ہاتھ میں پکڑا موبائل اتنی شدت سے اس کے منہ پر دے مارا کہ شیطان کے چہرے پر موبائل پڑنے سے اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔

میں زور زور سے چلائی کہ کمینے، خبیث انسان، شیطانی بھیڑیے میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں میں نے میز پر پڑا تختے کا گلدان اس کے سر پر جڑ دیا جس پر اس نے اتنی زور سے مجھے دھکا دیا کہ میں دیوار کے ساتھ جا ٹکرائی کان کھول کے سن لے اب تجھے ہر روز وہی کرنا ہوگا جو میں چاہوں گا ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گا کہ تو زندگی بھر کبھی بھی نہ بھول پائے گی۔ ذلیل، کمینے گھٹیا میں تیری شکل بھی دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتی میں نے گرجتے اور سسکتے ہوئے کہا تو وہ شیطانی قہقہہ لگا کر بولا کہ اب تو تیرا باپ صوفی کریم بخش بھی آئے گا تمہاری کیا جرات کہ تو روزانہ نہ آئے میرے پاس؟

یہ دیکھ میرے ہاتھ میں کیا ہے اس نے ایک ویڈیو کیمرہ دکھاتے ہوئے کہا کہ اس میں وہ سب کچھ محفوظ ہو چکا ہے جو کچھ دیر پہلے میرے دو دوستوں اور میں نے تیرے ساتھ کیا ہے اگر کل صبح دس بجے تک تو اسی جگہ نہ آئی تو یہ میرے دو دوستوں اور میری فلم کل گیارہ بجے تمہارے باپ کے سپرد ہو جائے گی اور پھر اگلے انجام سے تو اچھی طرح واقف ہوگی کہ کیا ہوگا اس نے خباثت سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

میرے تو ہوش اڑ گئے میں لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر گر گئی وہ میرے نزدیک بیٹھ گیا کہ اب تو ہر روز یا دوسرے دن آنا ہوگا ورنہ تیسرے دن یہ فلم آپ کے ابو کے ہاتھ میں ہوگی کچھ نہیں ہو گا جو ہونا تھا ہو گیا ہے اگر تو نہ آئی تو میں وہی

کروں گا جو تو نے سنا ہے دیکھو زوہیب تمہیں خدا کا واسطہ تمہیں اپنی ماں کا واسطہ میرے حال پر رحم کھاؤ اور میرے ساتھ ایسا نہ کرو میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں لیکن اس کتے پر کوئی اثر نہ ہوا میرے گڑگڑانے کا اور غراتے ہوئے بولا کہ ضرور آنا اس کا تمہیں معاوضہ بھی ملا کرے گا میں نے اس کی بہت باتیں کیں بہت واسطے دیئے پر اس نے میری ایک نہ مانی اور پھر میں اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی ہوئی اس کمینے کے گھر سے نکل کر سیدھی ہو پھل پینچ گئی وہاں سے میڈیسن وغیرہ لے کر شام کو دیر سے گھر پہنچی گھر والوں کے پوچھنے پر میں نے اپنی دوست کے گھر کا بہانہ لگایا کہ اس کے ہاں پارٹی میں گئی تھی گھر والوں کی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد اپنے کمرے میں گئی اور کمرہ لاک کر کے اپنی بے بسی اور غلطی پر ساری رات آنسو بہاتی رہی دوسرے دن افسردہ چہرے کے ساتھ کالج گئی تو وہ ایسی پر وہ کمینہ پھر میرا راسخ روکے کھڑا تھا کہ آخری وارنگ دے رہا ہوں کہ کل دس بجے تک انتظار کروں گا اگر تو نہ آئی تو ٹھیک گیارہ بجے یہ کیمرہ آپ کے ابو کے پاس پہنچ جائے گا میں اس کی باتوں پر دھیان دیئے بغیر تیرے قدموں سے گھر آگئی اور اس کی بات کو ایک دھمکی سمجھ کر کوئی توجہ نہ دی تیسرے دن جب کان گئی تو وہ کمینہ پھر میرے راستے میں کھڑا تھا کہ نا تم دیکھ لو میرے کیے ہوئے وعدے میں صرف دو گھنٹے باقی ہیں اگر ٹھیک دس بجے تک تو اسی جگہ نہ آئی تو یہ کیمرہ گیارہ بجے تمہارے گھر دے آؤں گا۔

میں نے پھر بھی اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی کہ یہ کمینہ صرف مجھے ڈرانے دھمکانے کیلئے مجھے ہلکے میل کر رہا ہے میں کالج چلی گئی مگر کان میں آج مجھ پر انجانا سا خوف طاری رہا میرا دل

بے کل سا ہوا رہا تھا جیسے ابھی کچھ انہونا ہونے والا ہے کالج سے چھٹی ہوئی تو میں نے باہر ایک پی سی او سے اپنی پڑوسن کے نمبر پر کال کی کہ کیا صوفی کریم بخش سے بات ہو سکتی ہے؟ تو آگے سے مجھے جو جواب ملا وہ مجھے مار دینے کیلئے کافی تھا کہ؟

مختصر یہ کہ ان کی تو دو گھنٹے پہلے ڈیوٹی ہو چکی ہے کسی صدمے سے انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے تو وہ چل بے ہیں اور بھی شاید وہ کچھ اور بولتی مگر ریسپور میرے ہاتھ سے پیچھے گر پڑا۔ یہ الفاظ میرے اوپر بم بن کر گرے تھے کہ میں وہیں بے ہوش ہو گئی اپنے باپ کی موت کی ذمہ دار صرف میں ہی تھی ہائے میری ماں جس نے بھی دروازے سے باہر جھانکا تک نہ تھا مجھ پر قسمت پٹی نے آج باپ کو مار دیا ہے اپنا گھر اجازت دیا تھا اب تو میری ماں بھی زندہ نہ رہ سکے گی گھر میں تو مجھے کوئی گھنے نہ دے گا ہوش آنے کے بعد میں وہاں سے اٹھی اور یہ سوچتے ہوئے چل پڑی انجانا ہی منزل کی طرف کہ اس کمینے کی وجہ سے میری زندگی تو اندھیر بن گئی ہے اب کسی کو کیا منہ دکھاؤں گی کہ میری ہی وجہ سے میں اپنے شریف النفس باپ کا آخری دیدار بھی نہ کر سکی اپنے آپ کو کوستے ہوئے میں آج سے دو سال پہلے اسی مزار پر آن پہنچی ہوں کہ صبح شام کھانا تو مل جائے گا نا۔۔۔ اور ہر کسی کی آخ تھوہ سے بچ کر آج آپ کے سامنے ایک مسکین کی روپ دھارے ہوئے ہوں؟

مجھی بھائی یہ تھی میری آب بیتی جو میں نے اس لیے آپ کے گوش گزار کی ہے کہ آپ نے بتایا کہ آپ کسی رسالے میں لکھتے ہیں میں بھی یہاں بیٹھتے ہوئے کبھی بہنوں سے التجا کرتی ہوں کہ پلیز پلیز اپنی بیٹیوں کو موبائل فون سے دور

رکھیں کہ یہ جدید دور کا ایک فتنہ ہے جس نے ہم لیتے ہی نہ جانے مجھ جیسے کتنے گھرتاہ کر دیئے ہیں اور کتنی ہی باعصمت بیٹیوں کو حیا باختہ کر دیا ہے۔ مریم باجی آنسو بہانے لگی اپنی بے بسی پر اور میں حسرت بھری نگاہ سے اسے دیکھ جا رہا تھا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں کہ اسے دلا سہ دے سکوں جن سے مریم باجی کو تسلی مل سکے؟ جسے اب صرف پچھتاوہ ہی ہے زندگی بھر کا۔ آپ سب کی قیمتی آراء کا منتظر ناچیز۔



تیرا ساتھ چاہیے

دشمن ہونا تو کوئی ذر نہیں

بس تیرا ساتھ چاہیے

دوری ہو مشکل تو ڈر کوئی نہیں

بس تیرا ساتھ چاہیے

چاہے جو کر لے یہ دنیا

مجھے بس تیرا ساتھ چاہیے

دشمن ہوتا ہے زمانہ تو ہونے دو

جلتی ہے دنیا تو جلنے دو

جو سزا ملے پیار کی

مجھے قبول ہے اے میرے یار

مجھے ہر مشکل سے لڑانے کے لیے

بس تیرا ساتھ چاہیے

(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

اشعار

زندہ ہیں تو پوچھنے بھی نہیں آتے حالات

مر جائیں تو کیوں پھر روتے ہیں وہ انسان

(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

عورت کوئی کھیل نہیں

✑ تحریر: ذوالفقار علی سانول، کتوال، منڈی بہاؤ الدین

میری ساس نے ڈاکٹر کو بلایا جس نے میرا چیک اپ کیا اور کھا مبارک ہو فریال ماں بننے والی ہے میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا میں نے نوافل ادا کیے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور خوشی کے مارے اپنے کمرے میں لیٹ گئی کہ میرا محمود اٹے گا اسے خوشخبری سنائیں گی رات محمود بھی اگیا اور جوں ہی کمرے میں داخل ہوا میں اپنے محمود کے ساتھ لیٹ گئی محمود اپ باپ بننے والے ہیں محمود نے تھپڑ میرے منہ پر دے مارا کمینی وہ فاخر کون ہے تمہارے پیٹ میں پلنے والا بچہ اس کا ہے میں روتی رہی اور کھا فاخر میرا کلاس فیلو تھا میرا بھائی تھا افسوس کہ میں نے پہلی رات آپ کو ثبوت دے دیا تھا کہ مجھے چھونے والے صرف تم ہو اور اس کے باوجود آپ مجھ پر شک کر رہے ہو لیکن محمود کیا تمام گھر والے اس کے بھڑک اٹھے اور رات مجھے گھر سے نکال دیا روتی چلاتی رہی لیکن میری کسی نے نہ سنی میں رات ہمسائیوں کے گھر رہی اور صبح میکے چلی گئی سارا ماجرا گھر والوں کو سنایا اور گلے لگ کر امی ابو کے روتی رہی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

آج جنوری 2013ء کی تاریخ ہے میں نے کافی کہانیاں لکھیں جو کہ باری آنے پر میری شائع ہوئیں مگر اس دھکوں بھری عورت کی داستان نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا اور میں اس کی داستان سن کر پوری رات سکھ اور سکوان کی نیند نہ سو سکا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ دنیا کیا ہے جس کو سکون ملا وہ خوش ہی خوش اور جسے دکھ ملے اور ملتے رہے اور اس انسان نے بھی تو اس دنیا میں جینا ہے بہر حال قارئین فریال کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں

میرا نام فریال ہے میں اپنے تمام بہن بھائیوں سے بڑی ہوں شائع منڈی بہاؤ الدین میں میری پیدائش ہوئی میرے ابو ایک سرکاری ملازم تھے ہمارے گھر کی گزر بسر اچھی ہو رہی تھی اور بچپن میں ہی مجھے سکول داخل کروا دیا گیا حتیٰ کہ میں پرائمری پاس کر کے ایک پرائیویٹ سکول میں داخل ہو گئی ہم کچھ لڑکیاں اور کچھ لڑکے پڑھتے تھے میں اپنی کلاس میں ہونہار لڑکی تھی سارا دن پڑھائی کرنی اور ہنسنا کھیلنا ہمارا معمول تھا ایک دوسرے کو شعر و شاعری سناتی اور بچہ نے بھی ہم سے بہت پیار کیا مجال ہے کوئی لڑکا ہم کو تنگ کرے کیوں کہ ہم سارا گروپ اکٹھے سکول جاتے اور تفریح ناٹم مل کر کھانا کھاتے واہ رے قسمت تو کہاں سے کہاں لے آئی۔

میرا نام فریال ہے میں اپنے تمام بہن بھائیوں سے بڑی ہوں شائع منڈی بہاؤ الدین میں میری



عورت کوئی کھیل نہیں

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

146

عورت کوئی کھیل نہیں

مئی 2013ء

147

جواب عرض ڈائجسٹ

مطلب یہ آج کل کی فرضی عشق معشوق کوئی کبھی ایسا سوچا تک نہ تھا کوئی ہماری کلاس کا لڑکا یا لڑکی سکول نہ آتا تو ہم پورا گروپ اس کی خبر گیری کیلئے چلے جاتے اگر کوئی طالب یا طالب علم بیمار ہو جاتا تو ہم اس کی پوری طرح عیادت کرتے سنانے کہتے ہیں گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا اور انسان اپنے بیٹے لئے بھی نہیں بھول سکتا اور نہ ہی کوئی اپنا دکھ بھول سکتا ہے پروین اور نادیا میری بہترین کلاس فیلو تھیں اور فاخر بہت ہی لائق ستودہ تھیں تھا جو ہمارے گئے بھائیوں کی طرح تھا کاش وہ بچپن کے دن لوٹ آتے آج تو دکھوں اور غموں نے اتنا گھیر رکھا ہے کہ ہر چیز بے رونق سی لگتی ہے ایسے لگتا ہے جیسے درخت بھی بہت پریشان ہیں پرندے پریشان ہیں جانور پریشان ہیں لیکن جانور تو پھر بھی ایک جگہ جرتے ہیں اور انسان تو انسان کو زہریلے سانپ سے زیادہ ڈرتا ہے سانپ کے ڈسنے کی تو دوا مل جاتی ہے لیکن انسان کے ڈسنے کی کوئی دوا نہیں ملتی ایک موت ہی ہے جو سارے غم بھلا دے کاش ہم ایک دوسرے کو کچھ کہیں کاش ہم میں یہ بغض کینہ حسد ختم ہو جائے آج ہر کوئی پریشان ہے اگر کوئی پریشان ہے تو کوئی اس کی پریشانی کو نہیں سمجھتا اگر کوئی امید ہے تو وہ بھی پریشان ہے کیوں یہ کیوں ہو رہا ہے کیوں کہ ہمارے اندر ایک دوسرے کیلئے محبت ختم ہوتی جا رہی ہے کاش ہم صرف یہ سوچ لیں گے کہ ہم ایک گندے فطرے سے پیدا ہوئے ہیں اور سب آدم جو ابی اولاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ میری عدالت میں وہی اچھا ہے جس کے اعمال اچھے ہیں کوئی گورا ہو یا کالا سب میرے اس خدا کی خلق ہے ہم ایک غریب کو حقیر سمجھتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ سب نے ایک دن اس دنیا فانی سے کوچ کر جانا ہے صرف میرے اس خدا کا نام رہ جانا ہے بحر حال اصل کہانی کی طرف آتی ہوں میں میزک کا آخری پیروں سے کر

گھر آئی تو ہمارے گھر میں کچھ عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے جن کو میں نے سلام کیا اور یونیفارم تبدیل کر کے کچن میں آگئی اسی سے پوچھا امی یہ کون لوگ ہیں پہلے ان کو میں نے بھی نہیں دیکھا امی نے کہا بیٹا آپ کھانا کھاؤ سب بتانی ہوں مہمانوں کیلئے اندر کھانا لگایا گیا مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا جب مہمان کھانے سے فارغ ہوئے تو امی مجھے اندر کمرے میں لے گئی عورتوں نے کہا ماشاء اللہ فریال بیٹی بہت پیاری ہے اور ساتھ دو ادھیڑ عمر آدمی تھے اور ایک جوان لڑکا جو مجھے بڑی غور سے دیکھ رہا تھا میں پریشانی کی حالت میں نظر میں جھکائے پیکی رسی اور امی نے مجھے دوبارہ باہر بھیج دیا اور میں اپنی بہنوں کے پاس کچن میں بیٹھ گئی مجھے دیکھ کر میری چھوٹی بہنیں مسکرانے لگیں میں نے پوچھا خیر تو ہے یہ کیا ماجرا ہے اتنے میں مہمان کچن میں داخل ہوئے ان سب نے مجھے پیسے دیئے اور پیار دیا اور اس لڑکے نے مجھے زبانی سلام دیا اور مسکراتے ہوئے سب چلے گئے امی نے مجھے کہا کہ بیٹی ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ آپ کو دیکھنے آئے تھے میں نے جب یہ بات سنی تو میرے ہوش اڑ گئے امی اتنی بھی کیا جلدی ہے میں نے ابھی پڑھنا ہے پلیز میرے ساتھ ظلم مت کریں ابو امی مجھے سمجھانے لگ گئے کہ بیٹی تم سب سے بڑی ہو آپ کی شادی تو کرنی ہے میں اٹھ کر کمرے میں چلی گئی اور پریشانی کی حالت میں سو گئی رات 9 بجے مجھے امی نے جگایا کہ بیٹی کھانا کھا لو بیٹی امی مجھے بھوک لگی ہے پلیز ابھی میری شادی مت کریں لیکن والدین کی خدمت تھی۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی کہ ہمیں فریال پسند ہے آپ کل ہمارے بیٹے کو دیکھنے آجائیں ابو نے حامی بھرنی میری ساری رات رو کے گزری سب گھر والے چلے گئے صبح میں نے نادیا اور پروین کو گھر بلا کر سمجھایا کہ پلیز میرے والدین کو سمجھاؤ انہوں نے مجھے

دلا سہ دیا کہ ہم خالہ خالو سے بات کریں گی پلیز فریال آپ رومٹ سے پہر گھر والے واپس آ گئے اور میرے رشتے کی بات کئی کر کے آگئے مشرقی لڑکی تھی حامی بھرنی بڑی کیا کر سکتی تھی دوسرے روز ہی میرے لیے جہیز کی تیاریاں شروع کر دی گئیں میری بہنیں رات میرے منگیتری کی تعریفیں کرنا شروع کر دیتیں اور مجھے ستانا شروع کر دیا میں نے اللہ کے حضور دعا کہ اسے اللہ مجھے پیار کرنے والا خاوند بنائیں اپنی فریڈ ز اور کلاس کو بہت مس کروں گی پتہ نہیں میں نیو لائف میں کیسے رہ پاؤں گی۔

کچھ دن بعد دو عورتیں اور ایک مرد مطلب میرا سر ساس اور نند ہمارے گھر آ گئے اور امی ابو سے کچھ بات کی پہلے تو امی ابو کچھ پریشان ہو گئے مگر مجھے کچھ نہ بتایا گیا اور دونوں فریقین نے باہمی رضامندی سے میری شادی کے دن مقرر کر دیئے اور قریباً بیس دن کے بعد ہمارے گھر بارات آگئی میں نے پیچا اور کلاس کو دعوت پر بلایا اور خستہ کے وقت میں اپنی فریڈز اور بہنوں سے نہ چاہتے ہوئے جدا ہو گئی رات جب میرا خاوند میرے پاس آیا تو مجھے سلام دیا بہت خوبصورت تھا اور میں نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں میرے خاوند کا نام محمود تھا لیکن میں دیکھ کر دوسوے میں پڑ گئی کہ یہ تو وہ لڑکا تھا جو پہلے دن مجھے دیکھنے آیا تھا شاید محمود نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور کہنے لگا فریال تم کتنی خوبصورت ہو اصل میں میرے بڑے بھائی کیلئے رشتہ مانگا گیا تھا لیکن میں نے اس روز بھائی کیلئے رشتہ مانگا تھا لیکن میں نے اس روز جب آپ کو دیکھا تو میں نے گھر میں لڑائی شروع کر دی جس وجہ سے مجھے آپ کا رشتہ ٹل گیا لیکن میں آپ کو ساری عمر خوش رکھوں گا۔

میرے سر سال والوں کی اسی روز 2 باراتیں ایک ہمارے گھر اور دوسری کسی دیگر جگہ پر کی گئی میں یہ بات سن کر حیران ہو گئی محمود باہر کسی کام کیلئے نکل گیا میں پریشان ہو گئی کہ یہ کیسا پیار ہے ایک بھائی کا رشتہ

لڑائی کر کے خود محمود نے لے لیا لیکن میں مجازی خدا مان کر خاموش ہو گئی کیونکہ میں نے نہ محمود اور نہ اس کے بھائی اختر کو پہلے دیکھا صرف محمود کو ہی دیکھا تھا بس صبر شکر کر لیا اور محمود جب کمرے میں دوبارہ داخل ہوا تو محمود نے میرا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کہا کہ فریال مجھے قسم دو کہ تم نے زندگی بھر کسی سے پیار نہیں کیا میں نے بلا جھجک قسم کھائی کیوں کہ میرے دل میں کوئی چور نہ تھا لیکن اس بات سے حیران اور پریشان ضرور ہوئی کہ محمود کو ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا اور دوسرا سوال مزید حیران کن محمود نے کر دیا کہ آج کل کے دور میں کوئی لڑکا لڑکی پیار سے خالی نہیں فریال سچ بتا دو مجھے تو پہلے سے دوستوں اور گھر والوں کی جدائی سے بہت رونا آ رہا تھا النامحود کے عجیب سوالوں نے مجھے پریشان کر دیا میں نے کہا محمود صاحب میں نے آپ کو قسم دے دی ہے اور مزید میں آپ کی بیوی ہوں خود آپ کو پتہ چل جائے گا میں نے کسی غیر محرم کو نہ زندگی میں لائی ہوں اور نہ میں نے کوئی ایسی حرکت کی ہے میرا پیار میرا سب کچھ آج سے تم ہو۔

اگلی صبح محمود کا بھائی مجھے ملا جس نے میرے سر پر بھائی بن کے پیار دیا اور میری نند نے مجھے بتایا کہ اصل میں اختر بھائی کیلئے منتخب کیا گیا لیکن محمود کی ضد مان گیا اور بڑے بھائی کی دوسری جگہ شادی کر دی لیکن اختر کتنا اچھا آدمی ہے جس نے اپنے بھائی کیلئے قربانی دی خیر ہماری گزر بسر اچھی ہونے لگی محمود بھی مجھے پیار دینے لگا ایک سال بعد اختر کو اللہ نے بیٹی دی لیکن میرے آگن میں کوئی ایسی امید نہ بن سکی اسی طرح دو سال کا عرصہ گزر گیا میں بہت پریشان رہنے لگی اور محمود نے بھی اپنے رنگ دکھانے شروع کر دیئے کہ اچھا تھا اختر کی شادی آپ سے ہو جاتی کوئی بچہ پنی پیدا نہیں ہو رہے میں رو پڑی اور کہا میری جان یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں نہ اس میں آپ کا اور نہ میرا قصور ہے محمود مجھ سے لڑائی کر جاتا میں بس گزر

بسر کر جاتی اور اگر محمود کہیں چلا جاتا میں ساری رات محمود کی جدائی میں روتی کیوں کہ میرا پہلا پیار ہی محمود تھا میں اپنے شوہر کی نانکس دہائی تھی کہ ہر ممکن خدمت میں رہتی کچھ دنوں کیلئے محمود کی کام کی غرض سے لاہور چلا گیا میں اتنی روتی کہ میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا مجھے سب تسلیاں دیتے فریال پاگل مت بنو آجائے گا مجھے بخار ہو گیا اور میرا سر چکرانے لگا میری ساس نے ڈاکٹر کو بلایا جس نے میرا چیک اپ کیا اور کہا مبارک ہو فریال ماں بننے والی ہے میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا میں نے نوافل ادا کیے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور خوشی کے مارے اپنے کمرے میں لیٹ گئی کہ میرا محمود آئے گا اسے خوشخبری سناؤں گی رات محمود بھی آ گیا اور جوں ہی کمرے میں داخل ہوا میں اپنے محمود کے ساتھ لیٹ گئی محمود آپ باپ بننے والے ہیں محمود نے پتھر میرے منہ پر دے مارا کہی وہ فاخر کون ہے تمہارے پیٹ میں پلنے والا بچہ اس کا ہے میں روتی رہی اور کہا فاخر میرا کلاس فیلو تھا میرا بھائی تھا افسوس کہ میں نے پہلی رات آپ کو ثبوت دے دیا تھا کہ مجھے چھوٹنے والے صرف تم ہو اور اس کے باوجود آپ مجھ پر شک کر رہے ہو لیکن محمود کیا تمام گھر والے اس کے بھڑک اٹھے اور رات مجھے گھر سے نکال دیا روتی چلائی رہی لیکن میری کسی نے نہ سنی میں رات ہمسائیوں کے گھر رہی اور صبح میکے چلی گئی سارا ماجرا گھر والوں کو سنایا اور گلے لگ کر اسی ابو کے روتی رہی جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا میری فرینڈز نے مجھے کہا فریال اگر وہ اچھا انسان ہوتا تو اپنے بھائی کی منگیت سے کیوں شادی کرتا ادھر میرے کلاس فیلو بھائی فاخر کو میں نے بلایا اس نے کہا فریال آپ کے شوہر نے مجھ سے بات کی مجھے بہت غصہ آیا اور اس نے مجھ سے قسم بھی لی پتہ نہیں اس کا داغ کس نے خراب کیا میں نے تو تمہاری وجہ سے اسے چھوڑ دیا ورنہ اس کو سبق سکھا دیتا۔

بہر حال عرصہ ایک سال کے اندر ہی مجھے اللہ نے چاند سا بیٹا دیا اور میں محمود کی یادوں کے سہارے زندہ رہی اور روتی رہی اسے پتہ بھی چلا کہ میرا بیٹا پیدا ہوا لیکن محمود اس سے مس نہ ہوا اور دو سال کا عرصہ گزر گیا میں گھر سے باہر تک نہ نکلی اپنے بیٹے اور محمود کی یادوں کا سہارا لیے گزارتی رہی اور مجھے اچانک سوچ آگئی آہستہ آہستہ میں محمود کو بھلانے کی کوشش کرنے لگی اور مجھے محمود سے نفرت ہونے لگی ایک دن میں امی کے ساتھ بازار گئی منیاری والی دوکان سے کچھ چیزیں لینی تھیں وہاں دکاندار ساجد کو جب میں نے دیکھا تو مجھے وہ کچھ اچھا لگا لیکن اس نے مجھے میلی نظر تک نہ دیکھا میں دو تین دفعہ بہانے سے گئی لیکن وہ ہر لڑکی کو نظریں جھکا کر چیزیں دیتا اور مجھے اس کی یہ عادت بہت پسند آئی میں نے بہانے سے ساجد کا نمبر لے لیا اور گھر جا کر رات کو میسج کیے تو ساجد نے مجھے کال کر دی میں نے کوئی اور نام بتا کر کہا آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں ساجد نے کہا میری منگنی ہو چکی ہے اور شادی ہونے والی ہے میں یہ کام نہیں کر سکتا اور سو رہی کہہ کر فون بند کر دیا۔

مجھے بھی ساجد سے کوئی پیار نہ تھا بس محمود بے وفا کی یاد بھلانے کیلئے سہارا بنانے کی کوشش کی اور دوسرے روز میں ساجد کی دکان پر چلی گئی ساجد ایک فلمی ہیر کی طرح لگ رہا تھا جس نے بہت خوبصورت بلیک کلر کے کپڑے پہن رکھے تھے اور ساجد کی آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں میں نے کہا ساجد میں فریال نے ہی آپ کو میسج کئے تھے اور خود رو پڑی محمود نے کہا فریال آپ بہت دھبی ہو لیکن ایک شرط پر دوستی کرنی ہے میں نے کہا جی مجھے ہر شرط منظور ہے وہ یہ کہ دوستی صرف رھنی ہے میری فریال آپ سے شادی نہیں ہو سکتی ہماری دوستی کی شروعات ہو گئیں رات 10 بجے ساجد دکان بند کرتا اور ہم تقریباً 2 گھنٹے کال یا میسج پر بات کر کے ہماری دوستی محبت میں بدل گئی ہم دن رات

رابطہ کرتے اور ایک دوسرے کو حد سے زیادہ پیار کرنے لگے اور ساجد نے مجھ پر بہت احسان کیے۔ کاش ساجد جیسا مجھے پیار کرنے والا کوئی مل جاتا اور میرا شوہر ہوتا ساجد نے مجھے بہت حوصلہ دیا اور اپنی دوستی کی مثال قائم کر دی میں نے ایک دن ساجد سے کہا ساجد آپ مجھ سے شادی کر لو ساجد کہنے لگا فریال آپ مجھے بہت پیاری لگتی ہو لیکن پہلے دن حقیقت بتا دی تھی کہ میری منگنی ہو چکی ہے اگر آج میری منگنی ٹوٹ گئی تو سارا خاندان جدا ہو جائے گا میں ساجد کی زندگی میں آنے سے محمود کو بھول گئی ہم دونوں کھانا کھانے، لباس تنک ایک دوسرے کی پسند کا خیال رکھتے میری جان کو بلیو سرخ بلیک کلر بہت پسند تھے ایک دن مجھے ساجد نے کہا فریال تم محمود پر دعویٰ کر دو خرچے اور طلاق کا شاید مان جائے میں نے کہا میری جان میں آپ کے سہارے زندگی گزار لوں گی لیکن ساجد نے کہا کہ میری جان میرا پیار آپ کے ساتھ رہے گا پلیز مان جاؤ میں نے دعویٰ دائر کر دیا محمود جب کورٹ میں آیا تو ہماری مصالحت ہوئی ساجد نے کہا کہ پلیز محمود سے راضی ہو جانا جب عدالت کی طرف سے ٹائم دیا گیا تو محمود نے کہا کہ مجھے اس بچے کی فکر ہے یہ میرا خون ہے فریال آپ کی مجھے پرواہ نہیں ہے اس بات پر مجھے غصہ آ گیا اور ساجد بھی یہ سن کر نظریں جھکا لیں میں نے طلاق لے لی اور واپس گھر آگئی عدت کے بعد میرے والدین نے پھر شادی کا کہا میں نے انکار کر دیا اور ساجد نے مجھے کہا فریال آپ جوان ہو پلیز لوگ آپ پر انگلیاں اٹھا میں غصے پلیز ماں باپ کی بات مان لو مجھے ساجد سے بہت پیار تھا مجھے پیار کا واسطہ دیا اور مجھے شادی کیلئے مجبور کر دیا میری جان کی باتیں مجھے بہت پسند تھیں کہتا فریال میری جان آپ کا بچہ چھوٹا ہے اور تم جوان ہو تم جہاں نکلیں لوگ انگلیاں اٹھا میں غصے آخر کار میری دوسری جگہ شادی کر دی گئی حنا والی رات

میں اردو ساجد بہت روئے لیکن مجھے اپنی جان پر کوئی شکوہ نہ تھا میری شادی کر دی گئی۔ دوسری جگہ پر میں اپنے ساجد کیلئے بہت روتی لیکن میری قسمت بہت بری تھی میرے شوہر نے مجھے سامان، جہیز کے طعنے دے شروع کر دیے اور کہتا کہ تم محمود کیلئے روتی ہو مجھے مارتا بیٹھاتا اور ایک دن میرے معصوم بچے کو بہت مارا میں ناراض ہو کر میکے آگئی لیکن میرے والدین نے بھی میرا ساتھ نہ دیا اور میرا دوسرا شوہر شراب پیتا اور مجھے تشدد کرتا میں نے زہری گولیاں کھانے کا فیصلہ کر لیا لیکن میں نے اپنے بچے کی خاطر اور ساجد کے پیار کی خاطر سب خدا پر چھوڑ دیا اور اپنی ایک سہیلی کے پاس لاہور چلی گئی گھر والوں سے میرا رابطہ نہ ہے اور ساجد میرا ایک اچھا دوست ہے جو مجھے حوصلہ دیتا ہے میں بد قسمت ہوں اب دوسرے شوہر کے ظلم و ستم کی وجہ سے میں نے طلاق کا دعویٰ دائر کر دیا ہے اور اب محمود فون پر روتا ہے کہتا ہے پلیز واپس آ جاؤ میں عدت کے بعد شادی کر لوں گا میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں میں ہی غلط تھا اب اگر میرا دوسرا شوہر مجھ سے ٹھیک تعاون کرتا تو میں یہ بھی حرکت نہ کرتی میں بہت بے کس اور مجبور ہوں مرد حضرات سے مجھے شدید نفرت ہو چکی ہے میں ساجد کے نام زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ قارئین یہ بھی فریال کی زندگی کی سنو سوری ساجد اور فریال دونوں پریشان ہیں ادھر فریال کے گھر والے فریال کو فون کرتے ہیں کہ واپس لوٹ آؤ ہم کچھ نہیں کہتے ادھر محمود اب فریال کی منت کر رہا ہے ایک عورت کو کیوں تنگ کیا جاتا ہے اس کا کیا تصور ہے قارئین سے گزارش ہے کہ اب وہ فیصلہ کر کے بذریعہ خطوط بتائیں کہ فریال کو کیا کرنا چاہیے یا محمود سے دوبارہ رابطہ کرے کیوں کہ ساجد اور فریال کی شادی ہو نہیں سکتی ضرور آگاہ کریں۔



حسرت رہ گئی دلدار کی

✍ تحریر: ایم ارشد وفا، گوجرانوالہ

کاش انعم تم جان سکتی کہ مانی نے آج تک کبھی کسی سے پیار نہیں کیا تم واحد لڑکی ہو جس نے میرے دل کا چین رات کی نیند حرام کر دی ہے میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا مگر اس نے کوئی بات نہ کی البتہ اتنا ضرور کھا کہ میں اس وقت کچھ بھی نہیں کھہ سکتی مگر مجھ کو کیا پتہ کہ اس وقت کیا ہونے والے ہے یہ تو دوسرے دن میرے خیال سے جمعہ کا دن تھا سکول سے واپسی پر تین چار موٹر سائیکل پر لڑکے ائے اور کھا کہ جناب پیار کرنے کا بہت شوق ہے پھر مجھ کو کچھ پتہ نہ چلا کہ میں کھان ہوں جب مجھ کو ہوش آیا تو خود کو ہسپتال کے بیڈ پر پایا اور میرے پاس میرے گھر والوں کے سوا دوست اور چند استاد اکرام کھڑے تھے جو کہ مجھ کو ہوش میں دیکھنے کے بعد بہت خوش ہوئے اور کھا کہ تم کو پورے ہفتے بعد ہوش آیا ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

قارئین کرام اب میں ایک اور کہانی لے کر حاضر ہوں جو کہ ایک ایسے لڑکے کی ہے جو کہ اس وقت صرف اور صرف اپنے محبوب کی یادوں کے سہارے زندہ ہے اور آج بھی اپنے پیار کو پانے کی تمنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ میرا پیار ہے میں اس سے اتنا ہی پیار کرتا تھا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جتنا ایک پھول کو اپنی خوشبو سے ہے انسان کو اپنی سانسوں سے اور ایک پردیسی کو اپنے دیس سے اور ایک ماں کو اپنے بیٹوں اور بچوں سے ہوتا ہے اس کہانی نے نہ صرف مجھ کو حیران کر دیا بلکہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ واقعہ ہی

جواب عرض ڈائجسٹ

152 مئی 2013ء

حسرت رہ گئی دلدار کی



جواب عرض ڈائجسٹ

153 مئی 2013ء

حسرت رہ گئی دلدار کی

کس طرح برباد کیا میرے دوست کی زبانی اس کی کہانی سنتے ہیں۔

ارشاد وفا میرا نام محمد عمران ہے جبکہ سب مجھ کو پیار سے مانی کہتے ہیں میں اپنے والدین کا اکلوتا اور تین بہنوں کا اکیلا بھائی ہوں اور آپ کو پتہ ہے کہ ہم لوگوں کو کسی چیز کی نہیں اپنی گاڑی اپنا گھر اور وہ بھی خوبصورت اللہ پاک نے مجھ کو حسن سے بہت نوازا ہے جبکہ میرے والدین نے کہا کہ بیٹا غور نہیں کرنا اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرنا اور ہر کسی سے پیار اور محبت سے پیش آنا یہی وجہ تھی کہ میں نرم اور حساس طبیعت کا مالک تھا اور دین اسلام کا پابند بھی نماز پڑھنا زندگی کا ایک اہم جز چن چکا تھا یہ اس وقت کی بات تھی جس وقت میں نہم کلاس کا طالب علم تھا اور پیار محبت سے دور رہنا چاہتا تھا کیونکہ میری خواہش تھی کہ میں پڑھ لکھ کر ایک بڑا آفیسر یا آری جوائن کروں گا مگر افسوس کہ میں اس وقت خود کو پہچان نہیں سکتا ایک دن سکول سے جلدی چھٹی ہوئی میں اور میرے دوست جلد از جلد سکول سے باہر نکل کر گھر جانا چاہتے تھے کیونکہ لڑکیوں کو بھی سکول سے چھٹی ہو چکی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں لڑکیوں کے درمیان سے گزر کر جاؤں اسی لیے میں جلدی جلدی گھر جانے والے راستے پر سوار ہو گیا مگر یہ کیا اب گل میں رش اور وہ بھی سکول اور کالج کی لڑکیوں کا میں نے آگے کی طرف دیکھا تو میرے دوست کھڑے تھے میں نے آواز دے کر پوچھا کہ آگے چلو کیوں چھوٹی سی لگی میں میڈل لگا رکھا ہے تو آگے سے آواز آئی کہ خود ہی آگے آ کر دیکھ لو میں بڑی مشکل سے آگے گیا آگے جا کر دیکھا تو چند قدم پیچھے چلا گیا کیونکہ وہاں ایک بڑے منہ والا کتا بیٹھا ہوا تھا بس اسی وجہ سے میں ڈر گیا اور میرے دوست

مسکرانا شروع ہو گئے اور کہنے لگے کہ مانی صاحب اب آپ آگے گزر جائیں ہماری خیریت میں نے حوصلہ باندھا اور کتے کے پاس چلا گیا اور جوتا اتار کر اس کی پیٹھ پر مارا اور ساتھ میں یہ الفاظ کہے کہ ہر روز تمہاری بچہ کبھی ہے کہ سکول سے بھاگ جاتا ہے میری بات سن کر سب کے سب اونچی آواز میں ہنسا شروع ہو گئے اور کتا وہاں سے بھاگ گیا اور ہم سب مسکراتے ہوئے چلنے لگے میرے دوست کہنے لگے کہ بھائی ویسے تم کافی ماہر ہو میں نے پوچھا کس چیز کے تو پیچھے سے آواز آئی کتوں کو سکول کا راستہ بتانے میں اس بات میں نہ صرف میں بلکہ میرے سب دوست حیران ہو گئے جب پیچھے کی جانب دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اور ایسا لگا کہ میں انہی ابھی بے ہوش ہو جاؤں گا مگر خود پر قابو رکھا وہاں ایک لڑکی بلکہ لڑکی کہنا تو تو بہن ہوگی وہ ایک پری تھی جس کو دیکھنے کے بعد دل نے دھڑکنے سے انکار کر دیا اس نے نقاب کیا ہوا تھا جبکہ آنکھوں سے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اسی وقت میرے ذہن میں ایک شعر آیا۔

ذوب جاؤں ان کی آنکھوں میں وفا بڑا ہی گہرا سمندر ہے خود کشی کیلئے تو وہ کہنے لگی کہ بہت شری ہو تم بس وہ الفاظ ہیں جو وفا بھائی آج تک میرے کانوں میں ہر وقت گونجتے رہتے ہیں کہ بہت شری ہو تم بہت شری ہو تم اسی آواز کا میں دیوانہ ہوں کیونکہ میں نے آج تک اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اتنی بات بتاتے ہوئے اس نے رونا شروع کر دیا اور میں نے اس کو رونے دیا کہ شاید اس رونے سے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے چپ ہوا تو اس نے ایک شعر اور سنایا۔

وہ تو اور ہیں جو تیرے دیدار کو ترستے ہیں

ہم وہ ہیں صنم جو تیری آواز سن کر تیرے دیوانے ہوئے دوسرے دن رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا میں نے سحری کھائی نماز پڑھی اور اپنے سوئے رب سے دعا کی کہ یا اللہ مجھ کو میرا پیار دے دے میں خود حیران ہو رہا تھا کہ پیار سے دور بھاگ جانے والا آج خود اپنے رب سے اپنے لیے اس لڑکی کو مانگ رہا تھا جس کا کوئی پتہ وغیرہ نہیں خیر دعا مانگ کر ولی سکون ہوا اور گھر آ کر سکول کا کام کیا اور سکول جانے کی تیاری شروع کر دی اور سکول کی طرف چل پڑا یہ دیکھ کر میں حیران ہوا کہ میری دعا اتنی جلدی قبول ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ سکول کی طرف جا رہی تھی میں ان کے قریب چلا گیا اور ان کی باتیں سننے لگا کیونکہ میں ان کے پیچھے تھا اور وہ میرے کل والے کارنا سے کی باتیں کر رہی تھی اسی وقت مجھ کو پتہ چلا کہ میری جان کا نام انم ہے اس وقت میں بہت خوش ہوا میں سیدھا سکول گیا اور پینٹی ہونے کا انتظار کرنے لگا چھٹی ہوئی اور جن کو پتہ تھا وہ تو کہہ رہی تھی کہ بتائے اب اس کے سکول سے کوئی پیغام آیا ہے کہ نہیں میں مسکراتا ہوا وہاں سے گزر رہا تھا اتنی دیر میں وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ آتی ہوئی نظر آئی وہ میرے پاس آئی تو خود بخود میرے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے کہ آج ان کو دیکھو جیسے چاند زمین پر آیا ہو آپ کے آنے سے میری دل کو جتنی خوشی ہوئی اتنی شاید مجھ کو پوری زندگی خوشی نہ ہوگی۔ تو وہ کہنے لگی اے اوہ مجنوں اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو کہیں یہ نہ ہو کہ ہمارے اس پیار کے پیچھے تم اپنی زندگی تباہ کر لو۔

کیونکہ میں تم سے اب کبھی بات نہیں کروں گی اور اگر اب کے بعد میرے بارے میں اس طرح کہا تو اچھا نہ ہوگا میں نے اس کی پرواہ نہ کی

اور ہر وقت اس کے بارے میں سوچتا رہتا تو ہر وقت نقاب میں رہتی تھی مگر اسکی آنکھیں تو ایسی تھیں جیسے ابھی ان میں میرے لیے پیار ہو مگر شاید وہ میرے خیال میں بھی نہ ہو جو کام اس نے کیا ایک دن سکول سے چھٹی کی اور بہت ضروری کام تھا جس کی وجہ سے میں اس کا دیدار نہ کر سکا مگر ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے اس کا چہرہ رہتا آہستہ آہستہ مجھ کو اس کے گھر کا پتہ معلوم ہو گیا اور میری عادت بن گئی کہ پہلے سکول نام ویدار اور بعد میں اس کی کھلی کے چکر میں بہت بے بس ہو چکا تھا آخر ایک دن میں نے اس کو روکا اور کہا کہ میری بات سنو مگر اس نے نہ سنی آخر میں نے اس کے سامنے آ کر یہ بات کہی کہ کاش انم تم جان سکتی کہ مانی نے آج تک بھی کسی سے پیار نہیں کیا تم واحد لڑکی ہو جس نے میرے دل کا چین رات کی نیند حرام کر دی ہے میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا مگر اس نے کوئی بات نہ کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں اس وقت کچھ بھی نہیں کہہ سکتی مگر مجھ کو کیا پتہ کہ اس وقت کیا ہونے والے ہے یہ تو دوسرے دن میرے خیال سے جمعہ کا دن تھا سکول سے واپسی پر تین چار موٹر سائیکل پر لڑکے آئے اور کہا کہ جناب پیار کرنے کا بہت شوق ہے پھر مجھ کو کچھ پتہ نہ چلا کہ میں کہاں ہوں جب مجھ کو ہوش آیا تو خود کو ہسپتال کے بیڈ پر پایا اور میرے پاس میرے گھر والوں کے سوا دوست اور چند استاد اکرام کھڑے تھے جو کہ مجھ کو ہوش میں دیکھنے کے بعد بہت خوش ہوئے اور کہا کہ تم کو پورے ہفتے بعد ہوش آیا ہے سب پوچھ رہے تھے کہ مانی بتاؤ کیا ہوا تھا میں نے کہا کہ اس وقت مجھ کو کچھ پتہ نہیں ہاں مجھ کو صرف یہ بتاؤ کہ میں یہاں کیسے آیا ہوں تو میرے دوستوں نے کہا کہ سکول سے چھٹی کے بعد ہم گھر

آ رہے تھے کہ تم سڑک کے کنارے زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور لوگوں کا جھوم تھا میں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میں سڑک کر اس کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک کار آئی اور مجھ کو اٹھا کر دور پھینکا پھر مجھ کو کچھ پتہ نہیں جب ہوش میں آیا تو ہسپتال میں ہوں۔ سب نے خدا کا شکر ادا کیا مگر حقیقت کچھ اور تھی جو میرے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا خیر چند دنوں بعد مجھ کو ہسپتال سے چھٹی ہو گئی اور پھر میں گھر آ گیا مگر اس سے بدلہ لینے کا میں نے سوچ رکھا تھا خیر چند دنوں بعد میں نے دوبارہ سکول جانا شروع کر دیا اور اب میں نے اپنے ساتھ دو دوستوں کو لے لیا اور خود اپنے پاس پستول رکھنا شروع کر دیا اب وہ ظالم نظر آئے تو اس کو پوچھوں کہ میرے ساتھ اتنا ظلم کیوں کیا میرا قصور صرف اتنا ہے کہ یہ دل تیرا طلبگار بن گیا میں اکثر اس رہنے لگا وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا اسی طرح میں نے میٹرک مکمل کر لیا مگر مجھ کو صرف اور صرف یہی خیال رہتا کہ یہ نہیں وہ کس طرح کی ہوگی کیا کر رہی ہوگی ہاں مگر جب وہ نقاب کرتی تو اس کے نقاب سے باہر ایک تل تھا جو اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتا تھا اور میں اس تل کو دیکھنے کے بعد ایک شعر کہتا تھا۔

ہم تیرے جس تل کو خیالوں میں چوما کرتے ہیں
آج وہ میرے خوابوں میں چمکتا ہے ستاروں کی طرح
پھر گھر والوں نے مجھ کو کہا کہ بیٹا آگے پڑھنے کا کیا ارادہ ہے میں نے صاف کہہ دیا کہ میں آگے پڑھنا ہی نہیں چاہتا میں بس باہر کے ملک میں جانا چاہتا ہوں یہ بات سنتے ہی میرے والد صاحب آگے بگولہ ہو گئے اور کہا کہ تم کون ہوتے ہو فیصلہ کرنے والے میں نے تمہارا ایک

برائیوٹ کالج میں داخلہ کروا دیا ہے بس تم سے کچل سے کچل جانا ہے اسی وقت ٹی وی پر ایک گا چل رہا تھا جو یوں تھا۔
کوئی میرے دل کا حال نہ جانے اوہ ر اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے خیر دوسرے دن شہر کے ایک مشہور کالج میں پڑھنے کے لیے چلا گیا اور دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کہ اس کا دیدار جو کہ مجھ پر ہر حال میں فرض ہو چکا تھا جو کہ میں کالج سے پہلے کرتا اور ہر بار اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتا آخر ایک دن میں نے اس کو خط لکھا اور کہا کہ اگر تم نے دنیا تو میں تمہارے گھر کے ایڈریس پر پوسٹ کر دوں گا میری یہ دھمکی کام آئی اور اس نے خط لے لیا مگر خط کا جواب نہ دیا میرے دوست وفا بھائی کہتے رہے کہ چھوڑ دو بہت مغرور ہے مگر مجھ کو صرف اور صرف اس کا پیار پانا تھا جو کہ میں کسی بھی طرح حاصل نہ کر سکا آخر میں نے ایک فیصلہ کیا کہ اب اس سے کوئی بات نہیں کرنی صرف اور صرف دیدار ہی کرنا ہے چاہے اس کے لیے مجھ کو کچھ بھی کرنا پڑے خیر اب اس کا دیدار کرنا میری عادت بن چکی تھی میں نے اس کی سہیلی کو بھی کہا مگر وہ کہتی کہ عمران صاحب چھوڑ دو بہت غرور ہے اس میں مجھ سے دوستی کر لو میں نے اس کو صرف ایک جواب دیا کہ دل کی کتاب پر صرف ایک نام ہی اچھا لگتا ہے اور میں وہ نام لکھ چکا ہوں اب صرف وہی کام باقی تھے جو میں نے کرنے تھے ایک تو اس کا پیار جو مجھ کو حاصل نہ ہو سکا اور دوسرا موت کا انتظار اور رب سے اس کی خوشیوں کی دعا میں نے اس کا پورے دس سال ہاں دس سال انتظار کیا مگر وہ نہ ٹی اب میں نے اپنی ایجوکیشن مکمل کر لی تھی اور نوکری کی تلاش میں تھا جو کہ پاکستان میں تو نہ مل سکی جبکہ یو کے میں مل

گئی وہ بھی ایک دوست کی مدد سے جس کا احسان میں زندگی بھر نہیں اتار سکتا۔
خیر میرے دوستو! ایک دن وہ بھی آ گیا جس دن مجھ کو اپنا گھر محلہ دوست اور سب سے جان سے بھی پیاری چیز اپنی انعم کو چھوڑ کر جا رہا تھا خیر جانے سے دو تین گھنٹے پہلے میں نے اپنی موٹر سائیکل نکالی گھر والے پوچھ رہے تھے کہ عمران اب کہیں مت جاؤ کیونکہ مہمان وغیرہ ملنے کے لیے آ رہے تھے میں نے کسی کی نہ سنی اور اپنے محبوب کی گلی میں چلا گیا ان راستوں کو دیکھ کر رونے لگا اور کہا کہ اسے گلی، بازار و خدا حافظ تم کو اور تم پر چلنے والوں کا یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور واپس مڑ کر دیکھا کہ اس کی سہیلی جو کہ کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں سے بھی پانی رواں دواں تھا میں نے کہا کہ اے بچی تو کیوں رو رہی ہے تو وفا بھائی اس نے ایک ایسی بات کہی کہ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا اس نے کہا کہ عمران بھائی میرا جی چاہتا ہے کہ میں تم کو اور تیرے پیار کو سلام کروں اور اس نے واقعی ہی ایسا ہی کیا اور کہا کہ میرے بھائی ادھر جا کر ایک بہن کو بھی یاد رکھنا۔ یہ الفاظ سن کر میں خود حیران ہو گیا کہ جو مجھ سے پیار کی امید رکھتی ہو وہ بھائی کہہ رہی ہے تو اس نے خود ہی میری مشکل حل کر دی اور کہا کہ میں نے پہلے ہی دن کہا کہ میں تم سے پیار کروں گی اور میں نے کر لیا پیار ہاں بھائی ایک بہن اپنے بھائی سے اور کتنا پیار کرے میں نے بھی اس کو ہمیشہ بہن کی نظر سے دیکھا تھا میں نے اس کو ایک خط دیا اور کہا کہ بن ایک بھائی کا یہ کام کر دینا کیوں کہ میں ہمیشہ کے لیے یہ ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں اور میں اس ملک میں صرف چند گھنٹوں کا مہمان ہوں میری اس بات سے اس کو شدید دکھ ہوا میں نے

خط اس کو دیا اور کہا کہ اپنے بھائی کے لیے ہمیشہ دعا کرنا کہ میں اس کو بھول جاؤں اور نئی زندگی کا آغاز کروں کیونکہ یہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے خدا حافظ میری بہن خدا حافظ میں نے یہ الفاظ کہے تو مہوش نے ایک چیخ ماری جو کہ دل کو ہلا دینے والی تھی اس نے ایک شعر کہا جس نے رونے پر مجبور کر دیا۔

اب رونے کے سوا کبھی کیا سکتا تھا شعر یوں ہے۔

محبت نے تجھ کو کر دیا پردیسی بھائی
ورنہ چھوٹی سی عمر پردیس کے قابل نہ تھی
میں واپسی ان کی گلی سے گزرتا تو ان کے گھر تالہ لگا ہوا تھا میں چپ چاپ وہاں سے چلا آیا اور خدا سے یہی دعا کرتا رہا کہ یا خدا مجھ کو بس ایک مرتبہ اس کا دیدار کرا دے شاید اب دعائیں بھی اثر نہ تھا بقول اس شاعر کے۔

سب کچھ مانگ کر دیکھ لیا خدا سے
اتھ نہیں رہے اب ہاتھ دعا کے واسطے
گھر آیا دوست اور گھر والے انتظار کر رہے تھے دوستوں اور عزیز و اقارب سے ملا محلے والوں سے ملا اور چل دیا دوست رو رہے تھے بہنیں گلے مل کر رو رہی تھیں میں نے ان سب سے ایک ہی بات کہی جو کہ اونچی آواز میں کہی وہ یہ تھی۔

اچھا چمن والو تمہارا خدا حافظ
جب بھی چمن میں بہار آئے ہم کو یاد کر لینا
سب سے مل کر ایئر پورٹ کی طرف چل دے دل میں صرف ایک ہی حسرت تھی کہ کاش میں جاتے ہوئے انعم سے صرف ایک بار مل لیتا چاہیے دور سے ہی اس کا دیدار کر لیتا مگر شاید اس وقت میری ساری دعائیں رایگان تھیں یا قبول ہونے والا وقت لگتا ہے میری دل میں ایک درد

ساتھ رہا تھا جو صرف یہ کہہ رہا تھا۔

کیسی یہ جدائی کہ تم کو الوداع نہ کہہ سکے تیرے پاس رہنے کا سوچا تیرے شہر میں بھی نہ آ سکے سامعین پھر مجھ کو کچھ پتہ نہیں کہ ہم کب ایئر پورٹ پر پہنچے مجھ کو اس وقت پتہ چلا جب میرے کزن نے کہا کہ مانی ہم ایئر پورٹ پر آ گئے ہیں خیر گاڑی سے اتر کر ہم اندر جانے لگے کہ اچانک میرے سامنے وہ چہرہ آگیا ہاں اس کو میں لاکھوں پلکے کروڑوں میں جان سکتا تھا وہ میری انیم ہی تھی میرے کزن نے آگے بڑھ کر ایک لڑکے سے سلام لینے کے بعد اس کے گلے ملنے لگا میں حیران ہوا اتنے میں میرے کزن نے کہا کہ مانی بھائی یہ میرا سب سے پیارا دوست حاجی قاسم سے سامعین اس وقت جو میری حالت حقیقت جان کر ہوئی میں حیران رہ گیا وہ میری جان کا بڑا بھائی تھا۔

زہر بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں پینا ہوگا پی لیتے ہیں تو کہتے ہیں اب جینا ہوگا میں بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا اور میرے کزن نے پوچھا بھائی تم کہا تو اس نے کہا کہ میرا بھائی سعودی عرب جا رہا ہے اور ہم سب اس کو آف کرنے آئے ہیں پیارے سامعین میں ایک بات بتانا بھول گیا کہ اس دن موسم بہت زیادہ آبرہ لوٹھا کہ شاید ابھی بارش آجائے میں صرف اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک میرے موبائل کی بیل پر ایک دردناک ٹیون نے سوچوں سے باہر آنے کیلئے مجبور کر دیا ٹیون تھی کہ ہم تو چلے پردیس ہم پردیس ہو گئے۔ چھوٹا اپنا دیس ہم پردیس ہو گئے۔ جو کہ ایئر پورٹ پر ایک انوکھا منظر پیش کر رہی تھی جس کی وجہ سے ہر کسی کا دھیان میری طرف ہی تھا میں نے جلدی جلدی

فون اوکے کیا تو دوسری طرف میرا ایک دوسرا بول رہا تھا جو کہ کہہ رہا تھا کہ ایک نمبر نوٹ کرو اور اس نمبر پر فون کرو میری کزن تم کو پتہ ہے کہ اس نمبر سے وہ تمہاری مدد کرے گی میں نے کہا کہ یاد رہے دو اس کی کوئی ضرورت نہیں تو اس نے کہا کہ پلیز وہ بھی آپ سے ملنا چاہتی ہے خیر میں اس سے نمبر لے کر موبائل بند کر دیا اور اس کا نمبر ملا شروع کر دیا جو کہ چند ایک بیل کے بعد دوسری طرف سے کسی نے ریسو کیا تو میں نے اپنے تعارف کرایا کہ میں عمران عرف مانی بات کر رہی ہوں تو دوسری طرف سے اچانک یہ آواز آئی کہ آپ اس وقت کہاں ہیں میں نے کہا کہ میں باہر دروازے کے پاس ہوں تو اس نے کہا کہ ایک منٹ میں ابھی آئی اتنے میں میرا دھیان پھر اس سنگدل پر پڑا تو وہ بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی میں نے دیکھا تو اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ اچانک ایک نسوانی آواز نے تسلسل توڑا السلام علیکم نے سلام کا جواب دیا تو وہ میرے دوست کی کزن تھی شکیلہ جس کو میں اچھی طرح جانتا تھا یہ اس نے تھوڑی دیر گپ شپ کی تو وہ چلی گئی اور کہنے لگی کہ میرا انیم ہو گیا ہے میں چلتی ہوں اگر کوئی پریشانی ہوئی تو مجھ کو کال کر دینا اتنے میں ہلکی مٹی بارش شروع ہو گئی جو کہ شاید میرے جانے کی وجہ سے آسمان بھی رونا شروع ہو گیا تھا میں نے اپنے کزن کو ایک شعر سنایا۔

عشق والے آنکھوں کی بات سمجھ لیتے ہیں خواب مل جائے تو ملاقات سمجھ لیتے ہیں آسمان بھی روتا ہے کسی کو جدا کرنے سے وفا مگر کم بخت لوگ اس کو برسات سمجھ لیتے ہیں تھوڑی دیر بعد بارش رک گئی اور اعلان ہوا کہ یو کے جانے والوں کی آمد شروع ہو گئی ہے اور کچھ دیر بعد انشاء اللہ پرواز جلد ہی اڑ جائے گی

لہذا یو کے جانے والے حضرات اندر تشریف لے آئیں۔ تو پھر میری آنکھوں سے آنسو شروع ہو گئے تو انیم کا بھائی جو کہ میرے کزن کا دوست تھا میرے پاس آیا اور کہا کہ بھائی حوصلہ رکھو مگر میں کہاں چپ کرنے والا تھا اتنے میں میرا کزن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ پلیز مانی میرے بھائی میری جان چپ ہو جاؤ سامعین میرے کزن کو پتہ تو تھا کہ میں کسی سے پیار کرتا ہوں مگر اس کو یہ پتہ نہ تھا کہ میں اس کے دوست کی بہن سے پیار کرتا ہوں میرے کزن نے کہا کہ مانی تیرے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں آگے تو ایک کی وجہ سے اپنا گھر بار دوست عزیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہے یہ بات اس ظالم نے بھی سن لی جو کہ ہم سے چند قدم دور کھڑی تھی خیر میں سب سے ملا دل نے سوچا کہ عمران جاتے ہوئے سلام ہی سہی میں نے اس کو سلام کیا شاید اس نے میرے سلام کا جواب دیا ہو یا نہ دیا ہو کیونکہ اس نے نقاب کیا ہوا تھا میں نے سب سے معافی مانگی کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کے بدلے میں معافی چاہتا ہوں میں نے چونکہ ہاتھ باندھے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آج اس کی آنکھوں میں بھی نمی تھی میں اپنی ماں کے گلے ملا میری ماں ہاں ماں تو ماں ہی ہوتی ہے ماں کے گلے مل کر مجھ کو سکون ملا اپنا سامان پکڑا باپ کی طرف دیکھا جو کہ گم صم کھڑے تھے ان سے اجازت لی اور اندر کی طرف جانے لگا اچانک میرے کزن نے آواز دی عمران نے پیچھے دیکھا تو اس نے پرانا لفظ بولا جو کہ یہ تھا (اؤئے اوتھے جا کے بھول نہ جا میں نہیں تے او تیری کی چل لگ جا گل نال شاہ کر کے) یہ ہمارا پرانا طریقہ تھا جو ایک دوسرے سے ہم اکثر کہتے تھے اتنے میں میرا کزن میرے گلے مل کر رونے لگا بڑے حوصلے والا تھا میرا کزن آخر حوصلہ ہار ہی

گیا میں نے کہا یا رتم رو رہے ہو اس نے کہا کہ نہیں بس۔ حوصلہ ہار گیا اس کو روانہ کر کے رو پڑا آنکھ میں تھکے کا بھانہ کر کے خیر اندر چلا گیا سامان وغیرہ بک کر دیا اور باہر فون کر کے بتا دیا کہ میں اب جہاز کی طرف جانا شروع کر دیا ہے اوکے خدا حافظ تھوڑی دیر بعد میرے موبائل پر ایک نیا نمبر آیا میں نے اوکے کیا تو دوسری طرف خاموشی تھی میں نے کہا کہ جو کوئی بھی ہے بات کرے تو دوسری طرف سے آواز آئی بیلو عمران میں... میں نے اس کی آواز پہچان لی تھی کیونکہ میرے گھر والوں نے میرا نکاح کر دیا ہے جس کی وجہ سے میں تم سے پیار نہ کر سکی پلیز مجھ کو معاف کر دینا اور اپنا خیال رکھنا میں سمجھتی تھی کہ تم مجھ کو بھول چکے ہو تم مجھ سے ایک وعدہ کرو میں نے کہا کہ حکم کرو اس نے کہا کہ تم مجھ کو بھول جانا میں نے کہا۔

تم کہتے ہو کہ مجھ کو بھول جانا تیری صورت پھر بھی صورت ہے تیرا نام بھی پیارا لگتا ہے میں نے کہا کہ تم کو بھول جانا ممکن ہی نہیں ناممکن ہے بھول جانے کے علاوہ جو بھی کہو گی کروں گا ان نے کہا کہ تم ضرور پاکستان آؤ گے اور اپنے گھر والوں کی مرضی سے شادی کرو گے میں نے کہا کہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں تم نے زندگی میں کچھ مانگا ہے میں انکار نہیں کروں گا تم بھی ایک وعدہ کرو اس نے کہا کہ بتاؤ کیا کرنا ہے میں نے کہا کہ صرف ایک بار صرف ایک بار کہو کہ میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں اس نے کہا کہ عمران میں تم سے نہ ہی پیار کرتی تھی بلکہ عشق تھا تم سے مگر اب نہیں ہے کیونکہ میں کسی اور کی امانت ہوں اوکے خدا حافظ اپنا خیال رکھنا اور جلدی ہی

واپس آؤ گے خدا حافظ، خدا حافظ موبائل بند ہو گیا اور میں جہاز میں جا بیٹھا جی تو چاہتا تھا کہ اب نہ جاؤ اس سے باتیں کرتا رہوں مگر پھر ذہن میں خیال آیا کہ اس نے میرا نمبر کہاں سے لیا ہے میں فون کرنے لگا مگر آگے سے آواز آئی آپ کا نمبر بند ہے شاید اس کو بھی مجھ سے پیار تھا سی لیے فون کیا ہو مگر نمبر کہاں سے لیا ایک اور پریشانی بن گئی تھی میرے لیے خیر جہاز میں اعلان ہوا کہ اپنے سیٹ بیلٹ باندھ لیں ضروری کارروائی کے بعد جہاز رن وے پر دوڑنا شروع ہو گیا اور مجھ کو اپنا وطن سے دور کر دیا اور آگے یو کے ایئر پورٹ پر لینڈ ہوا اور ضروری کارروائی کے بعد باہر آ گیا۔

باہر دوست کھڑا تھا مل کر بہت خوش ہوا دوستوں کے بارے میں پوچھا گھر والوں کے بارے میں پوچھا سب کے بارے میں بتایا کہ وہ بہت خوش ہے اور اپنے دوست کے فلیٹ پر آ گئے چند دن سیر و تفریح کے بعد ایک ہفتے میں کام پر لگوادیا جو کہ منیجر کا تھا اور میری تنخواہ بھی اسی ہزار روپے ماہوار تھی مگر مجھ کو روپے پیسے کی فکر نہیں تھی کیونکہ میں آج بھی اس کو نہ بھول سکا اور نہ ہی بھول سکتا تھا کیونکہ آج دو سال بعد میں نے اپنے گھر فون کیا فون میری بہن نے اٹھایا میں نے کہا کہ میں عمران بول رہا ہوں میری بہن بہت خوش ہوئی شاید اس نے رونا شروع کر دیا ہو مگر میں دیکھنے سے قاصر تھا پھر سب سے بات ہوئی ماں نے کہا کہ بیٹا نہ جاتے ہی فون کیا آج دو سال بعد تم نے فون کیا ہے میں خاموش ہو گیا۔ گلے شکوے بعد میں کرنا پہلے ایک خوشخبری کیا میں انشاء اللہ 15 جنوری کو پاکستان آ رہا ہوں کیا باں یعنی 5 دن بعد باں جی میں نے پھر کافی ساری چیزیں خریدی۔

شاپنگ وغیرہ مکمل کر کے پاکستان جانے کی تیاری شروع کر دی بلکہ ایک نیا عزم ساتھ لے کر جاؤں بلکہ ہنسی خوشی سے رہوں گا کسی سے ظاہر نہیں کروں گا کہ میں آج بھی اداس ہوں آج 15 جنوری تھی اور میں ایئر پورٹ کسی طرف چل دیا گھر فون کر دیا کہ میں آ رہا ہوں جہاز نے مجھ کو یورپ کی رنگین فضاؤں کو مجھ سے دور کر دیا اور اپنے وطن کے پاس کر دیا ایئر ہوٹس میرے پاس آئی اور مجھ کو کہا کہ پلیز سر اپنا سیٹ بیلٹ باندھ لیں کیونکہ ہم پاکستان آ گئے ہیں خیر جہاز پاکستان کے علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئر پورٹ لاہور لے کر آیا۔ باہر آیا تو گھر والے کھڑے تھے سب سے ملا اور گھر کی طرف چل دیے۔ گھر آیا آرام کیا اور کزن سے ملنے کا سوچنے لگا کہ وہ خود ہی آ گیا۔ حال احوال کے بعد اس نے کہا کہ قائم کی بہن نے مجھ سے آپ کا نمبر لیا تھا میرے ذمہ پھر تازہ ہو گئے اور کہا کہ چھوڑ دیا مجھ کو اس سے کیا۔ اس نے کہا کہ میں عمران ہیں۔ کیونکہ تم اس سے پیار کرتے ہو اس نے مجھ کو ساری حقیقت بتا دی ہے۔ میں چپ ہو کر رہ گیا اور اس نے کہا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے پلیز تم بھی شادی کر لو میرے گھر والے دوستوں نے بہت زور دیا اور مجھ کو شادی پر مجبور کر دیا اور مجھ کو اس کا وعدہ یاد آ گیا اور میں نے ہاں کر دی اور میری شادی میری کزن سے کر دی گئی جو کہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھی میری ہمسفر نے میرا بہت خیال رکھا وہ واقعی ہی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے مگر آج تک میں اس بے وفا کو نہ بھول سکا اور نہ ہی بھول پاؤں گا کیونکہ میں اس کی ہی یادوں کے سہارے زندہ ہوں اور میں نے ہمیشہ کیلئے پردیس کو خیر باد کہا اور یہاں ہی اپنا کاروبار شروع کر لیا مگر میں آج بھی ان ہی راستوں سے گزر کر جاتا ہوں اور اس

کو یاد کرتا رہتا ہوں پلیز سامعین مجھ کو بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ اس کو میں بھول جاؤں یہ ناممکن ہے۔

میں آج بھی اس کے سہاروں اور وعدے کے مطابق جی رہا ہوں ورنہ زندگی سے کوئی مطلب نہیں اے زندگی تم سے کوئی تنہا ہی کب ہے ہم تو اس احساس پر زندہ ہیں کہ مرنا کب ہے محترم قارئین دعا کرنا میں انعم کو بھول کر اپنی زندگی کا آغاز کروں اور اپنے بھائی کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں انشاء اللہ بہت جلد اور دوستوں کی کہانیاں جواب عرض کی نگری میں پیش کروں گا خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

اور دعا ہے کہ جواب عرض دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آپ کی قیمتی آراء کا منتظر۔



موسم بہار

کسی کو کیا خبر کہ میں کس طرح یاد کرتا ہوں آج بھی اس سے ملنے کی فریاد کرتا ہوں دنیا نے تو جدا کرنا تھا کر دیا دعا کرتا ہوں پر میں تو آج بھی تم کو اتنی ہی محبت کرتا ہوں دور تو وہ چلا گیا مجھ سے بہت دور جدائی تھی میرے مقدر میں بسر کرتا ہوں موسم بہار کا آ گیا ہے وہ وقت آ گیا ہے وہ تیری یاد وہ تیرا وعدہ لوٹ آنے کا انتظار کرتا ہوں تنہائی کی محفل میں ذکر تیرا ہر رات کرتا ہوں وہی کسی کو کیا خبر میں تم کو کتنا یاد کرتا ہوں (محمد لقمان اعوان، سریانوالہ)

اداس کس کیلئے

لکھ رہا ہوں غزل صرف وہی تیرے پیار کے لیے آج تیری اداس شام کے لیے

کیوں تنہا تو ہو گیا اس دنیا سے کس کے لیے کیوں آج تیری شام اداس کسی کے لیے کیوں تیری آنکھوں میں آنسو آج کسی کے لیے کیوں تیری رات غم میں گزری کسی کے لیے کیوں وہی آج تو کسی سے جدا کسی کے لیے کیوں تیرے ساتھ ہوا فریب کسی کے لیے کبھی وقت تھا تو خوش تھا کسی کے لیے تو تڑپتا ہے تو روتا ہے کسی کے لیے آج تیری یہ اداسی یہ اداسی کسی کے لیے میں کہتا ہوں میرے ساتھ جو بھی ہوا وہ سب تھا میری آزمائش کے لیے (محمد لقمان اعوان، سریانوالہ)

سیف الرحمن زخمی سیالکوٹ کے نام

جب خیال یار میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے دمبر شال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے اس کی ہر بات کا حل تو نکال لوں مگر سوال یار میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے لپیٹ لے مجھے اپنی سیاہ زلفوں کے کڈل میں زلف جال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے شب و روز میری سادگی تیری بزم کی رونق تھی اس کمال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے عروج انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے میں زوال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے صفحہ زیست بہت یادیں چھوڑ جاتا ہے میں حال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے شاید کہ تو کسی موڑ پہ مل ہی جائے طلب وصال میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے رضا کوئی پوچھنے تو آتا ہے بیمار کا حال اس لیے دباں میں رہتا ہوں تو اچھا لگتا ہے (منیر رضا، ساہیوال)

جال

✓ تحریر: راشد لطیف، صبرے والا ملتان

اسد نے رخسار کو کال کی تو اس نے فون نہیں اٹھایا تھوڑی دیر بعد کال کی تو رخسار نے کھا کہ تھوڑی دیر ویت کرو میں موقع پا کر تمہیں ضرور ملوں گی مگر اب اسد کو انتظار کرتے کافی دیر ہو گئی اسد نے جب تیسری بار کال کی تو نمبر اف تھا۔ اسد پریشان ہو گیا مگر اب اسد نے بھی نہاں لی کہ رخسار کو مل کر ہی واپس جائے گا مگر پریشانی والی بات یہ تھی کہ رخسار کے گھر کا پتہ کس سے اور کیسے لگایا جائے ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ اسے رخسار اتنی دکھائی دی اسد نے سب مذاق سمجھا اور خوش ہو گا مگر یہ کیا کہ رخسار ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی اسد نے اس کا کوئی رشتہ دار یا دوست سمجھا مگر رخسار نے اسد کی طرف توجہ نہ دی اسد نے جب رخسار کو قریب جا کر پکارا تو رخسار نے تیور چڑھائے اور ایک طرف کوچل پڑی اسد بھی پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے بھاگا مگر اس سے پہلے کی اسد بات کرتا کہ رخسار بول پڑی کہ کون ہو تم اور کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو میں تمہیں جانتی تک نہیں میرا تم سے کیا رشتہ ہے جو تم میرے پیچھے چلے آ رہے ہو اسد کے پیروں سے زمین نکل گئی اور وہ پھٹی نظروں سے اسے دیکھتا رہا

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

محترم قارئین موبائل فون ہر جگہ عام استعمال ہو رہا ہے اس کے جائز اور ناجائز استعمال پر کسی کے لیے کوئی پابندی نہیں کیونکہ میری سوچ کے مطابق سوشل سے تقریباً بیس فیصد لوگ اسے جائز اور ضرورت کے لیے استعمال کر رہے ہیں باقی ستر فیصد لوگ اسے غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں آج کے دور میں مہنگائی کا زور ہونے کے باوجود موبائل کا استعمال ضروری سمجھا جاتا ہے چاہے گھر میں دودن بھی چولہا نہ

چلے۔ آج کے دور میں تقریباً ہر آدمی اور ہر عورت بلکہ بچوں کے پاس بھی موبائل ضرور ہے اگر کسی ایک دو کے پاس نہیں تو وہ اپنے آپ کو دوسروں کی نظر میں حقیر اور گرا ہوا تصور کرتا ہے موبائل کا زیادہ استعمال آج کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں کرتے ہیں جو کمپنی کے سستے ترین مینجرج کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور موبائل پر ہی ان دیکھی محبت اور لوسنوری کا سلسلہ آج کل دیکھنے میں آتا ہے۔ موبائل پر ہی لڑکا لڑکی کو اور

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 162

جال

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 163

جال

لڑکی لڑکے کو سبز باغ دکھاتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے مرٹھے کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن جب ایک دوسرے کی تصدیق ہوتی ہے سچائی سامنے آتی ہے تو سب کچھ اس کے برعکس ہوتا ہے اس لیے شرمندگی اور پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا تو محترم قارئین ایسی ہی ایک محبت کی داستان آپ کی نظر کرتا ہوں۔

اسد کا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے وہ نوجوان اور خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ نیک سیرت بھی ہے اس کی شادی کو سات یا آٹھ سال ہو گئے ہیں وہ تین بچوں کا باپ ہے لیکن اس نے موبائل کا استعمال ضروری نہ سمجھا۔ کیونکہ وہ غریب آدمی تھا اور محنت مزدوری کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ ہر ایک کے پاس موبائل دیکھ کر اسے بھی اس کی کا احساس ہوا اور اس نے جوں توں کر کے ایک موبائل خرید لیا کہ کم از کم کسی کی خیریت اور دکھ سکھ کی خبر تو ہونی رہے کچھ ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ ایک دن اسے کسی غلط نمبر سے ایک کال موصول ہوئی جو نسوانی آواز تھی۔ اور تعارف یعنی صرف نام وغیرہ پوچھنے کے بعد کال منقطع ہو گئی۔

لیکن اسد کہ یہ آواز اتنی اچھی اور سریلی لگی کہ وہ اس آواز کو دوبارہ سننے کیلئے بے چین رہنے لگا کچھ دنوں کے بعد اس نے ہمت کر کے اسی نمبر پر کال ملائی اور آگے اسی لڑکی نے پہلو کے ساتھ کال کا جواب دیا اور دو تین منٹ بعد کال بند ہو گئی۔ اسی طرح ہر تیسرے چوتھے روز فون پر پہلو بٹے ہو جاتی یہ سلسلہ کچھ دن رہا اس کے بعد اب بھی لڑکی کا فون بھی آ جاتا شاید اسے اس طرح کرنا اچھا لگتا ہوگا اسی طرح فون پر ہی محبت اور پیار کی باتیں ہونے لگیں اور اب بلا ناغہ فون پر بات ہوئی اب اسد اسی لڑکی کے خیالوں میں ہر وقت گم رہتا اور اسے اس بات کی فکر رہتی کہ اسے کس طرح ملے شاید وہ اسے دیکھنے کیلئے بے تاب تھا کہ اس سریلی آواز والی پری کو دیکھے۔ لیکن کب

تک آخر دل کی بات زبان پر آئی گئی اسد نے اس لڑکی کو ملنے کیلئے کہا تو وہ پہلے نال منول سے کام لیتی رہی لیکن اسد کے اصرار پر اس نے ہاں کر دی۔ اب تو اسد کی خوشی کی انتہا نہ تھی اور وہ جلد سے جلد اسے دیکھنے کیلئے بے تاب تھا اور مایوس بھی مایوس اس لیے کہ سفر کافی لمبا تھا اور اتنے سفر کیلئے اس کے پاس کرایہ نہیں تھا اسی بات پر اس کا دل ڈوب جاتا تھا کہ وہ اس لڑکی کو بھی نہ مل سکے گا لیکن اس نے کرایہ کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے شاید اس لڑکی کی سریلی آواز اور محبت والی باتوں نے اس کی آنکھوں پر پانی باندھ دی کیونکہ اب اسے کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگتی تھی حتیٰ کہ اپنے بیوی بچے بھی موبائل پر تو بات روزانہ ہوتی تھی محبت بھری باتیں کرتے کرتے ناظم کا پتہ بھی نہ چلتا اور کبھی کبھی تو موبائل کی بیٹری ختم ہو جاتی لیکن باتیں ابھی باقی ہوتی تھیں۔

اب محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ موبائل پر ہی ایک دوسرے کو کس کرتے اور کافی دیر تک اس عمل کو دہراتے موبائل پر محبت اور لو کا اندھی اور ان دیکھنی محبت کا کمال تھا کہ روزانہ میگزین ہوتا اور رات گئے تک باتیں ہوتیں۔

جیسے ہی کرایہ کے پیسے پورے ہوئے اسد نے فون پر ملنے کا پلان بنایا اور اگلے دن سفر پر روانہ ہو گیا ان کی ملاقات پلان کے مطابق ایک ہفتے میں ہوئی جیسے ہی اسد نے اسے دیکھا اور دیکھا ہی رہ گیا کیونکہ وہ سریلی آواز سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی اس لڑکی نے اپنا نام رخسار بتایا تھا رخسار نے نقاب اتار دیا اور اپنا پرس بھی میز پر رکھ دیا رخسار نے گلابی فکڑ کا پھولوں والا ایڈریس پہنا ہوا تھا لیکن پھر بھی اس کا حسین چہرہ زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا ایک اسد تھا کہ اسے ملنے کی باندھ دیکھ رہا تھا۔

کیونکہ رخسار نے میک اپ کے ساتھ کچھ زیورات بھی پہن رکھے تھے زیورات نے تو رخسار

کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے موٹی موٹی آنکھیں کا جل کے ساتھ خوبصورت لگ رہی تھیں۔ تلوار کی طرح پتلی اور لمبا ناک پتلے پتلے ہونٹ سرخی کے ساتھ سجے ہوئے تھے رخسار کے حسن میں کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی یہی وجہ تھی کہ اسد اسے دیکھ کر اپنا تن من اس پر قربان کرنے کو تیار تھا جی بھر کے اسد نے اس کے حسن کا نظارہ کیا اور باتیں کیں دو گھنٹے بعد رخسار کی بیل بجی اور اس نے جلنے کو کہا لیکن اسد کا دل نہیں کر رہا تھا کہ کسی طرح اس پری چہرے کو اپنی آنکھوں سے اوجھل کرے وہ تو یہی چاہتا تھا کہ وقت یہیں پر رک جائے اور میں اسے دیکھتا رہوں کیونکہ رخسار اپنے حسن کیڑوں اور سمارٹ جسم کے ساتھ بالکل پری لگ رہی تھی۔

وہ ہفتے سے چل کر باہر آگئے رخسار نے قریب ہی اپنا گھر بتایا تھا اور دوبارہ ملنے کا کہہ کر وہ رخصت ہو گئی اور اسد اس وقت تک اسے دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نظروں سے غائب نہ ہوئی۔ اسد کی خوشی کی انتہا نہ تھی کیونکہ اس نے شادی کیلئے ہاں کی تھی مگر شرط یہ تھی کہ اپنی بیوی کو جب تک طلاق نہیں دے اسد جسے ہی گھر آیا اس نے آتے ہی بیوی کے ساتھ لڑائی جھگڑا شروع کر دیا کیونکہ اسد نے اب صاف کہہ دیا تھا کہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اسد کو اس کی بیوی نے واسطے دیئے مٹیں کہیں ہاتھ جوڑے پاؤں پکڑے دوستوں نے سمجھا یا مگر کسی کی کوئی بات کا اثر اسد پر نہ ہوا اسد پر عشق کا بھوت سوار تھا شاید اسے رخسار کے حسن نے پاگل کر دیا تھا۔

اسد اپنی بیوی سے جلد سے جلد چھٹکارا چاہتا تھا آخر ایک دن اسد نے اپنی بیوی کو مارا اور گھر سے نکال دیا اور طلاق دے دی اسے یہ کام کرتے ہوئے اپنی بیوی کو کیا اپنے بچوں پر بھی ذرا برتر نہ آیا بیچاری روتی چلائی ہوئی اپنے بچوں کو ساتھ لیکر چلی گئی اب اسد بجائے پچھتانے کے الٹا خوش تھا کیونکہ اب اس کی راہ

بمبار تھی اور وہ رخسار سے شادی کے خواب دیکھنے لگا۔ اسد نے رخسار کو خوشخبری سنائی کہ اس نے بیوی کو طلاق دے کر گھر سے نکال دیا ہے اور شادی کرنے کی بات کی رخسار نے باپ کے آنے کا بہانہ بنا کر فون بند کر دیا اسد کو رخسار کی اس بات پر شک ہوا کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں لیکن جلد ہی اسد کا شک یقین میں بدل گیا کیونکہ اسد تو رخسار پر دل و جان سے قربان تھا اور وہ رخسار کے بارے بھی یہی تصور کرتا تھا کہ رخسار دے وعدے قسمیں اور بے پناہ محبت کے ساتھ ساتھ رخسار کے حسن نے اسد پر جادو سا کر دیا تھا اسد جلد اور ہر صورت میں رخسار کو حاصل کرنا چاہتا تھا اسد کے لیے ایک ایک لمحہ مشکل اور طویل تھا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اسد کا جنون محبت بڑھتا جاتا تھا اس کے لیے مزید جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی تو اسد نے رخسار کو شادی کیلئے مجبور کرنا شروع کر دیا تو اس نے کچھ دنوں کی مہلت مانگی تو اسد نے مجبوراً مان لیا لیکن اس کے دل پر جو گزر رہی تھی اس حالت کا اندازہ بہت مشکل تھا اسد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رخسار کو آنکھ جھپکنے سے پہلے حاصل کر لے مگر اس کے پاس صرف برداشت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

موبائل پر ہی محبت کا سلسلہ چلتا رہا آخر ایک دن اسد نے دوبارہ شادی کی بات کی تو رخسار نے کچھ دنوں بعد اسے ملنے کو کہا اور مزید کہا کہ بقیہ پلان وہیں آکر بنائیں گے تو اسد خوش ہو گیا۔ اب تو اسد نے دن کو بھی شادی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے اسد کے دل و دماغ پر رخسار کی محبت بس چکی تھی اس کی آنکھوں کے سامنے رخسار کی تصویر اور لبوں پر رخسار کی محبت اور پیار کے نغمے تھے۔

چند دن بعد اسد نے رخسار کو اپنے آنے کی خبر دی اور وہیں ہفتے میں ملنے کو کہا تو رخسار نے مان لیا اب اسد کی خوشی کی انتہا نہ تھی کہ وہ جلد سے جلد وہاں بن کر رخسار کو حاصل کر لے گا۔ اسد سفر کرتا ہوں اب

مقررہ جگہ پر پہنچ چکا تھا لیکن پہلے کی طرح رخسار وہاں موجود نہ تھی اسد نے تھوڑی دیر انتظار کیا کہ وہ شاید پہنچنے والی ہو لیکن رخسار نہ آئی تو اسد نے رخسار کو کال کی تو اس کا نمبر مصروف تھا اسد نے وقتاً فوقتاً نمبر ٹرائی کیا لیکن نتیجہ وہی نکلا وہیں رہا کہ آپ کا مطلوبہ نمبر فی الحال مصروف ہے اسد اب کچھ پریشان سا ہو گیا کیونکہ ناظم کچھ زیادہ ہو گیا تھا اسد کا بس نہیں چل رہا تھا وہ بے بس ہو کر انتظار کر رہا تھا کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا کبھی ہاتھوں کو مسلتا اب اسد کی پریشانی مزید بڑھ گئی کیونکہ اب شام ہونے لگی تھی اسد نے اب جو کال ملائی تو اس کا سر چکرانے لگا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور دل دھک دھک کرنے لگا کیونکہ اب رخسار کا نمبر آف تھا اب اسد کیا کر سکتا تھا مجبورا اب اسد کو واپس آنا پڑا۔

اسد بوجھل دل کے ساتھ واپسی کی راہ پر تھا اور مڑ مڑ کر اپنی راہ کو دیکھ رہا تھا جس طرف رخسار پہنچا تھا واپس نہ گئی تھی۔ اسد اب رخسار کے نہ آنے پر سوچتا کبھی اس کے مصروف نمبر کے بارے سوچتا کبھی نمبر آف ہونے پر فکر کرتا اسد کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے وہ انہی خیالوں میں گم واپس لوٹ رہا تھا رات گئے تک اسد اپنے گھر واپس آیا اس کے چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا پریشانی اور بھوک نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ تھکے ہوئے جسم کے ساتھ اپنے بستر پر لیٹ گیا نیند اس سے کوسوں دور تھی مگر وہ رخسار کی سوچوں میں گم ناکام ہونے کی کوشش کر رہا تھا ناجائز کب نیند نے اسے آلیا۔ اب صبح کے شاید وہ نیا رہے تھے جب اسد ابھی تک محو استراحت تھا مگر فون کی گھنٹی نے اسے نیند کی آغوش سے بیدار کر دیا۔ اسد نے چونک کر موبائل اپنی جیب سے نکالا اور نمبر دیکھنے کے بعد کچھ لمحے سوچنے کے بعد اسد نے کال ریسیو کی تو آگے سے رخسار پول رہی تھی کہ اسد پلیز مجھے معاف کر دو میری مجبوری تھی اور وہ یہ کہ میری اس

بات کا یہ میرے گھر والوں کو چل گیا تھا انہوں نے میرا موبائل بھی مجھ سے چھین لیا اور گھر سے باہر جانے پر بھی پابندی لگا دی اس لیے میں آپ کو کال بھی نہ کر سکی اور ملنے بھی نہ آ سکی اسد پلیز مجھے معاف کر دو اور میری باتوں کا یقین کرو۔ اسد میری جان میں بہت مجبور تھی میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

رخسار بات پہ بات کیے جاری تھی اسد بھی شاید کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی انہی باتوں میں رخسار نے اسد کو اعتماد میں لے لیا اب اسد اپنے گلے شکوے بھول کر اسکی باتیں سن رہا تھا تھوڑی دیر بعد کال اس بات پر بند کر دی گئی کہ کوئی آ رہا ہے بعد میں بات ہوئی۔ اسد نے موبائل جیب میں ڈالا اور اپنے تمام دکھ اور پریشانی کو بھول کر خوش ہو گیا۔

اب شام ہو رہی تھی کہ اسد بار بار اپنا موبائل نکال کر دیکھتا کیونکہ رخسار نے کہا تھا کہ اب پہلے کی طرح کسی وقت نہیں بلکہ ایک دفعہ صرف شام کے وقت ہی بات ہوگی وہ بھی میری مس کال کرنے کے بعد اب شاید اسد مس کال کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد رخسار کی مس کال آئی تو اسد خوش ہو گیا جیسے جسم میں جان آگئی ہو اسد نے کال کی اور گپ شپ کے ساتھ ساتھ پھر وہی باتیں مرنٹنے کی اور محبت اور پیار کی قسمیں اور موبائل پر ہی ایک دوسرے کو کس کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا اب اسد نے پھر ملنے کے لیے رخسار سے کہا رخسار نے پہلے تو ٹال مٹول کیا مگر اسد کے اصرار پر ملنے کا پلان تیار ہو گیا اسد تیار ہو کر سفر کرتا ہوا مقررہ جگہ پر پہنچ گیا اسد نے رخسار کو کال کی تو اس نے فون نہیں اٹھایا تھوڑی دیر بعد کال کی تو رخسار نے کہا کہ تھوڑی دیر ویٹ کرو میں موقع پا کر تمہیں ضرور ملوں گی مگر اب اسد کو انتظار کرتے کافی دیر ہو گئی اسد نے جب تیسری بار کال کی تو نمبر آف تھا۔ اسد

پریشان ہو گیا مگر اب اسد نے بھی ٹھان لی کہ رخسار کو مل کر ہی واپس جانے کا مگر پریشانی والی بات یہ تھی کہ رخسار کے گھر کا پتہ کس سے اور کیسے لگایا جائے ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ اسے رخسار آتی دکھائی دی اسد نے سب مذاق سمجھا اور خوش ہو گا مگر یہ کیا کہ رخسار ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ گپ شپ میں مصروف تھی اسد نے اس کا کوئی رشتہ دار یا دوست سمجھا مگر رخسار نے اسد کی طرف توجہ نہ دی اسد نے جب رخسار کو قریب جا کر پکارا تو رخسار نے تہور چڑھائے اور ایک طرف کوچل بڑی اسد بھی پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے بھاگا مگر اس نے پہلے کی اسد بات کرتا کہ رخسار بول پڑی کہ کون ہو تم اور کیوں میرے پیچھے لگے ہوئے ہو میں تمہیں جانتی تک نہیں میرا تم سے کیا رشتہ ہے جو تم میرے پیچھے چلے آ رہے ہو اسد کے پیروں سے زمین نکل گئی اور وہ چپنی نظروں سے اسے دیکھتا رہا اور صرف اتنا کہا کہ تمہاری قسمیں اور وعدے، تو رخسار نے کہا کہ وہ تو صرف فرضی تھے اور تم میرے لیے ناظم پاس تھے بھول جاؤ مجھے بھی اور وعدے قسمیں بھی میرے لیے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے بلکہ تمہارے جیسے تو ہزاروں مجھ پر مرتے اور جان چھڑکتے ہیں تم نے مجھ سے شادی کرنے کیلئے اپنے بچوں اور بیوی کا احساس نہیں کیا تو میرا تم پر بھروسہ نہیں رہا کہ کل کسی اور کی خاطر تم میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔ اسد بت بن کر سب کچھ سن رہا تھا رخسار نے نہ جانے اور کیا کیا کہا مگر اسد اس سے پہلے کہ کوئی بات کرتا یا آگے بڑھتا رخسار اس لڑکے کے ساتھ چلی گئی اور اسد کچھ بھی نہ کہہ سکا کیونکہ اسد کو اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہوا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اسد نے ہمت کر کے اپنے آپ کو سنبھالا اور لڑکھڑاتے ہوئے فریب کی دیوار کا سہارا لیا جب اسد کے اوسان بحال ہوئے تو اسد نے فوراً گھر کی راہ لی اسد کی حالت بہت خراب تھی اب شاید اسے اپنے

بیوی بچوں کو احساس ہو رہا تھا اس کی آنکھوں پر بندھی محبت کی پٹی اتر چکی تھی اسد اپنے آپ کو کوس رہا تھا اسد کے کیسے کی ایک ایک بات اس سے جواب طلب کر رہی تھی کہ ان بچارے بچوں اور بیوی کا کیا تصور تھا اب شاید ان کی ہی آہ کا اثر تھا اسد کا دماغ کھول رہا تھا وہ ایک ایک بات سوچ کر پاگل ہو رہا تھا اس کے دماغ پر تھوڑے برس رہے تھے اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اور بدن بھی پسینے سے شرابور کانپ رہا تھا بڑی مشکل سے اسد جب گھر کے سامنے آیا تو اس کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ گھر کے دروازے پر ہی بے ہوش ہو گیا دوستوں نے اسے ہسپتال پہنچایا کچھ دن بعد اسد گھر واپس آ گیا لیکن اسے اپنے گھر سے بھی نفرت ہونے لگی اب اسے گھر بھی قید خانہ لگنے لگا وہ سارا دن گم سم ادھر ادھر بھٹکتا رہتا اور کبھی کبھی ایسی ویسی باتیں کرنے لگتا ہے کیونکہ نہ اب بیوی بچوں کا رہا اور نہ ہی رخسار کو حاصل کر سکا اسد یہی باتیں سوچ سوچ کر نیم پاگل ہو گیا اب اس کی حالت بھی پہلے والی نہیں رہی۔

نہ یار ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
کب کون کسی کا ہوتا ہے سب جھوٹے رشتے ناتے ہیں
سب اصلی روپ چھپاتے ہیں اخلاق سے خالی لوگ یہاں
لفظوں کے تیر چلاتے ہیں۔

قارئین یہ بھی اسد کی کہانی جو موبائل پر اسد کی لو سنواری کا باعث بنی۔ میری آپ سے التماس ہے کہ موبائل کا جائز استعمال کریں اور کسی سے دھوکہ یا فریب کرنے سے باز رہیں کیونکہ ایسے سینکڑوں لوگوں کے گھر بلکہ خود بھی اسد کی طرح برباد ہو سکتے ہیں۔ محبت کرو لیکن سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر پانچ وقت نماز قائم کرو۔ خود بھی خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ آپ کی آراء کا منتظر

حادثہ

✓.....تحریر: اظہار خادم آرائیں، گندواواہ

گاڑی اسپید سے جا رہی تھی کہ سامنے اچانک اونچائی کے ساتھ موڑ بھی آ گیا اس نے گاڑی کو کنٹرول میں لانے کی کوشش کی مگر گاڑی کا ایک ناٹر سلب ہو گیا اور ڈرائیور کا دوست گاڑی کو کنٹرول نہ کر سکا گاڑی التے والی تھی کہ سرفراز بھائی نے چھلانگ لگا دی گاڑی الت گئی پھر سامنے سے موڑ آ گیا اور گاڑی وہاں سے نیچے گر گئی ایک دوست کے اوپر گاڑی اگٹی دوسرے کی گردن میں گاڑی کا لیور گھس گیا اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا ڈرائیور اور اس کے دوست جو گاڑی چلا رہے تھے ان دونوں کو معمولی سی چوٹیں اٹی تھیں وہ تو سارے بچ گئے مگر بھائی سرفراز نے چھلانگ لگائی تو وہ نیچے جا کر اس کا سر ایک پتھر سے ٹکرایا اور وہ وہاں ہی بے ہوش ہو کر گر گیا تھا۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

زندگی کبھی کبھی امتحانوں کی نظر ہو جاتی ہے اور ایسے امتحانوں میں ڈال دیتی ہے کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا ہے کسی کو اپنوں کا دکھ تو کسی کو اپنا دکھ ہر انسان کو کسی نہ کسی کا دکھ ضرور ہوتا ہے۔ لگا ہے تیر سینے میں جگر سے خون جاری ہے جیتے ہیں نہ مرتے ہیں عجب قسمت ہماری ہے قارئین! میرے بھائی کی کہانی میری زبانی سنئے جو ایک بہت ہی بڑے حادثہ کی وجہ سے ہوئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ میری زندگی کی پہلی کہانی ہے۔

اور مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کوئی جواب عرض نام کا رسالہ میرے سامنے آئے گا اور میں اپنے دل کی

باتیں دنیا کے سامنے لاؤں گا۔

قارئین! یہ میرے پیارے بھائی سرفراز حسین کی کہانی ہے جو اللہ پاک کو پیارے ہو گئے یعنی شہید ہو گئے وہ ایک گلاب کا پھول تھا جس کی مہک فز میں ابھی تک لہرا رہی ہے قارئین کہانی شروع کرنے سے پہلے میرے ہاتھ تسلیم نہیں کر رہے تھے۔ کہ میں اس کو لکھوں لیکن کہتے ہیں نہ کہ کسی کے ساتھ اپنا دکھ شیئر کرنے سے من کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔

ہم چار بھائی تھے بڑا عمر، پھسرفراز پھر میں اظہار اور مجھ سے چھوٹا افتخار میرے بھائی کو اس دوست سرفراز کے نام سے پکارتے تھے وہ خود بھی اپنا

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 169

حادثہ

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء 168

حادثہ

نام فراز لکھتا تھا بھائی سرفراز ہم سب سے امی ابو کا لاڈلہ تھا جو ضد کرتا ابو اس کی ہر ضد کو پورا کرتے جب وہ چھوٹا تھا تو ابو نے اسے ایک پرائمری سکول میں داخلہ دلوا دیا ہر روز اس کی کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں سے شکایت ضرور آتی ظاہر ہے جو لاڈ پیار سے پلاتا تھا تو شرارت تو کرے گا ہی۔

جب وہ پانچویں کلاس میں پہنچا تو ہم بھی اسکول پڑھنے کے قابل ہوئے ابو نے مجھے اور افتخار کو بھی اسکول میں داخلہ دلوا دیا۔

جب اس نے پرائمری پاس کر لی اور اس کا پڑھائی میں بھی دھیان بڑھنے لگا اور وہ سمجھدار ہو گیا تھا ابو نے اسے گندواہ ہائی سکول میں داخلہ دلوا دیا۔ وہ پڑھائی کی طرف اتنا متوجہ ہو گیا کہ جب کبھی سکول میں جلسہ یا کوئی تقریب ہوتی تو سرفراز اس میں ضرور شمولیت حاصل کرتا وہ بہت قابل تھا۔ کچھ میں تو کیا نعت یا کوئی ملی نغمہ میں بھی کوئی اس کا مد مقابل نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ سب اساتذہ بھی اس سے خوش تھے وہ سکول میں روزانہ صبح اسمبلی میں دعا بھی پڑھاتا تھا۔

اس نے بہت سارے پروگراموں اسکاؤٹنگ وغیرہ میں حصہ لیا اور بخوبی اسے سرانجام دیتا اور اسے داد بھی ملتی جب اس نے میٹرک کلیئر کیا تو اسے مدرسہ میں جانے کا شوق ہوا اس میں گھر والوں کی رضامندی نہیں تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ بہت لاڈ پیار سے پلا ہے وہ وہاں نہیں رہ سکتا۔ مگر وہ تو ضدی تھا بالآخر ابو کو اسے اجازت دینی پڑی تقریباً وہ ایک ماہ میں وہاں پر رہ نہیں سکا اور واپس چھٹی پر آتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نہیں جاؤں گا مجھے گھر والوں کی یاد آ رہی تھی اس لیے میں اب نہیں جاؤں گا اور پھر اس نے بھائی کو کہا کہ وہ کوئی کاروبار کرے میں اس میں اس کا ساتھ دوں گا بڑے بھائی نے اسے نو نو اسٹیٹ کی دکان بنا

کر دی اور پھر اس نے اس کاروبار کو بہت اونچائی تک پہنچایا کیوں کہ وہ جس کام میں بھی شوق سے بیٹھتا اسے کامیاب بنا کر ہی چھوڑتا اور ساتھ ہی ساتھ پرائیویٹ امتحان دیتا رہا اس نے ایف ایس سی کے بعد بی ایس سی کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ دکان کو بھی چلاتا رہا دکان کو فرسٹ پوزیشن پر لا کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس نے نادرا میں اپلائی کیا وہ کامیاب ہو گیا میں روزانہ سکول جاتا اور گھر کے کام کاج بھی کرتا بھائی سرفراز تو کام کرتا نہیں تھا کیونکہ اسے کام میں سے الرجی تھی اگر مجبوراً وہ بھی کوئی کام کرتا تو اس کے پورے جسم میں جھجکی ہوتی اور گرمیوں میں تو وہ کونینہ جاتا تھا اس سے یہاں کی گرمی برداشت نہیں ہوتی تھی۔

قارئین اب آتے ہیں کہانی کے دوسرے رخ میں ایک مرتبہ اس کے کونینہ سے دوست آئے ہمارا یہ رواج ہے کہ کوئی دوست اگر ہمارے گھر آئے تو اسے پکک یا کسی اچھی جگہ سیر و تفریح کرنے کیلئے ضرور لے جاتے ہیں سرفراز بھائی نے اپنے دوستوں کو کہا کہ یار کل اتوار ہے مجھے بھی نادرا آفس سے چھٹی ہے کیوں نہ ہم پکک پر جائیں تو انہوں نے کہا کہ واہ بھائی یہ تو بہت اچھی بات ہے مگر ہم جائیں گے کہاں کیا یہاں کوئی قدیمی یا کوئی تاریخی منظر دیکھنے کو ملے گا۔

قارئین میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہمارے ہاں ضلع جھل مگسی بلوچستان سے ایک پیر ہے جس کا نام پیر پھٹل نورانی ہے یہاں پورے پاکستان کے لوگ آتے ہیں اس کا ہر سال گرمیوں میں عرس ہوتا ہے یہاں کھجوریں بہت ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ پیر پھٹل نورانی کا جو مزار ہے ٹھیک اس کے پاؤں کی طرف سے نیچے سے پانی نکلتا ہے بہت ہی صاف اور شفاف اور ٹھنڈا پانی ہے۔

وہاں ایک تالاب ہے اس میں اتنی مچھلیاں

ہیں کہ پوچھو مت مگر ان مچھلیوں کو کھانے میں گناہ سمجھا جاتا ہے ہزاروں کی تعداد میں مچھلیاں ہیں اتنا صاف پانی ہے کہ 5 فٹ نیچے پڑی ٹنگریاں بھی صاف نظر آتی ہیں اور خاص بات یہ کہ وہ پہاڑی علاقہ ہے لوگ پہاڑ پر چڑھ کر اپنی تصویریں وغیرہ بھی نکالتے ہیں تو بھائی سرفراز نے انہیں وہاں لے جانے کا فیصلہ کیا پیر پھٹل نورانی ہمارے شہر گندواہ سے تقریباً 20 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

اس کے پانی کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کا پانی گرمیوں میں بہت ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم رہتا ہے اس کے چاروں اطراف پہاڑ اور کھجوریں ہیں وہ بہت ہی دل فریب منظر ہے۔ اگلے دن انہوں نے ماموں کی گاڑی لی اور ایک ڈرائیور بھی لیا اور اس ڈرائیور کا دوست بھی ان کے ساتھ چلا پکک کا سارا سامان اٹھایا اور چل دیئے۔

راتے میں وہ بڑی خوشی سے جا رہے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق اور گپ شپ کرتے گئے جب وہ وہاں پہنچے تو کھانے کا ناظم بھی ہو گیا انہوں نے کہا کہ بھائی سرفراز پہلے کھانا کھائیں گے بعد میں گھومیں گے پھر سیر و تفریح بعد میں ابھی ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ بھائی اب نانی اماں کون بنے گا مطلب کہ سالن کون بنائے گا۔ تو سرفراز بھائی نے کہا میں بناؤں گا۔

سامان وغیرہ جیسے گوشت نمائز مصالحہ وغیرہ لائے گئے دوسرے سارے اس تالاب جسے سن کہا جاتا ہے اس میں نہانے لگے اور سرفراز بھائی کو داد دی کہ آپ نے بہت ہی لذیذ کھانا بنایا تھا پھر ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کرنے تھوڑا بہت گپ شپ کرنے کے بعد سب نے مل کر کہا کہ آؤ پہلے زیارت کریں پھر گھومتے ہیں سارے لوگ دربار میں گئے زیارت کی اور باہر آ گئے پھر سے سن میں

نہانے لگے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق مستی کرنے لگے ایک دوسرے کو پانی میں دھکا دے رہے تھے اور پانی میں ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر مینار بناتے ہوئے اپنی ویڈیو بناتی تھی لیٹ بھی ہو رہی تھی سارا دن تو پتہ ہی نہیں چلا کھیل مذاق میں گزر گیا دل نہ چاہتے ہوئے بھی وہ وہاں سے روانہ ہوگا۔

یہ تقریباً 4 بجے کا ناظم تھا واپسی اس ڈرائیور کے دوست نے کہا کہ میں گاڑی چلاتا ہوں اس کو گاڑی تو تھوڑا بہت چلانا آتی تھی اس کے زیادہ اسرار کرنے پر ڈرائیور نے اسے گاڑی دے دی۔ وہ مذاق بھی گاڑی تیز چلاتا تو کبھی آہستہ سب نے کہا کہ یار گاڑی ٹھیک طرح چلاؤ میرا بھائی سرفراز اس کے دوست آگے بیٹھے تھے اور میرا ماموں کا بیٹا اور اس کے دوست پیچھے بیٹھے تھے پیچھے والا حصہ تھوڑا سا ٹھیک نہیں تھا سرفراز بھائی نے ماموں کے بیٹے کو کہا آپ اندر آؤ یعنی آگے آؤ میں پیچھے جاتا ہوں پھر بھائی پیچھے بیٹھ گیا اس ڈرائیور کے دوست کی وہی حرکت تھی پھر سے سب نے سمجھا یا کہ بھائی ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ پیش آئے اس نے ٹکمر سے کہا نہیں یار گاڑی میرے کنٹرول میں ہے گاڑی اسپید سے جا رہی تھی کہ سامنے آجائیک اونچائی کے ساتھ موڑ بھی آ گیا اس نے گاڑی کو کنٹرول میں لانے کی کوشش کی مگر گاڑی کا ایک ٹائر سلب ہو گیا اور ڈرائیور کا دوست گاڑی کو کنٹرول نہ کر سکا گاڑی اٹھنے والی تھی کہ سرفراز بھائی نے چھلانگ لگا دی گاڑی الٹ گئی پھر سامنے سے موڑ آ گیا اور گاڑی وہاں سے نیچے گر گئی ایک دوست کے اوپر گاڑی آ گئی دوسرے کی گردن میں گاڑی کا لیور ٹھس گیا اور وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا ڈرائیور اور اس کے دوست جو گاڑی چلا رہے تھے ان دونوں کو معمولی سی چوٹیں آئی تھیں وہ تو سارے بچ گئے مگر بھائی سرفراز

نے چھلانگ لگائی تو وہ نیچے جا کر اس کا سر ایک پتھر سے ٹکرایا اور وہ وہاں ہی بے ہوش ہو کر گر گیا تھا۔ جب سارے لوگ اٹھے تو سب بھائی کے پاس گئے اس کی حالت دیکھ کر ڈرائیور کا دوست بھاگ گیا اس نے سوچا کہ کہیں یہ میرے اوپر ہی نہ پڑ جائے جب گھر والوں کے ساتھ رابطہ کرنا چاہا تو بد قسمتی سے وہاں پر نمٹ درک نہیں تھا پھر اپنی مدد آپ انہوں نے بھائی کو اٹھایا اور جب گاڑی کی طرف ایک نظر دیکھا تو وہ چلنے کے قابل ہی نہیں تھی پھر میرا ماموں کا بیٹا اور ایک دوسرے دوست نے وہاں سے دور 10 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاڑی لے کر آئے اور گندواہ کی طرف روانہ ہو گئے میرے بھائی کو سر میں شدید چوٹیں آئی تھیں جس کی وجہ سے اس کے منہ اور ناک سے خون اتنا بہہ رہا تھا اور دوسرے سارے دوست بھی خون میں لت پت تھے کیونکہ ان کو بھی کافی چوٹیں آئی تھیں جب وہ یہاں پہنچے تو سب سے پہلے میرے بھائی سرفراز اور اس کے بعد میرے ماموں کے بیٹے کو اٹھایا جس کی گردن میں لیور لگا تھا میرا بھائی خون میں اتنا لت پت تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

بقول شاعر

اس آخری نظر میں عجب درد تھا مبشر
اس کے جانے کا رنج مجھے عمر بھر تڑپاتا رہا
وہ لمحہ جس کو دیکھ کر رو گئے کھڑے ہو رہے
تھے انہوں نے اسے گندواہ شہر کی ہسپتال میں لایا
اور ہمارے گھر اطلاع دی۔ اس وقت نام تقریباً 7
بجے کا تھا کسی نے آکر ابو کو بتایا آپ کا بیٹا سرفراز
زخمی پڑا ہے آپ آجائیں ہم سب نے سنا اور سوچا
کہ چھوٹا مونٹا انکسڈنٹ ہو گا بڑے بھائی نے کہا کہ
کسی نے انوا پھیلایا ہے وہ نہیں جا رہا تھا پھر بعد
میں پکی خبر ملی کہ بھائی واقعی یہ حادثہ ہوا ہے تو ابو
بہت پریشان ہو گئے اور جلدی جلدی عمران بھائی

ہسپتال گیا وہاں جا کے دیکھا تو نہ کوئی ڈاکٹر نہ کوئی
ایکشن چیز اسی نے دروازہ کھولا ہے اور سارے
بیٹھ کے بس دیکھ رہے ہیں جب عمران بھائی نے
اپنے پیارے اور لاڈلے بھائی کی یہ حالت دیکھی تو
اس کے پاؤں تلے زمین ہی نکل گئی اور اس کے
رو گئے کھڑے ہو گئے ہمارا ایک کزن ڈاکٹر ہے اس
وقت وہ اپنے گھر میں تھا عمران بھائی نے موٹر
سائیکل نکالی اور سیدھا اس کے پاس گیا جب اس
کے ساتھ یہ واضح بیان کیا تو وہ پریشان ہو گیا اور بولا
جلدی چلو وہ لوگ سیدھے ہسپتال پہنچے وہاں جا کر
اس نے پنی کی رفرز کو مگر خون رک ہی نہیں رہا تھا
اس کو سر میں بہت گہری چوٹیں آئی تھیں اس کے جسم
سے تقریباً خون ختم ہو چکا تھا اس کو خون کی اشد
ضرورت تھی مگر وہاں تو کوئی سسٹم ہی نہیں تھا جب گھر
میں اصل بات کا پتہ چلا تو ماتم سا چھا گیا قارئین
میں یہ بتاتا چلوں کہ اس نے شادی بھی نہیں کی تھی
اس وقت میں اور ابو معذور تھے ان کی ایک ٹانگ
مصنوعی ہے وہ کسی حادثہ میں کٹ گئی تھی ای نے ابو
کو کہا کہ جاؤ آپ دیکھ کر آؤ کہ میرے لال کو کیا ہوا
ہے پھر ابو نے مجھے کہا کہ موٹر سائیکل نکالو جا کر
دیکھیں تو میں نے کہا ابو مجھے موٹر سائیکل چلانا نہیں
آتی ابو نے کہا بیٹا پھر دوسرا تو کوئی نہیں چلو سیدھا
روڈے ہو تا ابو کے اسرار پر میں نے موٹر سائیکل نکالی
ہم راستے میں جا رہے تھے کہ ساتھ میں یہ سوچ رہا
تھا کہ شاید جھوٹی موٹی چوٹیں آئی ہوں گی جب
وہاں جا کر دیکھا تو میرا بھائی سرفراز ایک لوہے کی
چارپائی پر لیٹا ہوا تھا ناک اور منہ سے بے حد خون
نکل رہا تھا میرا چھوٹا بھائی ایک سائڈ پر بیٹھا رو رہا
تھا میں اپنے پیارے بھائی کی جب یہ حالت دیکھی تو
میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی اور اسے دیکھتے ہی
میری آنکھوں آنسو خود بخود بہنے لگے میرا چھوٹا بھائی
میری حالت دیکھ کر اور زور سے رونے لگا اور میں

دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔
ہم اشکوں کے نغمے گاتے رہیں گے
تیرے پیار میں گنگنا تے رہیں گے
دعا میں نہ ہماری ہوں منظور جب تک
خدا کا ہم در کھٹکتا رہیں گے
پھر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی
سہولت میسر نہیں ہے لہذا ہم اس کو درد کا انکشن
دیگرہ کرتے ہیں اس کے بعد آپ انہیں لاڑکانہ یا
کوئٹہ لے جائیں پھر ہمارے بڑے بھائی عمران
نے موٹر سائیکل لی اور گھر جا کر کچھ پیسے لیے پھر امی
نے بھائی کے ساتھ ضد کی کہ مجھے بھی لے چلو تاکہ
میں بھی اپنے بچے کی حالت دیکھ لوں پھر بھائی نے
کہا کہ امی پلیز میں آپ کو لے کر جا رہا ہوں مگر
وہاں پر رونا نہیں جب بھائی ہسپتال پہنچا تو ابو نے
ایمبولینس کرائی تھی ہم سب جلدی سے ایمبولینس
میں بیٹھ گئے میں نے بھائی کا سراپنی گود میں رکھا ہوا
تھا امی اور ابو اس کے اوپر تلاوت کر رہے تھے۔
جب عمران بھائی نے سرفراز کی جیب میں
دیکھا تو اس میں ایک ڈیجیٹل کیمرہ دو موبائل اور
کچھ پیسے تھے بڑے بھائی نے مجھے دیئے سرفراز کے
جیب سے نکال کر پھر میں نے اپنی جیب میں رکھ
لیے تو اس کیمرہ اور موبائل کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا پھر
میں نے اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا خون تو رکنے
کا نام ہی نہیں لے رہا تھا میرے کزن کو کہ ڈاکٹر تھے
اس نے راستے میں ہی ڈاکٹروں سے گفتگو کی تھی
جب ہم منزل مقصود پر پہنچے تو ڈاکٹر پہلے سے ہی
موجود تھے ہم ایمبولینس سے اترے ہی نہیں تھے کہ
ڈاکٹر نے آکر چیک کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو اللہ کو
پیارا ہو گیا ہے اللہ اکبر پھر وہ گھڑی تو ہمارے لیے
قیامت کی تھی تو قارئین یہ بھی میرے پیارے بھائی
کی کہانی اور آگے میں بیان نہیں کر سکتا۔
آخر میں ایک غزل پیش کرتا ہوں اس کے



بھرم

اگر بچھڑنا ہے تمہیں مجھ سے
تو شوق سے بچھڑ جاؤ مگر!
تمہیں قسم ہے جاناں.....
بچھڑنے سے پہلے اک وعدہ کر دوں مجھ سے
کہ بعد بچھڑنے کے.....
تم یاد رکھو گی مجھ کو.....
اگر تم بھلانا چاہو مجھ کو
تو بیشک بھلا دینا.....
برباد، نقش کو مٹا دینا
یہ اجازت ہے تم کو.....
ہاں..... مگر
مجھ کو اتنا بھرم تو ہو گا
کہ بچھڑنے سے پہلے
تم نے اک وعدہ کیا تھا مجھ سے
کہ تم.....
یاد رکھو گی مجھ کو.....
یاد رکھو گی مجھ کو.....

(اے آر راہیلہ منظر جھمرہ ٹی)

جواب عرض ڈائجسٹ

حادثہ

جواب عرض ڈائجسٹ

حادثہ

چاہتوں کے کنول

✑.....تحریر: عمران انجم ملک، ستہ یانی آزاد کشمیر

قارئین ایک دن کچھ یوں ہوا کہ میرا کالج میں ایک پریڈ فریڈ تھا میں موریت سے بچنے کے لیے قریبی پارک میں چلا گیا مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا جب انیلہ کو پارک کے ایک کونے میں کسی لڑکے کے کندھے پر سر رکھے بیٹھے دیکھا تو میرے رگ و پے میں خون کھول اٹھا اور میں فوراً ہی انیلہ کے پاس چلا گیا مجھے اپنے سامنے پا کر انیلہ کا رنگ زردی مائل ہو گیا اور جسم میں تھرتھراہٹ اگئی خوف و ہراس کے عالم میں انیلہ سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا تھا اس کی زبان کنگ ہو چکی تھی ذہن مائوف ہو چکا تھا کیونکہ اس نے میرے پیار کو سر بازار نیلام کیا تھا اور میری بے کوشاں چاہت کی دھجیاں اڑائی تھیں میں نے فقط اس کو وہاں بیٹھے بیٹھے اپنے نئے پیار کی مہکباد دی تو اس کے ساتھ کالز کا اسے حیرانگی اور نفرت سے دیکھنے لگا۔ اتنا کہہ کر میں نے واپس اپنے کالج کی راہ لی۔ دل و دماغ پر بجلیاں سی گر رہی تھیں۔

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

آسمان معمول کی طرح آج بھی دوپہر ڈھلتے ہی بادلوں کے گھٹا نوپ غلوں میں لپٹا ہوا تھا اور شام سے پہلے ہی شام کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ہوائیں پوری رفتار سے حرکت میں تھیں اور ہر چہرہ پر پند اس خوفناک ماحول سے گھبرا کر اپنے آئین کی راہ لیے ہوئے تھے۔ خوفناک کا چاروں طرف دور دورہ تھا ہر چیز شام سے پہلے ہی اندھیرے میں لپٹی ہوئی دکھائی دے رہی تھی میں اپنے کچن کے ایک کونے میں کھڑا یہ سہا دتا ہوا ہینیا تک منظر اپنی چشم تر سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ابر رحمت کی التجا بھی کر رہا تھا کیونکہ جس طرح کا ماحول بنا ہوا تھا یوں لگ رہا تھا کہ

کوئی قیامت ٹوٹنے والی ہے اور شاید یہ بستی پانی کے ریلے سے نیست و نابود ہو جائے گی اور صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی سوچوں کے طوفان میں گھرا ہوا میں واپس اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا اور مجھے میرے ماضی کے ایک بچھڑے دوست کی یاد شدت سے ستانے لگی کیونکہ آج ڈھلتی دوپہر جو شام غم کا منظر پیش کر رہی تھی اس روز بھی کچھ ایسا ہی سا ہندھا ہوا تھا جب میں اپنے دوست کی کال پر اس کے گھر گیا تھا جب میں اس کے گھر پہنچا تھا تو ماحول اور بھی گھٹن اور اذیت میں ڈوبا ہوا تھا کیونکہ میرے دوست کے چہرے پر اداسی ہی اداسی تھی اس کے کمرے کی در



دوباروں سے وحشت ٹپک رہی تھی ہر شے سے ویرانی جھلک رہی تھی فضا پڑمردہ اور پر مٹھن بھی اور ساتھ ہی ساتھ میرے دوست کی آنکھوں سے اشک ساون بھادوں کی طرح بہہ رہے تھے کیونکہ وہ محبت کے میدان میں شکست فاش سے دوچار ہوا تھا اور اب وہ زندگی سے حدودِ جنت فرات کرنے لگا تھا۔

قارئین آپ مرضِ محبت کے متعلق بخوبی جانتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسی جان لیوا بیماری ہے جس سے انسان چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑا سکتا کتنا بڑا دکھ ہوتا ہے جب انسان اپنے محبوب کو بڑی شدتوں کے ساتھ پیار کرے اور بدلے میں اس کے ساتھ دھوکہ ہو پھر واقعی زیت عذاب لگنے لگتی ہے۔ ہر انسان سے اعتماد اور اعتماد اٹھ سا جاتا ہے کیونکہ انسان کا دل کاغذ کی مانند ہوتا ہے اور کاغذ جب ٹوٹ جائے تو اس کی کرچیاں دل و جگر میں پوسٹ ہو کر انسان کو خون کے اشک رولاتی ہیں نجانے کیوں ہر انسان ایک دوسرے کو دھوکہ دینے پر تیار ہوا نظر آتا ہے ہر کوئی مطلب اور مقصد میں لپٹی ہوئی محبت کرتا ہے۔ نجانے لوگ یہ کیوں سمجھنے سے قاصر ہیں کہ محبت ایک بے لوث، سچا و پکا اور پاکیزہ بندھن ہے آج کل کی ستم ظریفی یہ ہے کہ زیادہ تر لوگ وقت گزاری کیلئے محبت کرنے لگے ہیں۔ میری ان تمام لوگوں سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ کی دلی اور وقت گزاری کرنا کسی معصوم انسان کی جان بھی لے سکتا ہے اور پھر روزِ محشر کسی بے گناہ کی جان کا ذمہ آپ کے سر پر ہوگا خدا را کسی کے جذبات سے نہ پھیلے ورنہ ضمیر کی تشویش آپ کو ساری زیت جین سے نہیں رہنے دے گی اور پھر مہر بھر کا پچھتاوا آپ کا مقدر بن جائے گا اور بیوقوفی کا مرتکب ہو کر اپنے دامن کو دھوکہ بازی اور کسی کے جذبات و احساسات کے سیاہ اور گندے دھبوں سے محفوظ رکھیں۔ آئیے قارئین باقی کی کہانی میرے دوست کی زبانی سنئے! بقول شاعر۔

اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا جانے کیوں آج تیرے نام پہ رونا آیا یوں تو ہر شام امیدوں میں گزر جاتی ہے آج کچھ بات تھی جو شام پر رونا آیا کبھی تقدیر کا ماتم کبھی دنیا کا گلہ منزل عشق میں ہر کام پہ رونا آیا جب ہوا ذکر زمانے میں محبت کا دوست عمران مجھے اپنے دل نادان پہ رونا آیا میرا نام احمر ہے، میں آزاد کشمیر کے ضلع کوٹلی میں پیدا ہوا میری پیدائش پر ہر والدین کی طرح جشن منایا گیا کیونکہ میں اپنے والدین کی اگلی اولاد تھا اور بڑی منتوں مرادوں کے بعد اپنے والدین کو ملا تھا۔ لیکن میری شوخی قسمت جب میں سات برس کا تھا تو والدہ محترمہ داغ مفارقت دے گئیں اور یہی بات میری محرومی اور بربادی کا مقدر بنی، کیونکہ بچپن سے ہی ماما کے پیار کی پیاس دل ہی دل میں رہ گئی تھی۔ حالانکہ ابھی مجھے ٹھیک طرح سے والدہ کی اہمیت و عظمت کا اندازہ نہ تھا کیونکہ میری عمر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی اپنے ساتھی بچوں کو اپنی ماماں سے پیار و محبت کرتے دیکھتا تو میرا دل بھی پیبی کہتا کہ کاش آج میری بھی ماما زندہ ہوتی تو آج میں بھی ان کے گلے لگ کر ان سے ہزاروں گلے شکوے کرتا، ان سے منتی فرمائشیں کرتا، ان کو بات بات پر تنگ کرتا اور وہ بدلے میں مجھے لاڈ و پیار سے مناتی اور میری معصوم حسرتوں اور آرزوؤں کو تلی جامہ پہناتی۔ پر افسوس تقدیر کے بے رحم دیوتا نے مجھ سے میرا قیمتی اثاثہ بچپن کے ہی سہانے دنوں میں زبردستی چھین لیا پر میں مشیتِ ایزدی کے آگے مجبور تھا کچھ بھی نہیں کر سکتا اتنی بد قسمتی کے اپنی ماما کے تابوت کو آخری کندھا بھی نہ دے سکا۔ پھر چند ہی دن گزرے تھے کہ میری خالہ مجھے اپنے ساتھ لے گئی کیونکہ یہاں پاپا کے گھر کوئی بھی میری پروری کرنے والا نہیں تھا۔ وقت کا دیوتا

دھیرے دھیرے گزرتا گیا اور میں خالہ لوگوں کے گھر کا فرد بن کے رہ گیا۔ کبھی کبھی پاپا مجھے ملنے آ جاتے اور کبھی میں پاپا کو ملنے اپنے گھر چلا آتا۔ قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ میری خالہ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ خالہ ہمیشہ ہی مجھے اپنے سگے بیٹے کی طرح سمجھتی رہی کیونکہ وہ اپنی مرحومہ آپا کے دل و جان سے پیار کرتی تھی اور ان کی جوان موت سے ان کو دلی صدمہ پہنچا تھا پروہ خالق کائنات کی مرضی کے آگے بے بس، لاچار اور مجبور تھیں۔ وقت کا پچھلی دنیا کے بہتے پانی کی طرح آہستہ آہستہ رواں دواں تھا۔ میں بھی اپنی خالہ جان کے بچوں کے ساتھ قریبی سکول میں جایا کرتا تھا ان کا بیٹا عامر ساتویں کلاس میں تھا اور خالہ کی بیٹی علیشا پانچویں جماعت میں تھی جبکہ میں اور کوئل دونوں ہی چھٹی جماعت کے سنوڈنٹ تھے۔ آپ کو بتاتا چلوں کہ خالہ اور خالو کے علاوہ کوئل بچپن سے ہی مجھ پر جان چھڑکتی تھی حالانکہ وہ بالکل معصوم تھی، صاف و شفاف ذہن تھا اس کا پر جب ہم کزنوں کی آپس میں ہیلیتے لڑائی ہو جاتی وہ ہمیشہ میزبانی سنبھال لیا کرتی تھی اور میری غلطی ہو بھی تو پھر بھی ماما، پاپا کو اپنے بھیا اور بہن کی شکایت کرتی تھی اسی وجہ سے وہ مجھے بھی دل و جان سے عزیز تھی۔ کیونکہ چھوٹوں کا ذہن ہمیشہ پاکیزہ اور پارسا ہوتا ہے انہیں جس طرف سے بھی پیار و چاہت کے مہکتے کنول ملیں وہ اسی طرف کا رخ کرتے ہیں۔ ماما و سال گزرتے گئے اور کھیلنے کودتے ہم نے آٹھویں کا امتحان پاس کر کے گاؤں سے تھوڑا دور رہائی سکول میں جایا کرتے ہیں میں چونکہ خالہ کی سگی اولاد نہیں تھا پھر بھی خالہ اور خالو نے مجھے بھی ایسا احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان کا بھانجا ہوں وہ اپنے بطن کے بچوں سے بڑھ کر مجھ پر اپنا پیار پھار کر رہے تھے اور میں بھی ان کو دل و جان سے عزیز سمجھتا تھا۔ اب ہم کزنز اچھی طرح سے ہوش و حواس سنبھال چکے تھے

اور میں کوئل کی نظر محبت کو بخوبی سمجھتا تھا کیونکہ اب ہم کوئی بچے نہ رہے تھے ہر اچھائی اور برائی کو سمجھتے تھے۔ حالانکہ ہم دونوں ایک ساتھ سکول جاتے تھے اور اکٹھے ہی واپس آتے تھے، لیکن کبھی کبھی کوئی ایسا ویسا خیال ذہن کے درپچوں سے نہیں ٹھکرایا کٹھنے آنے جانے اور گھر میں اک ساتھ رہنے کی وجہ سے کوئل کئی بار میں اشاروں کنایوں میں اپنی والہانہ محبت و چاہت کا پرچار کر چکی تھی۔ لیکن میں ابھی تک خاموش تھا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ خالہ اور خالو جنہوں نے مجھ کو اپنے ماں، باپ سے بڑھ کر پیار کیا اور پالا میں ان کے اعتماد کو کھوس پہنچاؤں اور ان کے ارمانوں کا خون کروں۔ اسی بات کے پیش نظر ابھی تک میرا جواب نفی میں تھا۔

لیکن بالآخر میری سرد مہری نے کوئل کو ایک رات شدید قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہوا کچھ یوں کہ کوئل کا بھائی اس دن اپنے چچا کے گھر چلا گیا اور میں روم میں اکیلا ہی لیٹ گیا۔ رات کے گیارہ بجے مجھے دروازے پر ہلکی سی دستک آئی تو میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا کوئل دبے پاؤں اندر آگئی میں اک بار کانپ کے رہ گیا یہ سوچ کر کہ اگر خالہ یا خالو کو پتہ چل گیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی کیونکہ خالہ اور خالو الگ روم میں سوتے تھے اور کوئل اور علیشا ایک روم میں ہوتی تھیں، لیکن آج موقع ملے ہی اپنے دل و جان سے مجبور ہو کر تمام خطرات کو بالا طاق رکھ کر دیوتا دل کے پاس آگئی تھی پھر خود ہی اس نے دروازے کو لاک کر دیا اور بے خوف و خطر ہو کر میرے بیڈ پر بیٹھ گئی اور ساتھ ہی مجھے بھی بٹھا لیا میں اندر ہی اندر کانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو طوفانِ ٹوٹ پڑے گا اور اس گھر میں میری حیثیت اچھوت کی سی ہو جائے گی پر ان تمام حالات و خدشات سے بے نیاز ہو کر وہ اپنی ٹھنیری زلفوں کے ساتھ ادائے بے نیازی سے میرے چہرے کا طواف کئے جا رہی تھی۔

کچھ دیر کی جان لیوا خاموشی کے بعد بولی احمر مجھے تمہاری سرد مہری اور بے رحمی مجھے سردیوں کی اس بے بستہ رات میں تمہارے روم تک لے آئی۔ مجھے تمہارے جذبات اور احساس کا شدت سے احساس ہے اور ساتھ ہی ساتھ تمہارے دل کے دوسو سو کے متعلق بھی خیال ہے پھر میں کیا کروں میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہاری چوکھٹ یہ مجھ پر ریز ہوں اور تب تک اس روم سے باہر نہیں نکلوں گی جب تک تم حسب ضرورت اپنے پیار کی خیرات میری پیاسی جھولی میں نہیں ڈال دیتے اور میری جنونی محبت کو اپنے اظہار کے سمندر سے سیراب نہیں کر دیتے میں نے بہت بار سوچا کہ تمہیں بھول جاؤں پر تم ہمیشہ کی طرح میری سوچوں اور خیالوں کی دنیا پہ چھا جاتے ہیں اور میرے من کے مندر کو دیران کر جاتے ہیں۔ آج یا تم کو میری بے لوث پاکیزہ پارسا چاہت کا اقرار کرنا پڑے گا یا پھر اپنے ہاتھوں سے گلے گھونٹنا پڑے گا۔ آج اور اسی وقت تم کو فیصلہ کرنا پڑے گا یا میرے دل کی بنجر زمین کو اپنے پیار سے سیراب کرو گے اور اس گلشن کے باغبان بنو گے یا پھر میرے دل و دماغ کی دنیا کو تہہ و بالا کر کے مجھے ہمیشہ کیلئے مٹا دو گے۔

احمر! میرا یقین کرنا میں تمہارے بن بہت ادھوری ہوں، تمہارے سوا مجھے نہ کچھ دکھائی دیتا ہے نہ کچھ سنائی دیتا ہے میں محبت کی دنیا سے نکل کر عشق کی جنونی دنیا میں پہنچ چکی ہوں، مجھے ہر حال میں اور ہر قیمت پر تمہارے پیار کی اشد ضرورت ہے میں ہمیشہ تمہاری باندی بن کر رہوں گی اور تمہارے چین و سکون کی خاطر اپنی جان کے نذرانے کو بھی اک حقیر سا تحفہ جان کر تم پر چھاد کر دوں گی۔ میں ازل سے تمہاری محبت کی پیاسی ہوں مجھے تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے بس ہمیشہ کیلئے تمہارے گلے کا ہار تمہاری باندی کی زینت اور تمہاری تنہا راتوں میں چاندنی

بن کر رہوں گی۔ سچ پوچھئے تو اس معصوم کول سی کول نے چند منٹوں میں اپنی جذباتی تقریر کر ڈالی کہ مجھے اپنا آپ سنبھالنا مشکل لگنے لگا اور بالآخر تمام احساسات و خدشات کو بالائے طاق رکھ کر کول کی محبت کے کنول کے آگے میرے من نے بھی گھٹنے ٹیک دئے اور میں نے نہ صرف اسے اپنی چاہت کا اظہار کیا بلکہ بیڈ پر بیٹھے بیٹھے اسے بے انتہار پیار بھی کر ڈالا اور وہ بیچاری خوشی سے سرشار ہو کر بھاگ نکلی اور واپس اپنے روم میں پہنچ گئی خوش قسمتی سے اس کے آنے اور جانے کی کسی کو کانوں کا خبر نہ ہوئی۔ اور یوں بدنامی اور رسوائی کا ناگ جو کنڈلی مارے مجھے دکھائی دے رہا تھا وہ اک دم سے میری آنکھ کے پردوں سے دور ہٹ گیا۔ رات آہستہ آہستہ گزرتی چلی گئی اور میں پوری رات اس وفا کی دیوی کے متعلق سوچتا رہا گیا اور دل سے دعا بھی کی کہ اللہ اس کے پاکیزہ اور برتر نام جذبات کی لاج رکھنا اور ہم دونوں کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب و کامران فرماتا۔ رات پوری ہی کول کے متعلق سہانے سنے دیکھتے گزر گئی مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ اس کی رات کیسے گزری اور وہ سوا ہی گئی یا جاگتی رہی۔ کیونکہ وہ مجھے اک انجانے سے تیشے میں مست چھوڑ کر میری باندیوں سے نکل کر بھاگ گئی تھی۔

بقول شاعر۔

اپنی آغوش میں کسی روز چھپا لو مجھ کو
غم دنیا سے میری جان بچا لو مجھ کو
تم کو دے دی ہے اشاروں میں اجازت
مانگنے سے نہ ملوں تو چرا لو مجھ کو
اپنے سائے سے بھی اب تو ڈر لگتا ہے
ہو جو ممکن تو نگاہوں میں چھپا لو مجھ کو
دل میں ناکام تمنائوں کا طوفان سا ہے
میری ابھن، میری وحشت سے نکالو مجھ کو
ان کو لکھنا ہے کسی روز یہ خط
ہم تو خود کے بھی نہیں اپنا بنا لو مجھ کو

رفتہ رفتہ وقت اپنی منزل کی جانب خراماں خراماں گزرتا چلا گیا اور ہم سکول لائف سے نکل کر کالج کی مدہوش فضاؤں میں آ گئے۔ عامر تو میٹرک کے بعد سکول چھوڑ کر پایا کے ساتھ کاروبار میں لگ گیا اور ہم دونوں نیکانج ایڈمیشن لے لیا ہم دونوں اکٹھے جاتے اور آتے تھے اس دوران ملاقاتوں کا سلسلہ بھی چلتا رہا لیکن خدا گواہ ہے کہ ہم کبھی حد سے نہیں گزرے اسی لیے ہماری محبت ابھی تک پہلے روز کی طرح پر جوش انداز میں چل رہی تھی کول میرا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی میرے ڈریسز اور میرے کھانے پینے کا اسے بہت خیال ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ دل ہی دل میں مجھے اپنا ناجازی خدامان چکی تھی اور مستقبل کے سہانے سنے بھی سجا رہی تھی جو اس کے چہرے سے عیاں تھے اور اس کی پلکوں پر نمایاں تھے اس کی آنکھوں میں مجھ کو پانے کی تمنا واضح نظر آتی تھی اور پھر بالآخر اس کی دواہانہ محبت کو اس کی اما کی عقابی نظروں نے بھانپ لیا لیکن وہ منہ پر کچھ نہ بولی وہ دے چھپے لفظوں میں میری حوصلہ افزائی کرنے لگی جس کی بدولت میرا حوصلہ بڑھنے لگا اور میں بھی تمام تر شدتوں اور چاہتوں کے سنگ کول کو چا بنے لگا اور اس وفا کی دیوی کا قدر دان بن گیا۔

لیوں پر گیت تو آنکھوں میں خواب رکھتے تھے
کبھی کتابوں میں ہم بھی گلاب رکھتے تھے
کبھی کسی کا جو ہوتا تھا انتظار ہمیں
بڑا ہی شام و سحر کا حساب رکھتے تھے
وقت کا پہرہ آہستہ آہستہ چلتا گیا اور ہم فرسٹ
ایئر کا ایگزام پاس کر کے سیکنڈ ایئر میں پہنچ گئے اور پھر
یہی سے میری بربادی، بد قسمتی اور بد بختی کا دور شروع
ہوا جس کی وجہ سے آج یہ زیست میرے لیے اذیت
بنی ہوئی ہے اور یہ زیست مجھے موت کے گہرے کنوئیں
سے بھی زیادہ بھیا تک اور ڈراؤنی دکھائی دے رہی
ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ میں اور کول نے جب سے شہر

کالج میں ایڈمیشن لیا ہم دونوں کو کوچ سے شہر آنا پڑتا تھا اور ہمارے ساتھ اور بھی کالج کے سٹوڈنٹ آتے تھے جن میں لڑکیاں اور لڑکے دونوں شامل تھے۔ ان سٹوڈنٹس میں ایک لڑکی ایسی تھی جو ان سب سے حسین و جمیل تھی اور کسی اعلیٰ گھرانے کی معلوم ہوتی تھی وہ ہمارے شاپ سے ٹیوٹا آگے دوسرے شاپ سے ہماری ہمسفر ہو جایا کرتی تھی۔ اس حسین و جمیل چنچل سی نامعلوم لڑکی نے مجھ سے میرے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ بنالیا اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ ٹوٹ کر مجھ سے محبت کرنے لگی کالج آتے جاتے اکٹھے ہونے کی وجہ سے اس نے میری کزن کول سے اچھی خاصی فرینڈ شپ کر لی تھی اور فرینڈ شپ میں ہی اس نے میری کزن سے میرے متعلق بہت سی معلومات وغیرہ جان لیں۔ میری کزن کی بیوقوفی اور میری بد بختی کہ میری کزن اس کی اچھی دوست ہونے کے باوجود اس کو میری اور اپنی چاہت کے بارے میں کچھ نہ بتا سکی اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس گلابی گالوں، پتھری جیسے لبوں، نازک جیسی زلفوں، خم دار پلکوں اور مستانی چال والی حسین اور پرکشش دوشیزہ نے مجھ کو اپنا جیون ساتھی بنانے کے خواب اپنی حسیری پلکوں اور بھوری روشن انداز آنکھوں پر سجالے اور پھر ہر روز نئے اشارے کرنے لگی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھ سے اپنی چاہت کا اظہار کرنے لگی لیکن ابھی تک وہ اپنی زبان سے چاہت و محبت کے پاکیزہ و پارسا بندھن کا اقرار نہ کر سکی یا یوں سمجھئے کہ میں نے اسے کبھی ایسا موقع ہی نہیں دیا اور دوسری بات میں اپنی اور کول کی محبت کے بیچ کسی کو کبھی نہیں آنے دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ مجھے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ کول مجھے اپنے تمام تر جذبات کی شدت سے چاہتی تھی اور بے لوث اور پاکیزہ محبت کرتی تھی اس وفا کی دیوی نے کبھی بھی میرے علاوہ کسی کا سوچا تک نہ تھا بلکہ یوں سمجھئے کہ وہ

کسی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتی تھی اور اپنے شوخ بدن اور اپنی تمام تر رونقوں اور رعانیوں کو میری امانت سمجھتی تھی اور پھر اس تمام تر اہمیت و چاہت کو عملی جامہ پہنانے کیلئے وہ میرا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی اور دل و جان سے میری قید و رانی تھی اور میرے کام کرنے کو اپنی خوش قسمتی سمجھتی تھی اور اپنی عبادت گردانی تھی، پر قارئین میری بد قسمتی کے میں کوئل کے پیار کی قدر نہ کر سکا اور بیوفا بن گیا۔

اک دن میں اور کوئل صبح جلدی جلدی تیار ہوئے اور کاج جانے لگے تو اک عجیب و غریب حادثہ ہو گیا ہوا کچھ یوں کہ ہم دونوں گاڑی میں سوار ہو کر کاج جانے لگے تو وہ اجنبی لڑکی بھی گاڑی میں اپنے شاپ سے سوار ہو گئی اور گاڑی پر چڑھتے چڑھتے لوگوں سے آنکھیں بچا کر میری منگی میں اک تہہ کیا ہوا کاغذ دے گئی اس دن گاڑی میں رش بہت تھا اور میں کھڑا تھا جبکہ کوئل کو بیٹھنے کی جگہ مل گئی تھی میں نے شرمندگی سے بچنے کے لیے جلد سے اس اجنبی لڑکی کے تہہ شدہ کاغذ کو اپنی پیٹ کی جیب میں ڈال دیا تاکہ کوئی دیکھ نہ لے اور سبکی نہ بن جائے۔ لوگ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ والدین ان کو گھر سے تعلیم کیلئے بھیجتے ہیں اور یہ کہنے کاج جا کر عرش لڑاتے ہیں اور انجوائے کرتے ہیں۔

یہی کچھ سوچتے سوچتے ہم کاج پہنچ گئے ذہن میں عجیب و غریب خیالات غور قضا تھے اور دماغ اس تہہ شدہ کاغذ کو پڑھنے سے روک رہا تھا اور دل بار بار اس اجنبی دوشیزہ کی ہاتھوں کی لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنے پر مجبور کر رہا تھا بالآخر قارئین جوانی میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ نو جوان دماغ سے کام کم لیتے ہیں اور اس عمر میں دل کی زیادہ باتیں مانی جاتی ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا اور دل کی بات مان کر تحریر کو پڑھنے کیلئے کاج کی وسیع لان کی طرف چل دیا۔ تحریر کیا تھی اک لمبا چوڑا محبت نامہ تھا جن میں بڑے ہی دلہانہ انداز

میں چاہت و محبت کا اقرار کیا گیا تھا وفا کی قسمیں کھائی گئی تھیں اور سدا ساتھ نبھانے کے عہد و پیمان شامل تھے۔

قارئین بس یوں سمجھئے کہ انیلہ نے اپنے لیٹر میں کچھ باتیں ایسی لکھی تھیں کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا اس نے لکھا تھا اصرار میں ہمیشہ کے لیے تمہارا امانت بن کر رہنا چاہتی ہوں، اپنے پیار کی خیرات میرے پیارے دامن میں ڈال دو ہمیشہ آپ کی باندھی بن کر رہیت گزار دوں گی، کبھی آپ سے کوئی شکوہ گھ نہیں کروں گی اور نہ ہی صرف شہادت اپنے لبوں پر لاؤں گی میں تمہارے سندر کو اپنی ہانگ میں سجا خوش بختی سمجھوں گی اور خود کو دنیا کی عظیم لڑکی جانوں گی ہمارے صرف اک بار اپنے دل میں نہ ہی اپنے قدموں میں جگہ دے دو دیکھ لینا تمہاری راہوں کا کچھ اپنی چٹکوں سے چن لوں گی اور تمہاری راہوں کے کانٹوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹا دوں گی چاہے ایسا ہوتے ہوئے میرا دامن خاروں سے الجھ کر چٹکن روہ ہو جائے یا میرے ہاتھ زخمی ہو جائیں پر کبھی تمہاری چاہت سے منہ نہ موڑوں گی۔ بقول شاعر!

تمہارے خواب سجانے میں لطف آتا ہے اپنا آپ جلانے میں لطف آتا ہے خدا سے مانگتا ہوں اپنے لیے جب تم کو جاناں ا مجھے یہ ہاتھ اٹھانے میں لطف آتا ہے تیری یاد میں بس جاگتے ہیں شب بھر خود اپنی نیند چرانے میں لطف آتا ہے تیری ذات سے ہے بے پناہ پیار مجھے عمران تمہارے ناز اٹھانے میں لطف آتا ہے قارئین سچ پوچھئے تو انیلہ کا جوش و جنون میں لکھا گیا لیٹر مجھے بے بس و بے کل کر گیا میں الجھ کر رہ گیا تھا اک صرف انیلہ کی کاجل بھری آنکھوں میں ڈوب جانے کو دل کرتا تھا تو دوری طرف کوئل کا معصوم چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا تھا اس کی وفا کی دیوی کی

بے لوث، پاکیزہ و پارسا وفا میں میرے قدموں میں آہنی زنجیر ڈال رہی تھیں میں مشکل دورا ہے پر کھڑا تھا کاج سے گھر آتے آتے ذہن کی ترشیدہ دیواروں پر خرا دل و سوسے چھائے رہے۔ گاڑی میں آتے ہوئے انیلہ کی کاجل بھری آنکھوں سے تر آنکھیں جواب طلب نظروں سے مجھ دیکھ رہی تھیں میں اک دوبارہ دیکھنے کے بعد پھر اپنی نگاہوں کو نیچے کر لیتا تھا کیونکہ میں اس کی حسین آنکھوں کے کنوروں میں خود کو ڈوبتے ہوئے محسوس کر رہا تھا رات دیر تک سوچتا رہا لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا کیونکہ اک طرف وفا کی دیوی کوئل کے سینے تھے تو دوسری طرف انیلہ کی پر جوش محبت مجھے کسی بھی پل سنبھلنے میں دے رہی تھی دوسرے دن کاج جاتے ہوئے انیلہ کی جمیل جیسی آنکھیں جواب کی متقاضی تھیں میں نے اپنی نظروں کو جھکا لیا تھا کاج سے واپسی پر بھی انیلہ بہت پریشان اور افسردہ دکھائی دے رہی تھی دیکھتے دیکھتے اس کی جمیل جیسی آنکھوں کے کنورے چھلک پڑے اور مجھ سے رہا نہ گیا میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو جواب دینے کا عندیہ دے دیا تھا اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ گاڑی میں ہی اپنے نقاب کے پلو تو جھگو دیتی او پھر ذہیر سارے سوال اٹھتے۔

گھر آ کر میں عجیب کشمکش میں مبتلا رہا کسی بھی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا میں عجیب ویرانی اور تنہائی انداز کی تھی حالانکہ حالہ نے اور کوئل نے کئی بار اس اجڑے اور ویران پن کی وجہ پوچھی پر میں کسی کو کچھ نہ بتا سکا بالآخر قارئین شب کے سنانے میں انیلہ کو پیار سے بھر پور جواب لکھ دیا اور ساتھ اپنا مہر بھی لکھ دیا۔

میں ہی وفا شکن تھا چلو میں ہی بیوفا تم تو وفا شناس تھے تم کیوں بدل گئے ہاں واقعی قارئین میں بے وفا ہو گیا تھا میں ہر جانی بن گیا تھا میں کوئل کی ماہ و سال پر مشتمل محبت کو تہہ و تیغ کر گیا تھا میں نے اس وفا کی دیوی کے ارمانوں کو

آگ لگا دی تھی میں نے اس کی آنکھوں کے سینے نوٹ لیے تھے میں نے اس کی محبت کے سارے بندھن توڑ دیئے تھے اور کسی اور کی بانہوں کا بار بن گیا تھا اس کی محبت کی ٹھنڈی چھانوں سے نکل کر کی اور مہ جبین کی آنکھوں میں ڈوب گیا تھا میں کتنا ہر جانی، بے وفا اور دھوکے باز لگا تھا ذرا سی چاہت پا کر اس کی برسوں کی پارسا اور کنول سے محسوس چاہت کو اپنے پاؤں تلے روندھ ڈالا تھا میں نے کاج کی کرچیاں اس کے پیروں کے نیچے بچھا دی تھیں اس کی راہوں میں خار بچھا دیئے تھے آنکھوں میں کتنا مٹلی اور خود غرض نکلا تھا اپنے محسن کو بھلا دیا تھا اس کی ساری وفاؤں کو فراموش کر ڈالا تھا اس کی محبت کی چٹا کوئزر آتش کر دیا تھا اور ستم ظریفی اپنے ہاتھوں سے اس کی چٹا محبت کی خاک اڑا دی تھی آہ! میں اس کے پرانگندہ جذبوں کی قدر نہ کر سکا تھا میں نے چند پل کی چاہت کو پا کر اس کی برسوں کی ریاضت کو پیروں تلے روند ڈالا تھا۔

قارئین دوسرے دن کاج جاتے ہوئے میں نے چپکے سے تحریر نامہ انیلہ کے ہاتھ میں تھا دیا اس کے چہرے پر قوس و قزح کے رنگ پھیل گئے اس کے چہرے سے خوش انداز کے جھلک رہی تھی اور دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہی تھی اس کی نظریں میرے چہرے کا طواف کر کے بار بار شکریہ کے انداز میں جھک رہی تھیں پھر ہم گاڑی سے اتر کر اپنے اپنے کاج کی طرف چلے گئے ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ انجان نمبر سے کال آنے لگی کال اینڈنگ کی تو انیلہ کی سریلی آواز کان کے پردوں سے نکلنے لگی وہ میرے اظہار پر بہت پرسرت اور پر جوش تھی چند منٹوں میں مجھے اس نے زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر بٹھادیا تھا اس نے تو مجھ دیوتا ہی بنا ڈالا تھا وہ کہنے لگی احمر! تم سے دور رہ کر بھی تمہاری خوشبو محسوس کر رہی ہوں کاش ممکن ہو میں تمہارے پاس آ کر

تمہاری پوجا کروں تمہاری یاد میں مجھے رات دیر تک جاگنا پڑتا ہے تمہارا پیارا مجھے کسی پل چین نہیں لینے دیتا جی چاہتا ہے ہمیشہ کیلئے تمہاری بانہوں میں آ جاؤں اور وہاں ہی مجھے موت آ جائے تو میں خود پر فخر کروں گی۔ پھر چند اور باتوں کے بعد کال ڈراپ ہو گئی۔

قارئین ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے ہماری محبت کو کہ اک رات اچانک میری آنکھ کھل گئی اور ساتھ والے روم سے سکیوں کی آواز آرہی تھی جھانک کر آہستہ سے دیکھا تو کیول بڑے ہی وحشیانہ انداز میں آہیں بھر بھر کر رو رہی تھی میں ان سکیوں اور آہوں کو بخوبی سمجھ سکتا تھا کیونکہ کل ہی انیلہ نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ اس نے اپنی اور میری محبت کی اپنی ہراز دوست کو مل کو اک اک بات بتادی ہے میں نے اسی وقت سر کو پھٹ لیا تھا اور پل پل اذیت میں گزار رہا تھا کہ اب کو مل کو کیا جواب دوں۔ لیکن اس وفا کی دیوی نے ابھی تک اپنے پٹھری ماندلیوں پر حرف شکایت نہیں لائی تھی میں کو مل کو ایسے ہی سلکتا چھوڑ کر واپس اپنے روم میں آ گیا میں اپنے کیے پر بہت نادم تھا اور شرمسار تھا، اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کو مل کو دو بول ہی سلی کے بول کر حوصلہ افزائی کروں لیکن شرمندگی کے سبب کچھ بھی نہ کر سکا اور دبے باؤں واپس آ کر لیٹ گیا اور سب کچھ بھول کر خواب خرگوش کے مزے لینے لگا۔

قارئین میری ستم ظریفی دیکھئے کہ میں کئی ماہ تک انیلہ کی محبت میں کم رہا انیلہ کے ساتھ گھومنے کے ہر روز نت نئے پروگرام بنتے۔ کبھی اس پارک میں تو کبھی اس ریسٹورنٹ میں ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہ تھی بس اپنی ہی اک دنیا تھی اور میں انیلہ کی دینی محبت کے آگے ہار بیٹھا تھا اور سب چاہنے والوں کو فراموش کر چکا تھا ہم دونوں کالج جانے کی بجائے بازاروں اور پارکوں میں گھومتے رہتے اور لائف کو بھر پور طریقے سے انجوائے کرتے رہے۔

قارئین ایک دن کچھ یوں ہوا کہ میرا کالج میں ایک پریذرفیڈ تھا میں یوریت سے بچنے کے لیے قریبی پارک میں چلا گیا مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا جب انیلہ کو پارک کے ایک کونے میں کسی لڑکے کے کندھے پر سر رکھے بیٹھے دیکھا تو میرے رگ و پے میں خون کھول اٹھا اور میں فوراً ہی انیلہ کے پاس چلا گیا مجھے اپنے سامنے پارک انیلہ کا رنگ زردی مائل ہو گیا اور جسم میں تھر تھراہٹ آگئی خوف و ہراس کے عالم میں انیلہ سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا تھا اس کی زبان لنگ ہو چکی تھی ذہن ماؤف ہو چکا تھا کیونکہ اس نے میرے پیار کو سرباز اڑائی تھیں میں نے فقط اس کو دہاں بیٹھے بیٹھے دھجیاں اڑائی تھیں میں نے فقط اس کو دہاں بیٹھے بیٹھے اپنے نئے پیار کی مہاکاوی تو اس کے ساتھ کا لڑکا اسے حیرا گئی اور نفرت سے دیکھنے لگا۔ اتنا کہہ کر میں نے واپس اپنے کالج کی راہ لی۔ دل و دماغ پر پتلیاں سی گر رہی تھیں۔

آہ! انیلہ تو نے محبت کے نام کو بدنام کر کے رکھ دیا تو نے میرے پیار کے پیش محل کو اپنی لاپتوں سے گرا دیا تو نے پاکیزہ جذبوں کو روند کر میرے نشین میں آگ لگا دی اور میرے سلکتے وجود کو چھوڑ کر کسی اور کی بانہوں کا قرار بن گئی کاش تو نے ایسا نہ کیا ہوتا تو تو محبتوں کی امین تھی آخر تجھے کیا ہوا اگر ہر جانی ہی بیٹھا تھا تو پہلے پیار کے کشن میں لایا ہی کیوں تھا اور اگر غلطی کر ہی بیٹھی تھی تو اتنے آگے آ کے بچ مخدہار کیوں چھوڑ دیا تھا۔ کیا میری وفاؤں کی یہی قیمت لگائی تھی کیا محبت کرنے والے ایسے ہی بے ہودگی کے مرتکب ہوتے ہیں جس کا مظاہرہ ہم نے کیا یہی سوچیں لیے کالج سے گرتا پڑتا کو مل کے ساتھ گھر آ گیا میری حالت بہت ہی غیر ہو رہی تھی کو مل کے بار بار سوال کرنے پر بھی میں اپنی ناگفتہ بہ حالت کے متعلق اس کو کچھ نہ بتایا اور نہ ہی اسے کچھ بتانا چاہتا تھا کیونکہ اک دن میں بھی اسی گناہ کا مرتکب ہوا تھا جس کا آج

انیلہ مرتکب ہوئی تھی۔

گھر پہنچ کر سیدھا اپنے روم میں چلا گیا اور دیر تک لیٹا سوچتا رہا میرے سنگ ایسا کیوں ہوا کیا کی تھی میری وفاؤں میں جو اس ظالم و دشیزہ نے اتنا بھر پور پیار دینے کے بعد مجھے تنہا چھوڑ دیا اور خود کسی اور کی بانہوں کا قرار بن گئی اور کسی اور کے گلے لگ گئی۔ یہی باتیں سوچتے ہوئے شام کے سائے گہرے ہو گئے اچانک خالہ میرے روم میں آئی اور یوں روم میں اکیلے لینے کی وجہ پوچھی تو میں فقط طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے کھانے سے معذرت کر لی کیونکہ میری آنکھوں کے درپچوں پر وہی پارک کا افسردہ اور مایوسی بھرا منظر محو قصاں تھا۔

سوچتے سوچتے رات بھی گہری ہو گئی تھی اور دل کی دیواروں پر اتنا غماز اور غبار جم گیا تھا کہ میں ضبط کے سارے بندھن توڑ کر سلگ پڑا اور اشک آنکھوں کے سارے بندھن توڑ کر میرے چہرے کو تر کر گئے اور ساتھ ساتھ میرا کلیہ جھگو گئے اتنا رونے کے باوجود دل کا بوجھ پھر بھی کچھ کم نہیں ہوا تھا اچانک دردازے پر آنے والی مدد ہم سی دستک نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور میں اپنے اشکوں کو صاف کرتے ہوئے روم کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ کو مل دھکا دینے کے انداز میں اندر آ گئی اور پھر خود ہی اس نے دروازہ بند کر دیا اب میں اسے کچھ نہیں کہتا تھا کیونکہ اس کے سنگ رفاقت کے لمحات بہت طویل تھے اور دوسرا میں اس وفا کی دیوی کے احسان محبت کے آگے دبا ہوا تھا میری آنکھیں جواب بھی آہستہ آہستہ سلگ رہی تھیں اس نے میرا سر جو نبی اپنی گود میں رکھ کر اپنے پلو سے میرے اشک صاف کرنے کی کوشش کی تو میں سب سدا مت سے بھول کر سسکیاں لیکر رونے لگا اس نے بھی مجھے چپ نہ کرایا بلکہ دل و دماغ پر چھایا بوجھ ہلکا کرنے دیا جب کافی رو لیا تو خود ہی چپ کر گیا اور اس کے مقدس چہرے کی طرف تکتے لگا۔ پھر اس وفا کی دیوی نے مجھے اپنی بانہوں میں بھر کر پوچھا

احرا! کیوں اتنی بے بسی اور کسی کے عالم میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہو کیا انیلہ مر گئی ہے؟ میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ہاں وہ آج سے میرے لیے مر گئی ہے پھر کو مل نے اتنے پیار سے مجھ سے حقیقت جاننا چاہی تو میں نہرہ سکا اور سب کچھ اگل دیا وہ آگے سے حیرا بنی ہونے کی بجائے مجھے کہنے لگی احرا! میں سب جانتی تھی کہ تمہارے سنگ ایسا ہی ہونا ہے کیونکہ انیلہ میری دوست ضرور تھی پر ابھی لڑکی نہیں ہے وہ لڑکوں کے ساتھ فلرٹ کرتی ہے اور فقط ٹائم پاس کرتی ہے تمہاری آنکھوں پر اس کی خود غرضی اور ہوس زدہ محبت کی بیانیہ باندھی تھی میں نے تم سے شکوہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ تمہارا دل نہ ٹوٹ جائے کیونکہ میں نے تمہیں روح کی گہرائیوں سے چاہا تھا اور انشاء اللہ ہمیشہ تجھے چاہوں گی پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں نے اس بے وفا کو اپنے دل سے نکال دیا حالانکہ انیلہ نے مجھ سے اپنی غلطی کی معافی مانگی تھی میں اس کی زیست سے ہمیشہ کے لیے نکل آیا تھا۔

قارئین یہ دنیا مکافات عمل ہے یہاں جو کیا جاتا ہے بدلے میں وہی کچھ ملا کرتا ہے میں نے بھی ایک بار کو مل کی دلہانہ اور بے پناہ چاہت کی تذلیل کی تھی اور اس وفا کی دیوی کے ساتھ دھوکہ کیا تھا اس کے ارمانوں کا خون کیا تھا اور اس کی چاہت کو سربازاں بدنام کیا تھا آج وقت نے میرے ساتھ بھی ایسا ہی کیا انیلہ کی بے رخی نے مجھے خون کے آنسو رو لایا تھا اور اب میں وفا کی دیوی اور جان سے عزیز تر صدمہ نول کو کسی بھی حال میں نہیں گوانا چاہتا تھا۔

خزاں رسیدہ چمن میں بہار مشکل ہے تمہارے بعد کہیں اعتبار مشکل ہے کسی سے اس لیے مشکل ہے خفا ہونا منانے آئے گا ہم کو بھی یار مشکل ہے کہاں چلے ہو محبت خریدنے محسن بغیر سود کے ملنا ادھار مشکل ہے

گلدستہ

حضرت سیدنا علی کرم اللہ

وجہ کے اقوال زریں

* خوبصورتی کپڑوں سے نہیں علم و ادب سے ہوتی ہے۔

* انسان خود انمول نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار انمول بنا دیتا ہے۔

* مومن وہ نہیں جس کی محفل پاک ہو مومن وہ ہے جس کی تنہائی پاک ہو۔

* تم جنت نہ مانگو دنیا میں ایسے کام کروں کہ جنگ خود نہیں مانگے۔

* لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں بولنے سے پہلے تک بعد میں انسان لفظوں کا غلام بن جاتا ہے۔

* صبر ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو گرنے نہیں دیتی۔

* جب کسی سائل کو کچھ دوں گا دعا کیلئے کہوں۔

* جو آپ کو بری بات سے ڈرائے وہ خوشی کی بشارت دیتا ہے۔

* شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔

* اپنی زبان کی تیزی اس ماں پر نہ آزماد جس نے تمہیں بولنا سکھایا۔

سکھایا۔

* اگر تم کسی سے محبت کرو اس سے محبت نہ مانگو کیوں تم نے محبت کی سے تجارت نہیں۔

* کسی کے گرنے سے خوش نہ ہو بلکہ پتہ نہیں تیرے ساتھ گیا ہو۔

* اختیار طاقت دولت ملنے پر لوگ بدلتے نہیں بلکہ چہرے ضرور بے نقاب ہوتے ہیں۔

* دوست وہ ہے جو رونے نہ دے۔

* گناہ کسی نہ کسی صورت دل کو بے چین رکھتا ہے۔

(سید عارف شاہ، جہلم شہر) اعتبار

زندگی میں ہم بہت سے لوگوں پر اعتبار کرتے ہیں جن سے ہماری زندگی کی خوشیاں اور امیدیں وابستہ ہوتی ہیں ہم ان کی ہر بات کو سچ سمجھتے ہیں پھر وہ اچانک یا کسی مجبوری کے تحت ہمارے اعتبار کو توڑ دیتے ہیں

ہمارے پاس کیا رہ جاتا ہے صرف آنسو کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف اور صرف اعتبار کا رشتہ قائم قائم تھا اور اعتبار کے رشتے میں یہ بندھن جڑا ہوا تھا ختم ہو گیا یہ غلام لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں پہلے تو بڑی قسمیں کھاتے ہیں اور بڑے

بڑے دعوے کرتے ہیں اور بڑے بڑے سبز باغ دکھاتے ہیں پتہ نہیں پھر اچانک ان کو کیا ہو جاتا ہے اور یہ لوگ پل بھر میں بدل جاتے ہیں اور سب امیدیں دم توڑ جاتی ہیں اک شعر کے ساتھ اجازت۔

قدم قدم پر چلنے والے لگ جاتے ہیں محبت کر کے پھر زندگی سے نکل جاتے ہیں اس دنیا میں کس پر یقین کریں شاد لوگ قرآن پر ہاتھ رکھ کے بدل جاتے ہیں محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دو کوٹہ) منسکر امپٹیں

* قیصر (شمشاد سے) میں نے اپنے دوست نوید سے ٹیلی فون پر ضروری بات کرنی ہے مگر مجھے اس کا نمبر معلوم نہیں ہے۔

شمشاد: تو اس میں پریشانی کی کوئی بات ہے اپنے دوست کے گھر جا کر ٹیلی فون نمبر لے آؤ۔

* مولوی صاحب احمد سے تمہیں کہیں سے سوکانوٹ ملے تو کیا رکھ لو گے۔

احمد: نہیں مولوی صاحب مولوی صاحب: شایاش مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔ اسے کہتے ہیں نیک نیتی اور ایمانداری اچھا بتاؤ تم اس نوٹ کا کیا کرو گے؟

احمد: میں اسے فوراً خرچ کر دوں گا۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

تربیت

ایک صاحب نے طوطا پال رکھا تھا جو کہ گالیاں بہت دیتا تھا۔ یہ صاحب طوطے کی اس عادت سے بہت ناالاں تھے آخر وہ تنگ آ کر طوطے کو مولانا صاحب کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس طوطے کو اچھی عادت سکھائیں مولانا صاحب نے طوطے کو دو ماہ کیلئے اپنے پاس رکھ لیا اور اس کی ٹریننگ کرنے لگے۔ دو ماہ بعد وہ صاحب مولانا صاحب کے پاس آئے اور طوطے کے بارے میں دریافت کیا مولانا صاحب بولے ماشاء اللہ آپ کا طوطا گالیاں بکنا چھوڑ چکا ہے۔ اگر آپ اس کی ایک ٹانگ اٹھائیں گے تو یہ بولے گا السلام علیکم۔ دوسری ٹانگ اٹھائیں گے تو یہ بولے گا خدا حافظ۔ ان صاحب نے پوچھا کہا کریں اس کی دونوں ٹانگیں اٹھا دوں تو؟ اس سے پہلے کہ مولانا کچھ کہتے طوطا جوش میں آ کر بولا تو اٹھا تو سہمی میں تیرا بیٹو دبا دوں گا۔ (ابراہیم احمد، گلگومٹی)

موت

* موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ موت کو اگر حکومت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو فرعون کو بھی موت نہ آتی

* اگر موت کو وزارت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو پانان کو بھی

موت نہ آتی۔

* اگر موت کو مال و دولت کے ذریعے ٹالا جاتا تو قارون کو بھی موت نہ آتی۔

* اگر موت کو قوت بازو کے ذریعے ٹالا جاتا تو رستم و سہراب کو بھی موت نہ آتی۔

* اگر موت کو کبھی موت نہ آتی۔

* اگر موت کو وفاؤں کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو کبھی بھی نیک بیوی اپنی آنکھوں کے ساتھ اپنے جوان خاوند کو مرنے نہ دیتی۔

* اگر موت کو محبت کے ذریعے ٹالا جاسکتا تو کبھی بھی ماں اپنی گود میں پڑے معصوم بیٹے کو مرنے نہ دیتی سچ تو یہ ہے کہ موت اٹل حقیقت ہے۔ (مولانا محمد یونس سعدی جردار کی کتاب کبھر سے موتی سے محمد صفدر دکنی کا چناؤ، کراچی)

معلومات

1576ء میں مغل اعظم شہنشاہ محمد جلال الدین اکبر نے ہلدی گھائی کے مقام پر رانا پرتاپ سنگھ کو شکست فاش دی تھی۔

1857ء کے غدر کے بعد لال قلعہ ہل کا دروازہ 1911ء میں کھلا تھا۔

1786ء میں دارن پیٹکیز کے بعد لارڈ کارنوالس کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا گیا تھا۔

ہندوستان میں نوابی شہر لکھنؤ کی شام بہت پر بہار ہے جبکہ شہر بنارس کی صبح مشہور ہے۔

ہندوستان کے شہنشاہ شاہجہاں کے بیٹے اورنگزیب عالمگیر کی بیگم شہزادی کا مقبرہ راجہ درانی کا ہندوستان کی قدیم ریاست حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں ہے۔

جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان کے ایجاد کردہ دین الہی کی سب سے پہلے اس کے نورتن درباری ابوالفضل نے تائید کی تھی۔

ہندوستان کے خاندان غلاماں نے 84 سال ہندوستان پر حکومت کی تھی۔

شہنشاہ ابراہیم لودھی کو شکست فاش دے کر ظہیر الدین بابر نے حکومت کی۔

لودھی خاندان نے ہندوستان پر 68 سال حکومت کی اس خاندان کا سب سے پہلا حکمران بہلول لودھی تھا۔

ہندوستان کے سب سے پہلے انگریز وائسرائے لارڈ کیٹنگ 1858ء میں نئی دہلی آئے تھے۔

ہندوستان کے پہلے انگریز گورنر جنرل دارن پیٹکیز تھے۔

1857ء کے غدر کے بعد لال قلعہ ہل کا دروازہ 1911ء میں کھلا تھا۔

1786ء میں دارن پیٹکیز کے بعد لارڈ کارنوالس کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا گیا تھا۔

ہندوستان میں نوابی شہر لکھنؤ کی شام بہت پر بہار ہے جبکہ شہر بنارس کی صبح مشہور ہے۔

ہندوستان کے شہنشاہ شاہجہاں کے بیٹے اورنگزیب عالمگیر کی بیگم شہزادی کا مقبرہ راجہ درانی کا ہندوستان کی قدیم ریاست حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں ہے۔

جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان کے ایجاد کردہ دین الہی کی سب سے پہلے اس کے نورتن درباری ابوالفضل نے تائید کی تھی۔

ہندوستان کے خاندان غلاماں نے 84 سال ہندوستان پر حکومت کی تھی۔

شہنشاہ ابراہیم لودھی کو شکست فاش دے کر ظہیر الدین بابر نے حکومت کی۔

لودھی خاندان نے ہندوستان پر 68 سال حکومت کی اس خاندان کا سب سے پہلا حکمران بہلول لودھی تھا۔

ہندوستان کے سب سے پہلے انگریز وائسرائے لارڈ کیٹنگ 1858ء میں نئی دہلی آئے تھے۔

ہندوستان کے پہلے انگریز گورنر جنرل دارن پیٹکیز تھے۔

ہندوستان کے شہنشاہ شاہجہاں کے بیٹے اورنگزیب عالمگیر کی بیگم شہزادی کا مقبرہ راجہ درانی کا ہندوستان کی قدیم ریاست حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں ہے۔

جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان کے ایجاد کردہ دین الہی کی سب سے پہلے اس کے نورتن درباری ابوالفضل نے تائید کی تھی۔

ہندوستان کے خاندان غلاماں نے 84 سال ہندوستان پر حکومت کی تھی۔

شہنشاہ ابراہیم لودھی کو شکست فاش دے کر ظہیر الدین بابر نے حکومت کی۔

لودھی خاندان نے ہندوستان پر 68 سال حکومت کی اس خاندان کا سب سے پہلا حکمران بہلول لودھی تھا۔

ہندوستان کے سب سے پہلے انگریز وائسرائے لارڈ کیٹنگ 1858ء میں نئی دہلی آئے تھے۔

ہندوستان کے پہلے انگریز گورنر جنرل دارن پیٹکیز تھے۔

ہندوستان کے شہنشاہ شاہجہاں کے بیٹے اورنگزیب عالمگیر کی بیگم شہزادی کا مقبرہ راجہ درانی کا ہندوستان کی قدیم ریاست حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں ہے۔

جلال الدین اکبر شہنشاہ ہندوستان کے ایجاد کردہ دین الہی کی سب سے پہلے اس کے نورتن درباری ابوالفضل نے تائید کی تھی۔

ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن تھے۔

میسور کے حکمران عیدر علی کے بیٹے شہزادے شیپو سلطان نے اپنی مملکت کا نام سلطنت خدا اور رکھا تھا۔

ہندوستان میں تانبے کا سکہ محمد تھلق نے چلا یا تھا۔

دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والے ملک چین میں چاؤ حکمران خاندان نے تقریباً 873 سال تک چین پر حکومت کی۔

ترکی میں سلطنت عثمانیہ کا دور تقریباً 652 سال تک رہا تھا۔

امریکہ میں غلامی کے خاتمے کا اعلان صدر ابراہیم لنکن نے 1836ء میں کیا تھا۔

قدیم چین کا نام کیتھی تھا۔ شہر بغداد کی بنیاد خلیفہ المنصور نے رکھی تھی۔

1911ء میں انگلستان سے جارج پنجم ہندوستان آیا اور نئی دہلی کو ہندوستان کا دارالخلافہ بنایا۔

بادشاہ جہانگیر سلیم کی ملکہ نور جہاں نے اپنا مقبرہ خود بنوایا تھا۔

شہزادے جہانگیر سلیم کے دربار میں 1618ء میں انگریزوں کا پہلا سفیر تھامس آیا تھا۔

ہندوستان کے حکمران محمد جلال الدین اکبر نے خس کی نئی ایجاد کی تھی۔

ہندوستان کے تخت پر 1236ء میں پہلی مسلمان خاتون رضیہ سلطانہ بیٹھی

تھی۔

قطب جنوبی پر پہنچنے والے پہلے پاکستانی ڈاکٹر عارف علی نے 8 جنوری 1996ء کو اپنے قدم رکھے۔

راولپنڈی سے مارگلہ کے لیے پہلی ریلوے سروس 4 مئی 1996ء میں ہوئی۔

15 اگست 1947ء کو حلف اٹھانے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پہلی کابینہ بشمول وزیراعظم چھ افراد تھے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سب سے پہلے منتخب جنس سردار محمد اقبال تھے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ جزدی مارشل لاء ختم نبوت کی تحریک پر 1953ء میں نافذ کیا گیا تھا۔

ایران میں پہلی خاندان سے پہلے قاجار خان خاندان برسرِ اقرار تھا۔

آخری بادشاہ سلطان احمد شاہ قاجار تھا۔

امریکہ کی آزادی کے منشور پر فلاڈیلفیا میں 6 اگست 1976ء کو دستخط ہوئے تھے۔

سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا نے 27 دسمبر 1949ء کو دہندہ یوں سے آزادی حاصل کی تھی۔

ہندوستان کا سب سے پہلا راجہ چندر گپت موریہ تھا راجہ اشوک

چندر گپت کا پوتہ تھا۔

راجہ چندر گپت کے بیٹے کا نام

ہندو ماہا راجس کا بیٹا اشوک تھا۔

(پروفیسر ڈاکٹر واجد گینوی، کراچی بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

■ برے لوگوں کے ساتھ بیٹھے سے تنہائی بہتر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق)

■ حقیر سے حقیر پیشہ بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔ (حضرت عثمان غنی)

■ خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے تاکہ ظاہری حرکات سے۔ (حضرت عمر فاروق)

■ سخاوت کے بعد احسان جتنا نہایت کمین ہے۔ (حضرت علی)

■ غرور سے آدمی کا دین ضائع ہو جاتا ہے۔ (حضرت امام حسن)

■ بخیل ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔ (حضرت امام حسن)

■ عمل دل کو اس طرح زندہ رکھتا ہے جیسے کہ بارش زمین کو۔ (حکیم لقمان)

■ جو شخص ہر وقت انتقام کے طریقوں پر غور کرتا ہے اس کے غم تازہ رہتے ہیں۔ (بوعلی سینا)

■ وعظ گوئی سے پرہیز کرو جب تک تم پورے عامل نہ بن جاؤ۔ (حضرت امام غزالی)

اقوال خلیل جبران

جس شخص کا علم اس کی عقل سے زیادہ

ہو جائے اس کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔

جس نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔

بے وقوف اگر بڑے مرتبے پر بھی ہو تو اسے بڑا خیال نہ کرو۔

تعلیم و قسم کی ہوتی ہے ایک ہمیں کمان چلاتا اور دوسری زندگی بسر کرنا سکھاتی ہے۔

جو مرد عورت کی ادنیٰ کمزوریوں کو معاف نہیں کر سکتا وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں سے کبھی بہرہ یاب نہیں ہو سکتا۔

دیانت کا معیار

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے غلام کے ساتھ مدینہ منورہ میں رات کو گشت کر رہے تھے ایک مکان سے کچھ آوازیں سنیں ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دے بیٹی نے کہا۔ امیر المؤمنین نے کہا کہ دودھ میں پانی ملا کر مت فروخت کرو عورت بولی یہاں کوئی نہیں ہے لڑکی بولی اماں

جان یہ بات دیانت کے خلاف ہے کہ رو برو تو اطاعت کی جائے اور غائبانہ خیانت یہ گفتگوں کر حضرت عمر فاروقؓ بہت متاثر ہوئے لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو کر بعد میں اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کر دی۔

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

کر دار

انسان کا کردار گلاب کے پھول کی مانند ہوتا ہے اگر ایک بار شاخ سے ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں جڑ سکتا

جب تک پھول شاخ سے جڑا رہتا ہے تب تک اس میں رنگ اور خوشبو موجود رہتی ہے جو اس کے حسن اور سحر میں اضافہ کرتی ہے مگر جب وہ شاخ سے جدا ہوتا ہے تو رنگ اور خوشبو کھو دیتا ہے اس طرح انسانی کردار جب تک پاکیزہ اور سچا رہتا ہے دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنی سچائی کھودیتا ہے تو دنیا کی کم تر چیزوں سے ارزاں ہو جاتا ہے۔

(محمد صفدر دکنی، کراچی)

عورت کی پہچان

جس عورت کی آنکھیں بنی جیسی ہوں وہ خود غرض مطلب پرست اور بے وفا ہوتی ہے۔ جس عورت کی آنکھیں تھوڑی سیاہ اور چھوٹی ہوں وہ وفادار اور سلیقہ شعار ہوتی ہے۔

جس عورت کی آنکھیں موٹی اور رنگ گورا ہو وہ صرف وقت گزار ہوتی ہے۔

جس عورت کا رنگ سانولا ہو وہ دل کی صاف اور حد سے زیادہ وفادار ہوتی ہے۔

جس عورت کا قد چھوٹا ہو وہ بہت ہونہار چالاک اور شاطر ہوتی ہے۔

بھورے بالوں اور لمبی آنکھوں عورت اپنے شوہر کو دل کا راز نہیں بتاتی۔

سیاہ نقیل آنکھوں والی عورت صرف ایک بار پیار کرتی ہے اگر اس کا ایک بار دل ٹوٹ جائے تو پھر وہ بہت سارے دل توڑ دیتی ہے۔

جو چاہا ہو کرتے پھر دیکھیں کبھی عورت کو دل کا راز مت بتاؤ۔

(آصف سانول، بہاولنگر)

اقوال زریں

انکار کرتا ہے تو سود اور رشوت غوری سے کرو۔

توبہ کرنی ہے تو گناہ اور بد اعمالیوں سے کرو۔

طلب کرنی ہے تو جنت کی کرو۔

کام آنا چاہتے ہو تو کسی مجبور اور بے کس کے آؤ۔

بھلا کرنا چاہتے ہو تو کسی بیوہ اور یتیموں کا کرو۔

محبت کرنا چاہتے ہو تو خدا اور اس کے رسول سے کرو۔

علم چاہتے ہو تو انگریزی کے ساتھ اسلامی بھی پڑھو۔

کام نفع چاہتے ہو تو ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔

چین سے جینا چاہتے ہو تو کسی بڑی بات کی حسرت نہ کرو۔

ہر ماہ اچھی باتیں پڑھنا چاہتے ہو تو ماہنامہ جواب عرض کا مطالعہ کرو۔

عجیب معلومات

رومی شہنشاہ نیرد کی ملکہ نے 500 گدھیاں پال رکھی تھیں جن کے دودھ سے وہ غسل کرتی تھی۔

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

187

گلدستہ

جواب عرض ڈائجسٹ

مئی 2013ء

186

گلدستہ

جواب عرض ڈائجسٹ

انجشن چار ماہ کا گلوکز دستیاب ہے
پھر بھی طبیعت ٹھیک نہ ہو تو ایک سال
اندرون و بیرون ملک لگا کر آپریشن
کروائیے۔ منجانب روحانی شفا خانہ
5 وقت کی نماز۔

(ندیم عباس ڈھکو، سائیوال)

ہنس مسکرائیں

☆.....جن لوگوں کی یہ تیہوری ہے
کہ بھینس میں عقل نہیں ہوتی وہ خود
بے وقوف ہیں ہماری بھینس کو آکر
دیکھیں جو اتنی عقل مند ہے کہ
سارے گھر کو بے وقوف بنا رکھا ہے
گھر کے ہر فرد کو اس نے نوکر بنا رکھا
ہے ہمیں تو وہ مردوت کی بجائے کسی
صوبہ کی گورنر معلوم ہوتی ہے خود نکا
نک نہیں توڑتی سارا کام گھر کے
کینٹ سے کرواتی ہے اور خود صرف
دستخط کر دیتی ہے کہ جاؤ آج کے
بجٹ میں تمہارا پانچ گلوڈود منظور۔

☆.....ایک ہسپتال میں ٹیلی فون کی
گھنٹی بجی تو نرس نے ریسپور اٹھایا
کوئی کہہ رہا تھا کیا آپ کمرہ نمبر
52 کے مریض کا حال بتا سکتی ہیں۔

اس کا آپریشن پچھلے ہفتے ہوا تھا۔ نرس
نے فون کرنے والے کو دو منٹ
رکنے کا کہا اور پھر بتایا میں نے ریکارڈ
میں مریض کا چارٹ دیکھا ہے ان کی
حالت ٹھیک ہے اور وہ تیزی سے
صحت یاب ہو رہا ہے آپریشن
کامیاب رہا ہے وہ تو اس وقت سو
رہے ہوں گے صبح میں انہیں آپ کا

نام بتاؤں گی۔

فون کرنے والے نے جواب دیا
میں کمرہ نمبر 52 کا مریض ہی بول
رہا ہوں آپ کو اس لیے زحمت دی
ہے کہ میرے ڈاکٹر تو مجھے کچھ بتاتے
نہیں تو آپ ہی بتادیں۔

انمول موتی

حق پر چلنے والے کا پاؤں شیطان
کے سینے پر ہوتا ہے۔
دوستی پیاز کی طرح ہوتی ہے جس کا ہر
پرست دوسرے کے ساتھ محبت سے
جڑا ہوتا ہے۔ اس کو کاٹو گے تو صرف
آنسو ملیں گے۔
وقت، خوشبو، ہوا کبھی قید نہیں ہو سکتے
مگر کیش ہو سکتے ہیں۔

غلطی کرنا انسان کی فطرت اور
معاف کر دینا خدا کا اختیار ہے۔
غم کتابی سنگین ہو نیند سے پہلے تک
ہوتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی سب سے بڑی
دانائی ہے۔

☆

رانا صاحب کو ان کے ایک شناسا
قصر صاحب نے اداس، غمزہ اور
منہ لٹکائے بیٹھے دیکھا تو ہمدردانہ
انداز میں اس کا سبب پوچھا۔ رانا
صاحب بولے دو ماہ پہلے میرے
ایک خالو کا انتقال ہو گیا ان کی کوئی
اولاد نہ تھی انہوں نے ترکے میں
میرے لیے پانچ لاکھ روپے
چھوڑے۔

قصر صاحب نے کہا اس میں اداس
ہونے کی کیا ضرورت تھیں تو خوش
ہونا چاہیے۔

رانا صاحب نے سنی ان سنی کر کے
فرمایا پچھلے مہینے میرے ایک چچا مر
گئے انہوں نے میرے لیے دس لاکھ
روپے چھوڑے۔

قصر صاحب نے کہا: تمہیں تو
پھول نہیں سانا چاہیے تو پھر آخر منہ
لٹکائے کیوں بیٹھے ہو۔

رانا صاحب نے غنڈی سانس لے
کر فرمایا بھئی یہ مہینہ ختم ہونے کو آ رہا
ہے اور ابھی تک ہمیں سے مزید کوئی
خبر نہیں آئی۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

انسانی نسلیں

اریائی نسل: یہ نسل یورپ، ترکی
ایران اور برصغیر میں پھیلی ہوئی ہے
ان کی رنگت سفید ناک پتلا اور
آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں آریائی
زبانوں میں انگریزی، فارسی، ترکی
سنسکرت اور لاطینی قابل ذکر ہیں۔

سامی نسل: تمام عرب اور یہودی
سامی نسل سے تعلق رکھتے ہیں یہ
عرب ممالک اور مشرقی افریقہ میں
پھیلے ہوئے ہیں ان کی ناک اور
رنگت اریائی نسل سے قریب ہے اور
رنگت گندم گوں ہوتی ہے یہ سامی
زبانیں بولتے ہیں۔ جن کی گرامر کا
ڈھانچہ اریائی زبانوں سے مختلف
ہے ان کی زبانیں عربی، عبرانی،

آرمی، اسوری، فنیقی اور ایتھوپیا
وغیرہ ہیں۔

یانٹ کی نسل: یہ نسل زیادہ تر مشرق
بعید میں پھیلی ہوئی ہے مثلاً چین،
منگولیا، جاپان، ویت نام، تھائی
لینڈ، کوریا، انڈونیشیا، فلپائن وغیرہ
ان کی آنکھیں چھوٹی ناک چپٹی،
رنگت ہیلی اور قد کوتاہ ہوتا ہے۔

حبشی نسل: یہ نسل افریقہ میں کثرت
سے سستی ہے اس کی رنگت سیاہ، بال
گھنگھریالے، ناک چپٹی آنکھیں
کشادہ اور قد کاٹھ اچھا خاصا ہوتا
ہے۔

(ایم مظہر ظفر، کیوئی بالا کوٹ)

اقوال زریں

مت کہو ایسی بات جس سے کسی کو
صدمہ پہنچے۔

دوستی ایک ایسا پھول ہے جو ہمیشہ
اعتماد و خلوص کی شاخ پر کھلتا ہے۔

اگر آپ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہیں
تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے
نکال دیں۔

انہیں لفظوں کے آنسو بننے ہیں جو
زبان سے ادا نہ ہو سکیں۔

اتنے اچلے نہ ہو کہ دوسرے کیلئے نظر
آئیں۔

جنابا ہوا خیال تیرا ہے جو جاتا ہے۔

(پرنس افضل شاہین، بہاولنگر)

سنہرے موتی

کسی بھی چیز کی قدر دو وقتوں میں
ہوتی ہے ایک ملنے سے پہلے اور

دوسرا کھونے کے بعد
ہر رشتہ رشتہ نہیں بناتا پر کچھ نارشتوں
کے ہی رشتے نبھاتے ہیں شاید دی
لوگ دوست کہلاتے ہیں۔

گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا۔
خوشی بنانے سے اس طرح بڑھتی ہے
جیسے زمین میں بوئے ہوئے سج کی
فصل۔

جب کوئی کام تمہاری مرضی کے
مطابق ہو جائے تو شکر ادا کرو کہ
خداوند تعالیٰ نے تمہاری مرضی کو اتنی
اہمیت دی اور اگر تمہاری مرضی سے
بہتر اور بہت افضل ہوگا۔

لہریں متاثر کن ہوتی ہیں اس لیے
انہیں کدوہ انتہی اور گرتی ہیں بلکہ اس
لیے کہ وہ جب بھی گرتی ہیں اگلی بار
اتھنے میں ناکام نہیں ہوتی۔

تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے
مگر تجربہ غلط فیصلے ہی سے حاصل ہوتا
ہے۔

چار چیزیں کبھی نہ توڑو اعتماد، وعدہ،
رشتہ، دل کیونکہ وہ جب ٹوٹتے ہیں تو۔

شور نہیں ہوتا۔

خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم
سکھاتا ہے۔

زبان کو شکوے سے دور روک لو خوشی
کی زندگی عطا ہوگی۔

نیک بننے کی کوشش ایسے کرو جیسے
حسین بننے کی کرتے ہو۔

اپنی زبان کی تیزی اپنی ماں پر مت

آزماؤ جس نے تمہیں جنا اور بالا پوسا
اور بولنا سکھایا کیونکہ اگر کوئی شخص اس

حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے
والد اور والدہ دونوں راضی ہوں تو
اس کے لیے جنت کے دو دروازے
کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں
سے ایک راضی ہو تو ایک دروازہ کھولا
جاتا ہے اس طرح اگر کوئی انسان یا
شخص اس حالت میں صبح کرے کہ
اس کے والدین اس سے ناراض
ہوں تو اس کے لیے جہنم کے دو
دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور
اگر ان میں سے ایک ناراض ہو تو
ایک جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا
ہے۔

(محمد صفدر رکھی، کراچی)

جنت میں گھر

حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں
کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
کہ میں اس شخص کے لیے جنت کے
کناروں میں ایک گھر دلانے کی
ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے
کے باوجود بھی جھگڑا چھوڑ دے اور
اس شخص کے لیے جنت کے بلند
ترین درجے میں ایک گھر دلانے کی
ذمہ داری لیتا ہوں جو اپنے اخلاق
اچھے بنائے۔ (ابوداؤد)

باتوں سے خوشبو

اپنی جوانی کے دھوکے میں نہ آنا یہ
عقرب تیرے لیے لی جائے گی۔

خبردار کہ لوگ تمہارے پیسوں کی ٹوہ
میں رہتے ہیں۔

جھگڑا بڑھنے سے پہلے ہی الگ ہو

جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

میری زندگی کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری

سچ تحقیق کرتی ہے۔

(ایم مظہر مظہر منتظر، بالا کوٹ)

پرنس کی زندگی کی ڈائری

میں اپنی ڈائری S در یام کے نام کرتا

ہوں آپ نے میری زندگی بدل دی

جب سے آپ سے رابطہ ہوا ہوں

میں میں نہیں رہا تم ہو کیا ہوں آپ کی

آواز بہت خوبصورت ہے آپ نے

بہت اچھی پڑھتی ہو آپ آجکل کی

لو کیوں سے ایک ہو یہ ادا آپ کی

مجھ کو بہت اچھی لگی ہے آج کل آپ

سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے امید ہے

جلدی آپ رابطہ کرو کہ آپ سے

ملاقات ہمیشہ یاد رہے کہ جس میں

صرف ایک دوسرے کو دیکھا بات

کرنے کا موقع نہیں ملا چلو نوں پر تو

بات ہو جاتی ہیں پلیز خوش رہا کرو اپنا

خیل رکھا کرو خدا کیلئے آپ کی نظر

سے یہ تحریر گزرے تو رابطہ ضرور کرتا

میں بہت اداس ہوں روز دعا کرتا

ہوں آپ کی کال کا نمبر دیکھتا ہوں جو

کہ بند ہوتا میں بہر حال ہوتا رہی

ہے جو منظور خدا ہوتا ہے پلیز آپ

کے رابطہ کا انتظار رہے گا میری دعا

آپ کے ساتھ ہے جہاں رہو خوش

رہو اللہ آپ کو ہر خوشی دے کوئی غم نہ

ملے تم کو۔

(پرنس عبدالرحمن عجم، نین رانجھا)

میری زندگی کی ڈائری

شاعری یوں ہے جیسے کوزے میں دریا

کو بند کرتا بعض اوقات پورا مضمون

شعر کے ایک مصرعے میں سمو جاتا

ہے اور کبھی پورا ناول شعر کی کیفیت

کو رقم کرتا ہے اور کبھی افسانے کی

بنیاد محض ایک شعر ٹھہرتا ہے۔

بہت کم لوگ واقف ہیں سخن آثار

لمحوں سے

کہ جو محسوس ہوتا ہے وہی لکھا نہیں

جاتا

نکریہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شاعری

ہر کسی کا پورا راج ہے ہو سکتا ہے کہ کسی کا

پورا راج کسی دوسرے کا آدھا ہے جو۔

مثنوی مولانا روم میں شاعری کی

تعریف:

جزویت از پیغمبری قرار دی گئی ہے

اقبال شاعری کے بارے میں کچھ

یوں عرض کرتے ہیں۔

لفظہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا

حرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں ردود

وہ بہاری اولیں صبح ہو یا محبوب سے

جدائی کی پہلی شام کرب ذات کا کوئی

جاں شکن لمحہ ہو یا شعور حیات کا دل

غشش منظر، علم و آگہی کا کوئی لمحہ ہو یا

ضبط آرزو کی کوئی نازک گھڑی سبھی

لئے تحقیق شعر کے لمحے ہو سکتے ہیں

شاعری اک جگہ ہے، جگہ بولتی ہے اور

(محمد صفدر دیکھی، کراچی)

اقوال زریں

دوست نما دشمن سب سے خطرناک

ہے۔ (حضرت محمد ﷺ)

عادت پر غالب آتا کمال فضیلت

ہے۔ (حضرت علیؓ)

کلام میں نرمی اختیار کر، کیونکہ الفاظ

کی نسبت لہجہ کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

(امام غزالیؒ)

مصیب میں آرام کی تلاش سعیت و

ترقی دیتی ہے۔ (حضرت امام جعفر

صادقؑ)

حسن اخلاق سے زندگی راحت و

آرام سے بسر ہوتی ہے۔ (بقراط)

(محمد انور ملک، سرگودھا)

کل اور آج

کل لوگ صبح نماز کے لیے اٹھتے

تھے۔ آج چائے کے لیے اٹھتے

کل لوگ قرآن پاک پڑھتے تھے۔

آج SMS۔

کل لوگ دین کے لیے محنت کرتے

تھے۔ آج دولت کیلئے۔

کل لوگ عبادت میں مصروف رہتے

تھے۔ آج فلم اور گانوں میں۔

کل عورت گھر کی زینت تھی۔ آج

بازاری۔

کل اولاد ماں باپ کا کہنا مانتی تھی

آج ماں باپ اولاد کا۔

ہمیں اپنا آج کو بدلنا ہو گا بین

انسانیت ہے۔

(ملک علی رضا، فیصل آباد)

جواب عرض ڈائجسٹ

بالا تر بیٹھنا۔

میزبان بن کر مہمان پر حکم چلاتا۔

دوسروں کی باتوں میں دخل دینا۔

ان لوگوں سے خطاب کرنا جو سنانہ

چاہتے ہوں۔

بدچلن سے دوستی کرنا۔

سنگ ول حریف دولت مند سے مدد

مانگنا۔

اختصار یہی

تم اتنے ہی برے ہو جتنا تمہارا

دست نگر تم سے ڈرتے ہیں اور اتنے

ہی اچھے ہو جتنا تم پر مرتے ہیں۔

کینہ پرور کتنا بھی سچ کلام ہو کسی بھی

کروٹ بیٹھے بالآخر اسے پہاڑ کے

نیچے آنا ہوتا ہے۔

وقت کی جھیل میں پھنکی گئی مٹی کی ہر

کنکری کی لہریں زندگی کے کناروں

کو بھگو کر رکھ دیتی ہیں۔

نیچے کل اتنے ہی اچھے ہیں کہ فیصلہ

مشکل ہو جاتا ہے کہ زیادہ برا کون

ہے۔

بعض لوگوں کے بارے میں یہ

بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ وہ میں منہ

میں سونے کا نوالہ لے کر پیدا ہوتے

ہیں۔

نصیحت کرنے والی زبان اور سننے

والے کان کم ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔

آمدنی سے بڑھ کر وہی خرچ کرتا ہے

جس کے پاس قرض حسنہ کی سہولت

موجود ہو۔

بندہ جب خدا بن جائے تو خدائی

حرکت میں آئی جاتی ہے۔

جاؤ۔

کامیابی ایک انوکھا رنگ و روغن ہے

جس سے انسان کی بد صورتی بھی

چھپ جاتی ہے۔

تکوار اور قلم دنیا کی دو زبردست

قوتیں ہیں جن میں قلم آخر کار تکوار پر

فتح پاتا ہے۔

اپنے ہم سائے سے محبت کرو مگر

درمیان کی دیوار بچی نہ کرو۔

اے عقل اس دوست کو چھوڑ دے جو

تیرے دشمنوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔

علم کا فائدہ

خلیفہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار ہو

کر کہیں جا رہے تھے راستے میں

ایک عالم ابو اسن ملے ہارون الرشید

اتر آگیا گھوڑے سے نیچے اترے اور

مصافحہ کیا اور ان سے دوبارہ آنے

کی شکایت کی انہوں نے جواب دیا

میں مطالعے میں اس قدر مصروف

رہتا ہوں کہ فرصت ہی نہیں ملتی

ہارون الرشید نے پوچھا اتنے علم کا کیا

فائدہ ابو اسن نے جواب دیا کیا کم

ہے کہ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر

مصافحہ کیا۔

اقوال زریں

علامہ جلال الدین سیوطی کے مطابق

سات چیزیں انسان کو ذلیل کر دیتی

ہیں۔

کسی دعوت میں بن بلائے چلے

جانا۔

کسی مجلس میں اپنے مرتبے سے

گلدستہ

اگر دوستوں کے ایک دوسرے سے خفا ہونے کی وجوہات پر کامیاب ریسرچ کی ہے اب پتا نہیں وہ کس حد تک کارآمد ہے اور کس کی سمجھ میں حصار پیدا کرتی ہے۔ باقی قارئین کی رائے اس مرحلے میں فیصلہ کن ثابت ہو گی اور میں امید کروں گا جلد میرے انتظار پر نزع کا عالم ہوگا اور شہزادہ صاحب سے امید کروں گا کہ وہ نوکری کی دلدل سے نکال کر قابل اشاعت بنائیں گے سو فیصد بات ہے کہ انسان زندگی میں خود کو تلاش کرتا ہے مگر ناکام رہتا ہے مطلب واضح کردوں کہ اپنے مطابق انسان اپنے ذہن کے مطابق اپنی سوچ کے مطابق اس کو کوئی ایسا نہیں ملتا جو اسے مطابقت ہو۔ اکثر یہ فقرات ہماری سماعت سے نکراتے رہے کہ اس کا ذہن مجھ سے نہیں ملتا، اس کا ہم نے کامیاب حل نکالا ہے کہ انسان کو اپنے اندر سے ایک پہلو کو ختم کرنا ہوگا منفی یا مثبت بہتر تو ہے کہ منفی پہلو کو ختم اور مثبت کو اجاگر کر کے ثابت قدمی رکھیں پھر مجھے بتائیں کہ ذہن ملا یا نہیں۔ امید ہے مل جائے گا۔ مگر اگر کوئی منفی اور مثبت کو ملانا چاہے تو یہ نامکن ہے۔ یہ شعر اگر گہرائی میں جا کر پڑھا جائے تو اسی بات کا ہی تعریف ہے۔

اپنا کسی کو کر لو یا خود کسی کے ہو جاؤ (محمد افضل اعوان، گوجرہ)

ایم جبرائیل آفریدی کی ڈائری
یادوں کے کچھ جھنڈے ایسے ہوتے ہیں جو کھلی تھیلیوں سے بھی نہیں اڑتے کچھ تیلیوں کے رنگ انگلیوں کو بار بار جھٹکنے پر بھی نہیں جھوٹنے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو داستان ہوتے ہوئے امر ہو جاتے ہیں ایسے لوگ جو ذہنوں پر نقش ہو جاتے ہیں ان کی آواز لوگوں کو ہمیشہ اپنے ارد گرد گونجتی محسوس ہوتی ہے ان ہی لوگوں میں میری سوتیلی کا بھی شمار ہوتا ہے۔ یہ غزل جو میری ڈائری میں سوتیلی کے نام سے درج ہے۔

میں اپنی ہر سانس تیرے نام کرتا ہوں
اپنا دل اور اپنی جان تیرے نام کرتا ہوں
بس میری جان تم خوش رہو سوتیلی
میں اپنی سب محبت تجھ پر قربان کرتا ہوں

(ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

آفریدی کی ڈائری
آج بڑے دنوں بعد اس نے مجھے اس نے مجھے کال کی میں نے سوچا بھی نہیں تھا میں آج بھی اسے یاد ہوں میرے بغیر اس کا ایک لمحہ سکون سے نہیں گزرا ہے پھول سا چہرہ مرجھا گیا ہے یہ کہتے ہوئے اچانک خاموشی ہو گئی خاموشی چھائی ہی میں نے موبائل کو دیکھا تو کال کٹ گئی تھی جب بھی میری یاد اس کے

دل کو گھٹاں کرے وہ میرا نمبر ڈائل کرے۔ مجھے پھر سے اپنی طرف مائل کرے، یہ سوچ کر میرا نمبر ڈائل کرے۔

(ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

بادشاہ کی ڈائری
بادشاہ کی ڈائری میں کیا ہے کچھ نہیں۔ بادشاہ کے دل کی سلطنت تو کافی وسیع ہے لیکن اس میں کوئی ابھی تھا حکومت نہیں کر سکا۔ بادشاہ کی سلطنت میں دکھوں، آنسوؤں، مصائب اور تہمتوں کا ہر سال بیٹھ ہوتا ہے اور ہر سال یہ اک شدت کی شرح سے بڑھتا ہے بادشاہ کی حکومت اچھے اضافے کی باوجود بہت دشواریوں سے لاچار ہے۔ آنسوؤں کی بے انتہا بارش بہت زیادہ نقصانات کی ذمہ دار بن رہی ہے۔ بادشاہ کو کسی ایسے وزیر کی تلاش ہے جو حکومتی امور سے بٹنے کے لیے اچھا اور پائیدار ساتھ فراہم کر سکے۔

اک شعر آپ کی نظر۔

حالات زندگی ایسے تو نہ تھے بادشاہ اپنوں نے نظر انداز کر کے خاک میں ملا

(ایم عمر دراز آکاش، جڑانوالہ)

رائے اطہر کی ڈائری سے
اکثر یہ کہتی تھی محبت کچھ نہیں ہوتی ہجر کا خوف بے مطلب وصل کے خواب بے معنی کوئی صورت نگاہوں میں کہاں دن

رات رہتی ہے
اسے کیوں خاموش کہیے کہ جس میں بات رہتی ہے
یہ آنسو بے زباں آنسو بھلا کیا بول سکتے ہیں
کہاں دل میں کسی کی یاد سے طوفان اٹھتے ہیں
کہاں پلوں کے سائے میں فی دن رات رہتی ہے
کہاں ہوتیں ہیں وہ آنکھیں جہاں برسات رہتی ہے۔ مجھے اکثر یہ کہتی تھی محبت کچھ نہیں ہوتی مگر جب آج برسوں بعد میں نے اس کو دیکھا ہے کہ اس کی جھیلی آنکھوں میں ہجر کا خوف رہتا ہے
وصل کے خواب رہتے ہیں وہاں برسات رہتی ہے
یوں لگتا ہے کئی راتوں سے وہ سوئی نہیں
یوں لگتا ہے کسی یاد اب دن رات رہتی ہے
اور اس کی نرم پلکوں کے حسین سائے بھی گیلے ہیں
اور اس خاموشی ایسی کہ جس میں بات رہتی ہے
مجھے اب وہ نہیں کہتی محبت کچھ نہیں ہوتی
کہ اب شاید محبت کی وہ سب رمزیں سمجھتی ہیں
(اطہر مسعود آکاش، 19R-214)

سانول کی ڈائری کا ایک ورق
چاندنی رات تھی اور میں خوش ہونے کے بجائے افسردہ تھا کس بات سے بات دراصل یہ ہے کہ لوگ خوشیاں مناتے ہیں اپنوں کے ساتھ اپنے پیاروں کے ساتھ لیکن میری ذات میں تو کوئی ایسا غصہ تھا ہی نہیں جو مجھے خوشیاں کی طرف لاتا میں افسردگی کی حالت میں بیٹھا بیٹھا ماضی کے جھروکوں میں چلا گیا میں کتنا خوش رہتا تھا احم الفت سے جب نا آشنا تھا کتنی خوشیاں ملتی تھیں عید کے موقع پر پھر آہستہ آہستہ جب الفت کی دنیا میں قدم رکھا تو بہت مشکل لگا لیکن پھر دل عادی ہو گیا میں تو سمجھا تھا کہ الفت کی ایسی خوشگوار گلیاں صدا رہیں گی لیکن نہیں وہ تو صرف عارضی تھیں ایک شخص آیا تھا میری زندگی میں کتنی خوشیاں دی اس نے کتنا سکون ملتا تھا اس کی آغوش میں عجیب شخص تھا وہ کیسے کیسے بننے دکھایا کرتا تھا کبھی نہ چھوڑنے کی قسمیں کھاتا تھا کتنی سنجیدہ باتیں کرتا تھا لیکن اس کے دل میں شاید کچھ اور تھا وہ سوچتا کچھ اور تھا بتاتا کچھ اور تھا اور تھا میں کتنا دیوانہ ہوا تھا اس کی الفت میں اور وہ بھی کتنا شاطر تھا اس نے پوری طرح مجھے پیار کے جال میں پھنسا کر ایسا بھٹکایا ایسا بھٹکایا کہ میں آج منزل تک نہیں پہنچ پایا اور نہ ہی پہنچ

پاؤں گا میں کتنا مصروف ماضی ہوں لوگ مجھ سے بات کرنے میں خوش محسوس کرتے ہیں جہاں میرا نام بولا جاتا ہے وہاں شوقین کی ایک کثیر تعداد جمع ہو جاتی ہے کیونکہ میں کوئی عام شخص نہ ہوتا میں ایک پنجابی شاعر ہوں اور عوامی سنگروں کو گیت لکھ کر دینا میرا مشغلہ ہے جو لوگ آپ آؤ یو یو میس دیکھتے ہوں ان گیتوں کا لکھاری آج آپ کے گوش گزار رہا ہے اپنی داستان حیات اسے میرے دوستوں کبھی بھی کسی سے پیار نہ کرنا میری طرف دیکھو مجھے کسی کے ہجر فراق نے کیسا جلا کر رکھ دیا ہے میری کیا حالت بنا دی اس عشق نے کیا خوب لکھا ہے گلغام حسن نے۔

ہوش نہیں رہتا دھیان نہیں رہتا محبت میں انسان انسان نہیں رہتا (آصف سانول، بہاولنگر)

مجید احمد جانی ملتان کی ڈائری
یہ زندگی بھی کیا چیز ہے محبتوں کے حسین محل سجا کر غنوں کے انبار لگوا دیتی ہے خود بے وفا ہے لیکن دوسروں کو وفا کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ ہزاروں چہروں سے ملواتی ہے اور دھوکے، فریب خود غرضی سے مرواتی ہے۔ خود تو بے چین رہتی ہی ہے لیکن موم سے بنے جسم کو لمحہ بہ لمحہ اذیت ناک مراحل سے گزراتی ہے ہزاروں غم نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے

دامن میں سمیٹ لیتی ہے اور خود قفا ہو جاتی ہے۔ جمہوری دنیا میں، ہزاروں مظلومی چہروں سے ملواتی ہے جن میں محبت کے نام پر ہوس، جنسی پرستی، خود غرضی اور لالچ چھپا ہوتا ہے جو موقع پا کر حاصل کر لیتے ہیں اور زندگی کو نئے روگ دے کر درپوش ہو جاتے ہیں وہ تو کسی اور چہرے کی تلاش میں نکل جاتے ہیں لیکن اسے غموں کی اندھیر نگری میں تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔ اسے زندگی تو کیوں کر وفا چاہتی ہے جب کہ تو خود بے وفا ہے۔ اک نہ اک دن غموں سے دکھوں سے صدموں سے چور چور ہو کر جسم سے ہمیشہ کیلئے غائب ہو جاتی گی۔ تیرے دامن میں محبت کے پھول نہیں ہیں اور تو محبت کے حسین لمحات چاہتی ہے تیرے اندر وفا نہیں اور خود وفا کی طلب گار ہے۔ افسوس تجھ پر اور تیری چاہت پر اسی لیے کہ تجھے خلص محبوب نہیں ملتا۔ جو بھی ملتا ہے تجھے دھوکے، فریب دے کر اپنا مطلب نکال کر دور کہیں کھو جاتا ہے۔ اسے بے وفا زندگی تو کیوں نہیں سمجھتی۔ تجھے کس طرح سمجھاؤں کہ یہ دنیا کسی کی بھی نہیں ہر کوئی چہرے پر چہرہ سجائے ہوئے ہے۔ پردے کے پیچھے کدو فریب میں منہ میں رام رام اور بغل میں خنجر لیے پھرتے ہیں موقع ملنے ہی وار کرتے ہیں اور کلچر چھلی چھلی کر دیتے ہیں یہ بھروسے نہ جانے کتنے پھولوں،

کلیوں کو مسمار کرتے ہیں اپنے آپ کو مجبوریوں کا ڈھونگ رچا کر دامن چھوڑا لیتے ہیں اور دوسروں کی زندگی بچ سمندر بھنور میں چھوڑ دیتے ہیں۔ تیری طرح یہ مٹی کے پستے بھی مٹی سے دفا نہیں کرتے۔ اور خود وفا کے طلب گار ہوئے ہیں دوسروں کو دغم دے کر خود پھولوں کی تمنا کرتے ہیں۔ افسوس ہے مجھے ان پر اور سدا افسوس رہے گا۔

(مجید احمد جانی ملتان، ملتان)

میری زندگی کی ڈائری

کچھ دن پہلے بھائی ابراہم سے آیا ہار سے جو بھی آتا ہے پہلا انتظار اسے دیکھنے کا ہوتا ہے اور دوسرا انتظار اس کا سامان کھلنے کا ہوتا ہے کب وہ کیسے اور پشیاں کھولے پتہ تو چلے کیا خزانے لے کے آئے ہیں خیر دوسرے دن بھائی نے سارا سامان کھولا اور مجھے کہا کہ جی تم یہ ساری چیزیں بانٹ دو سب میں جب میں نے پورا سامان چھاننا تو ایک ڈائری ملی بڑی حیرانگی ہوئی بھائی کو تو کاپی پنسل سے الہامی ہے پھر یہ ڈائری کھولی تو بھائی نے اپنی باتیں لکھی تھیں میں ڈائری اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی جہاں میری کزن اور بہنیں مہمان بھی تھیں ہم سب اکٹھے ہو گئے اور بڑے اکسائیڈ ہو کر ڈائری پڑھنے لگے پہلا صفحہ پڑھ کر ہم سب بہت ہنسے بھائی کو تو دیے بھی کام دینے تو یہ تحریر پڑھ کر ان پیسوں کی

قدر آئے گی ابھی نہیں پاس میں ہیں پرفون میں بھی پینٹس نہیں کہ انہیں بتاؤں اور بس کارڈ بھی نہیں کہ ان کے پاس جاسکوں تو ڈی ڈیر پہلے امی جان نے کال کی تھی پوچھا بیٹا کھانا کھا لیا کہ نہیں میں نے کہا جی کھانا ہی جا رہا ہوں اور کیسے سچ بولتا امی پریشان ہو جاتی اس کے بعد بھائی کمرے میں آ گیا اور ہمیں روتا دیکھ کر ڈائری چھین کر صفحہ بھاڑ دیا۔

(مثال سنگھی، گوجرانوالہ)

سردار اقبال مستوئی کی ڈائری

میں آج اپنے پیارے بھائی سردار اطہر خان مرحوم کے نام ایک سنہری ورق کرتا ہوں جو اب اس دنیا میں نہیں ہے وہ ایک ہی دوستوں ہنستا اور کھلتا ہوں بھائی تھا جو آج اس ہی کی یاد سب دوستوں کو رلاتی ہے اور جب یاد آتی ہے تو ایک نیازم تازہ ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور ہر وقت بھائی اطہر خاں کی یاد ستاتی ہے اور زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور وہ دوست جو نہ ہوا اس دنیا میں اور وہ مزاحیہ کیا جینا جو اس دنیا میں تم جیسا دوست بھی نہ ہو۔ وہ دوست ہی کیا جو زخم تازہ نہ ہو۔ وہ چمچڑ کر ہی پچھڑے جائے تو وہ مزاحیہ کیا مستوئی۔

(سردار اقبال خان مستوئی، رحیم یار خان)

مستوئی کی ڈائری

زندگی بھی کیا چیز ہے مستوئی کبھی تو

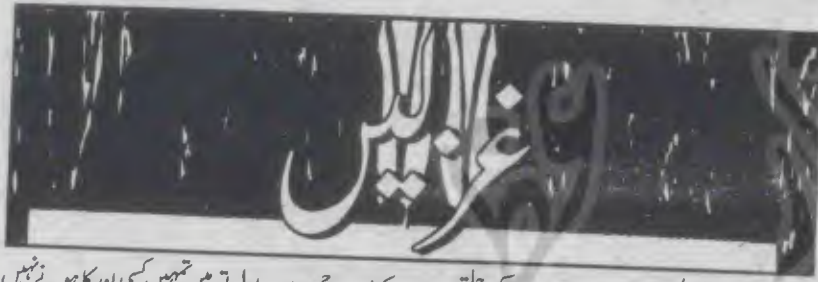
رولاتی ہے تو کبھی ہنساتی ہے جب زندگی میں بہار آتی ہے تو انسان سب غم اور زخم بھول جاتے ہیں اور صرف اور صرف اپنا پیار ہی نظر آتا ہے لیکن جب پیار سے مستوئی کس کو کوئی بے وفائی کرے تو پھر واپس وہی غم آ جاتے ہیں جس غموں کوئی مینے ہر سال بھول جاتا ہے اور اپنی مستی میں مست ہی رہتا ہے اور خوش نظر آتا ہے یہ کبھی نہیں سوچتا کہ پھر بھی زندگی میں وہ ہی زخم ہر غم ہی میری زندگی میں لوٹ آ گئے مستوئی ہاں یہ وہی غم ہے جو کئی مینے ہر سال پہلے زندگی میں آئے تھے وہی پھر دوبارہ لوٹ کر واپس آ گئے۔ کسی بے وفائی تو پھر لوٹا کر دیئے ہیں۔

(سردار اقبال خان مستوئی، رحیم یار خان)

میری ڈائری کا ورق

بھولنے والے۔ یہ حالات کی تمہیدیں ہیں۔ جو ماضی کو لاشعوری طور پر او بھل کر دیتی ہے یہ میری زندگی ہے یہ کوئی ریاضی کا الجبرا نہیں تھا جو ایس کی دو دائی کی دو کو اڑا دے۔ نہ یہ مثلث اشکال ہیں نہ یہ مربع پر سکون۔ نہ حاصل کا لا حاصل۔ نہ واحد متکلم نہ زندگی کی تکمیل نہ خواہشوں کی چکور۔ نہ دامن کا خط نہ بے وفائی کی پرکار۔ نہ سمجھنے کا پیمانہ نہ ضرب کی ڈی پھر قائمہ زاویہ کہاں؟ کچھ بھی تو نہیں تھا بس عددی اشارے تھے ذواضعاف

اقل کی برابر دالی کسریں اڑادی جاتی ہیں (میرے خوابوں کی طرح) اشاریے کی مد میں آنے والی رقیں..... اگلے ہاتھ چلنے والی صفریں..... کچھ بھی تو نہیں کرتی (مجبور زندگی کی طرح) پھر عاوا عظم (محبت کا) کوئی کیسے ڈھونڈتا؟ کوئی سروکا ہی نہیں..... ہنسوں سے قدریں کون کرے لاچار جذبیوں کی؟ ہیرو کا کلیہ کہاں ملتا ہے۔ یہاں تو غربت کے گھپ اندھیرے میں..... سکون کی ضربیں نچوڑتی ہوئی زندگی کو تقسیم کر گئیں..... منفی نہ ہوتی کیا۔ ہر صبح کی طرح روشن جمع میں..... جذر کی قیتیں فی صد نہیں بدلتی..... پھر یہ روگ لگتے کیوں پلس اور مینس میں..... برابر اعشاریے ہی ملتے ہیں..... کہاں دھاریں لا حاصل کی تقسیم کرے کوئی جواب چاہیے وقت کم ہے۔ دکھوں کی ضرب سے نکلتے ہوئے فقرے محبت کی تفریق میں ڈوب گئے..... عاوا عظم کی نکلی ہوئی رقیں (خوشیاں) کسری اعشاریے (افلاس) سے مار کھا گئیں جواب جزیروں کے دھڑکتے ہوئے دل سے آیا..... قمر طاس پ قلم بکھرا رکھا۔ خواب ماضی کے حالات تقسیم میں ڈوب گئے جہاں اعشاریے کے بعد لگی ہی صفریں (معصوم زندگی) اپنی قیمت کھو بیٹھی..... پھر کیا تھا۔ تیر زمانے کی نفرت میں چلتے ہوئے



غزل

ہوا کچھ چلتی ہے اسی کنارے چھوٹ اول تو میں تمہیں کسی اور کا ہونے نہیں
 اک سونا چاند میرے فسانے میں رہے جاتے ہیں دہلیزوں کے
 گیا سمندر کی گہرائی سے بھی ہوتے ہیں جو اگر کسی کے ہو جانا تو صفائی مت دینا
 میں دوسروں کی شمعیں جلانے میں گہرے یہ نہ ہو قوت برداشت میری ختم ہو
 رہے گیا پل بھر میں کیوں وہ رشتے ٹوٹ جاتے حد سے بڑھی ہوئی مجھے تباہیاں مت
 دینا چکا جن پہ ہوتا ہے مہر و سہ اپنے آپ سے تم روٹھتے ہو میں منانا ہوں گا جانم
 میں تھا کہ اپنے گھر کو جانے میں رہے بڑھ گیا وہ لوگ دل کی دنیا سے کیوں لوٹ
 واپس ہوا گھر میرا شعلوں کی زد میں تھا جاتے ہیں مجھے چھوڑ کر جس کے بھی ہو جانا
 میں مزاروں کے دیٹ جلانے میں رہے تیر چلتے ہیں جب نفرت کے ان کی میری طرح اسے تو بے وفائیاں مت
 رہے گیا بڑا ناز ہے مجھے ان کی وفاؤں پر مہی سے آنکھوں سے میری طرح اسے تو بے وفائیاں مت
 دینا (آصف سانول، بہاولنگر) دینا
 یہ رواج صرف میرے گھرانے میں جاتے ہیں کیوں یاد آئے
 رہے گیا بڑا ناز ہے مجھے ان کی وفاؤں پر مہی دنیا سے ساری عمر تعارف نہ ہو سکا
 ذرا ذرا بات پر جو اکثر روٹھ جاتے ہیں پھر ایک شام کیوں یاد آئے ہو
 اب تک میں خود کو خود سے ملانے میں رہے گیا زخمی دل کی صدا تو خوب جلائے تھے
 (نرگس ناز، سکھر) بڑے چھین کر مجھ سے تہائیاں مت اب ذرا سی آہٹ پہ
 دینا چونک اٹھتا ہے دل.....
 کبھی ہم ان سے کبھی وہ ہم سے روٹھ بنی بنائی عزتیں چھین کر رسوائیاں مت قسمیں جو کھائیں تمہیں
 جاتے ہیں دینا وعدے جو کیے تھے

غزلِ آف و صی شاہ

کبھی ہم ان سے کبھی وہ ہم سے روٹھ بنی بنائی عزتیں چھین کر رسوائیاں مت قسمیں جو کھائیں تمہیں
 جاتے ہیں دینا وعدے جو کیے تھے

لاوے میں ڈوبے ایسے کہہ نکل نہ
 سکے (چھوٹی رئیس بڑی رقصوں کو کھلا
 جاتی ہیں)..... آج پھر ساحل کی
 انگلیوں کے چچ..... جمع حاصل کی
 لہریں تھیں..... جو جیت پر سکون میں
 کھو گئیں..... قدس کے دیے
 ہوئے نقطے آج زوال کے بعد
 اختتام ہو گئے..... اور یہ زندگی پھر
 نہتی..... (جواب کے بعد راہ ہی کیا
 جانا ہے)۔

(ناصر ناز ضلع خانیوال)

میری زندگی کی ڈائری

میری زندگی کی ڈائری میں تمام
 اوراق دوستوں اور محبوب کے لگائے
 ہوئے زخموں کے نشان ہی نشان میں
 جو بھی صفحہ پلٹا ہوں تو میری جان ایم
 کے دیئے ہوئے زخموں کی آہیں نکلتی
 ہیں میری آنکھوں سے اس قدر
 آنسوؤں کے بادل برسے لگ
 جاتے ہیں کہ ڈائری کے اوراق ایک
 غموں کا سمندر کا نظارہ پیش کرنے
 لگ جاتے ہیں جب کوئی اور ورق
 پلٹتا ہوں تو چند دوستوں کے زخم جو کہ
 ابھی تک مندمل نہیں ہوئے ہیں میری
 آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں دل
 خون کے آنسو رونے لگ جاتا ہے
 جسم کا پٹنے لگ جاتا ہے چہرے پر
 لرز کی طاری ہو جاتی ہے اور مجھے
 اپنی ذاتی شاعری سے ایک غزل سی
 یاد آ جاتی ہے اور اس کو پڑھنے لگ
 جاتا ہوں یہ غزل میرے ساتھ پیش
 آئے حالات کی اس قدر عکاسی کرتی

ہے کہ ڈائری میں درج کرنا مناسب
 سمجھتا ہوں۔
 فرہنگ وادی غم دے بادل ابھیں
 دچوں و سدے پئے نی
 کوئی نہیں تیرا سنگی جنگ تے کھلے دل
 نوں و سدے پئے نی
 ہجر بیاری اندروں کھا گئی، ہو رہا
 مینوں مرضی دی کوئی نہیں
 تیری فطرت جدائی دے مینوں ناگ
 زہریلے دسدے پئے نی
 خوشیاں مینوں راس نہ آندیاں، غم
 اے فقط مقدر میرا
 میری اکھاں دچ اتھروں دے کے
 اوتار ہر پل ہسدے پئے نی
 ہجر دی سولی چاڑ کے مینوں نس گئے
 سلتی دور کدائیں
 مٹی دے اس بنجرے دچوں چکھوئی
 ساہ وی ندے پئے نی
 نویاں سکتیاں، نویاں شاہیاں نوں
 طور طریقے انہا دے
 اجڑیا صرف تبسم توں ایں اوتار سڑیا
 ایں و سدے پئے نی
 (منظور اکبر تبسم، جھنگ)

ایم وائی اعوان کی ڈائری

پھول تو بہت ہیں مگر گلاب جیسا کوئی نہیں
 دوست تو بہت ہیں مگر آپ جیسا کوئی نہیں
 مجھ کو وہ دن اچھی طرح یاد ہے جو میری
 زندگی کا سب سے خوبصورت دن تھا
 جمعرات کی صبح 4 بجے کا جب میرا بیٹا
 اس دنیا میں آیا تھا اس وقت اللہ رب
 العزت نے میری زندگی میں دو جہان
 کی خوشیاں بھری دیں تھیں اور میں
 بہت خوش تھا ہر طرف سے مبارکباد
 (ملک علی رضا، فیصل آباد)

وہ کیوں بھلائے تھے اپنے ہی اشکوں سے اسے بھانا پڑا زیت آنسوؤں کی دیواری لگتی ہے
 تیری خاموشی بھی..... وہ مسکراتا رہا جلا کے میری بربادی کا دیا میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
 تیرا خلوص سمجھا..... رضا اس عنایت کو بھی پکوں پہاٹنا پڑا ہر سوچ اپنی غمگسار سی لگتی ہے
 میرے دامن سے..... (منیر رضا، ساہیوال) زندگی ڈھل گئی غم کے سانچے میں
 کانٹے کیوں اٹھائے تھے ریاض احمد لاہور کے نام تیری ہر خوشی ہمیں یادگاری لگتی ہے
 میری محبت کو کیا خوب دل آج بھی ان کی یاد پہ پکار اٹھتا ہے جا کے کوئی نہیں آتا پھر زمانے میں
 نام دیا آوارگی..... آنسوؤں کا لیے چراغ بار بار اٹھتا ہے تیری یاد بھی اب تو پر نوری لگتی ہے
 میرے آگن میں..... شاید لوٹ کر نہ آئیں جانے والے کسی سے جب ملاقات ہوئی ہے
 کیوں پھول سجائے تھے ہر گھڑی دل میں ان کا انتظار اٹھتا ہے جاوید
 پھر ایک شام..... دل کے موسم تو کب کے مرجھا گئے اس کی ہر بات پھر ہمیں تلوار سی لگتی ہے
 کیوں یاد آئے..... دگر نہ ہر روز ایک موسم خوشگوار اٹھتا ہے (محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)
 (منیر رضا، ساہیوال) کی تو پوری نہیں ہوتی جانے والوں کی

ہر شام تجھے یاد رکھتا تب بھی نہیں چین پایا ہم اٹھتا
 نے جلائے میرے دل کے آگن کو وہ دے کے داغ جدائیوں کے ہمیں
 تجھے بھول کر بھی غلام رونا پڑا مسکرایا میرے غم میں تیرا پیار ڈھلتا نہیں کبھی
 خواب اشکوں سے بہہ گئے پکوں سے اسے کہنا دھواں وہاں سے اب بھی تیری سوچوں کے گہرے سمندر میں
 آنسوؤں سے پھر ایک دیپ جلانا پڑا بے شمار اٹھتا ہے یہ دل میرا پھر سے ڈوبتا نہیں کبھی
 ہم قابل تو نہیں تھے تیری بزم کے تیری وفا کا چرچہ جب کوئی کرے فضا بھی صاف ہے تیرے پیار کی
 سر جھکائے ہم کو پھر بھی آتا پڑا میرے سامنے طرح
 چاہتے تو بے پردہ کر دیتے سر محفل دل ذرا سی آہٹ پہ بھی پکار اٹھتا ہے کوئی کسی کے غم میں جتنا نہیں کبھی
 پھر بھی تیری بیوفائی کو چھپانا پڑا لوگ ہم کو ریاض جینے نہیں دیتے ہم کیوں نہ بدل لیں راہیں اپنی جاوید
 م نے اپنے آنسوؤں کو گلاب لکھا جو رضا کی زندگی میں ہر لمحہ شیب و فراز یہ دل کسی کی یاد میں دھڑکتا نہیں کبھی
 دیئے اٹھتا ہے (محمد اسلم جاوید، فیصل آباد)
 (منیر رضا، ساہیوال) غزل
 جڑے ہوئے لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں

میں وفا کی راہ بڑی پر خاری لگتی ہے
 جواب عرض ڈائجسٹ

فحص کے اپنے اپنے نصیب ہوتے کوئی بھی درد اتنا مسلسل نہیں رہا بجا
 ہیں منظر دہلے سے دور ہوا تو دل سے بھی اتر بہت مشکل ہے میری جان تمہیں دل
 کوئی جا کے جہاں میں نہیں ہے آتا گیا سے بھلا دینا
 خوف کے سائے کتنے مہیب ہوتے حد یہ ہے کہ اب دعائیں بھی شامل نہیں تمہیں اک دن ستائیں گے میری
 رہا چاہت کے سب جذبہ
 خیالوں میں آتے ہیں جو مٹنے نہیں کبھی اسے ٹوٹ کے چاہا ہے کس قدر آمنہ میری غزلیں میری نظریں میرے خط
 وہ کتنے پیارے میرے حبیب ہوتے جو شخص تیری نفرت کے بھی قابل نہیں بھی جلا دینا
 ہیں کبھی جو یاد میں آؤں تمہیں فرصت رہا
 تھک ہار کے سو جاتا ہوں میں آخر کار (آمنہ، راولپنڈی) کے لکھوں میں
 جذبہ زندگی کے کتنے قریب ہوتے غزل حسین ہاتھوں سے کاغذ پر مجھے لکھنا مٹا دینا

ہیں یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے
 جب بھی آئے گا گزرے دنوں کا ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
 خیال جاوید ہر موڑ پہ ٹھوکر لگتی ہے
 زاویے حسن کے بھی پھر کتنے قریب ہر حال میں جلنا پڑتا ہے
 ہوتے ہیں ہر دل کو سمجھنے کے لیے (محمد اسلم جاوید، فیصل آباد) خود سے لڑنا پڑتا ہے
 (محمد اسلم جاوید، فیصل آباد) کبھی کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
 غزل یہ دل کبھی تیری یاد سے غافل نہیں رہا کبھی چھپ چھپ کے رونا پڑتا ہے
 مجھے شکوہ ہے کہ تو پھر بھی میرا حاصل کبھی نیند نہ آئے بھولوں پہ
 نہیں رہا کبھی کانٹوں پہ سونا پڑتا ہے کبھی تیرا نام بدنام نہ ہو جائے
 میری نظروں کے سامنے سب ہی پار کبھی مر کے جینا پڑتا ہے ناگنی ہوں جب بھی دعا تو یاد آتا ہے
 اترتے رہیں کبھی جی کے مرنا پڑتا ہے کہ جدائی میرے پیار کا انجام نہ ہو جائے
 جب میری باری آئی تو ساحل نہیں رہا کبھی تو خوشیاں لوٹ کے آئیں گی سوچتی ہوں ڈرتی ہوں اکثر تنہائی میں
 میں انجان تھی وہ پاگل تھا میری ہر ادا اس آس پہ جینا پڑتا ہے (آمنہ، راولپنڈی) آمنہ
 کے داسطے اس کے دل میں کسی اور کا مقام نہ ہو جائے
 بنا کے مجھے پاگل وہ اب پاگل نہیں رہا غزل
 کتنے ہی کٹھن دور آئے گزر گئے نہیں ممکن اندھیروں میں چراغوں کا

جواب عرض ڈائجسٹ

(آمد راولپنڈی) میرے ایسے ہوش اڑاؤ صنم کہیں ترستے ترستے مر نہ جائے راشد کسی نے دیکھا کہ حسین چہرہ مجھے بے تیرے شہر تیری سوچ سے نکل جاؤں مجھے اپنے ہونٹوں کا جام پلاؤ صنم قرار کر دیا گی (راشد لطیف، صبرے والا ملتان) کسی نے اپنی زلفوں کے جال میں کسی اداس شام میں دھل جاؤں گی غزل شکار کر دیا تو جو کر گیا ہے ہر بات سے اپنی آج قتل ہو گا میرے پیار کا یارو کسی نے پاگل سمجھ کر پتھروں کا وار کر دیکھ لینا اک دن میں بھی بدل جاؤں خوب ہے گا چہرہ میرے یار کا یارو کسی نے مطلب کی خاطر مجھ کو پیار کر دیا گی کیا تھا اس نے وعدہ میں تیرا ہوں کسی نے مطلب کی خاطر مجھ کو پیار کر دیا گی جب کہ تو جانتا ہے میں کھل جاؤں گی آج ٹوٹے گا رشتہ اعتبار کا یارو کسی نے کسی کی خاطر مجھ کو بے کار کر دیا چاہے لاکھ تڑپوں تیرے انتظار میں کیا بنے گا میرے انتظار کا یارو کسی نے جین دیا کسی نے مجھ کو بے مت لوٹ کے آنا میں سنبھل جاؤں گی اب تو بچنے کی کوئی امید نہیں ہے کسی نے جین دیا کسی نے مجھ کو بے تیرا ہونا اتنا ضروری تو نہیں ہے پوچھو نہ حال ذل بیمار کا یارو قرار کر دیا میں تو یادوں کے کھلونے سے بہل ادھر نکلے گی ڈولی میرے یار کی یارو کسی نے میرا جینا دشوار کر دیا جاؤں گی ادھر نکلے گا جتنا زہ میرے پیار کا یارو کسی نے خود تو راشد غموں کی نگری میں رہتا (آمد، راولپنڈی) خوب ہے گی ان کے ہاتھوں میں میں مہندی میرے خون کی ہوں ملاقات صنم کبھی تم سارے پردے ہٹاؤ صنم کیا مزہ ہو گا اس کے سنگھار کا یارو پر تیری زندگی میں تو موسم بہار کر دیا میری مدتوں کی پیاس بجھاؤ صنم آخری دعا ہے اس کو یہ میری راشد (راشد لطیف، صبرے والا ملتان) آؤ آؤ میری بانہوں میں آؤ بسا رہے ہمیشہ گھر میرے یار کا یارو (راشد لطیف، صبرے والا، ملتان) اداس شاموں میں جب بیتے لمبے یاد میرے خوابوں کو حقیقت بناؤ صنم میں بھی انسان ہوں آتے ہیں مجھے ایسے سینے سے لگاؤ صنم کسی نے وقت گزارا کسی نے مجھ کو بہت یہ دل تڑپتا ہے اور آنسو بھی بہتے میری سانسوں کو تیز روانی ملے بیکار کر دیا میرے ہاتھوں کو اپنے ہونٹوں پہ لگاؤ کسی نے مذاق میں مجھ سے محبت کا تنہا پیچھی کوئی اڑتا ہو جیسے ساحل پہ صنم اظہار کر دیا رے نہ مجھے دنیا کی کوئی خبر کسی نے دیکھ کر میری غربت کو دل جب یاد آتے ہیں

سنگ تیرے ہٹا اور ہٹاتے رہنا آتے ہیں وہ بے خودی کا عالم یاد ہے مجھے آج سب کو پڑھ نہ لے اشکوں میں کوئی نام تیرا چاند تیرے سامنے آتے ہی مجھے ہر بات اب ہنسی تو کیا آنسو ہی بہتے ہیں جب میرے چاند تیرے سامنے آتے ہی مجھے ہر بات بیتے لمبے یاد آتے ہیں اس لیے تو تنہائی میں روتے ہیں جب بھول جانا ادایاں چھانگیں میری زندگی میں اب بیتے لمبے یاد آتے ہیں بے خودی میں تجھے تنکے کا عالم یاد ہے (انعم نذیر چاند، وہاڑی) مجھے آج تک برسات ہوتی ہے آنکھوں میں جب غزل تیرے آنے کی دعائیں کرنے تجھے بیتے لمبے یاد آتے ہیں تیری اک اک بات یاد ہے مجھے آج مانگنا ہے دعاؤں میں چھوڑ دیا اشکوں کو بہانا ہم نے محفل تک اپنے ملن کیلئے ہاتھوں کا اٹھنا یاد ہے مجھے آج تک تنہائی میں بیتے ہیں جب بیتے لمبے یاد مجھے آج تک جدائی تو کبھی تھی ہاتھوں کی لکیروں پہ آتے ہیں تو نہ تھا تو تھے ہم بچپن کی ہر خوشی میں چاند آخری دن تیرا یوں تنگنا یاد ہے مجھے آج تک چھوڑنے کا سبب تو بتا دیتے آج تک یہی سوچتے ہیں ہم تو جب بیتے لمبے یاد تیرے ساتھ چلے تھے جب ہم اور آتے ہیں کیسے جدا ہوئے راستے یاد ہے مجھے یہ دل تیرے بغیر جینے کا تصور بھی نہ ممکن تھا آج تک دھڑکتا ہے یہ دل میرا تڑپتا ہے یہ من لیے تیرا ٹھکلیوں سے چلنا، کبھی ہنس کے میرا اب جیتے ہیں اور روتے ہیں جب کبھی غصے میں گزرتا بنا تیرے جین نہیں آتا بیتے لمبے یاد آتے ہیں تیری اک اک ادا یاد ہے مجھے آج یہ دل کہیں بھی نہیں لگتا تجھے دیکھنا اور دیکھتے ہی رہنا بغیر کسی تک تیری یاد ہم کو ستاتی ہے پروا کے کیا دن تھے کہ تیری طرف دیکھتے آنکھیں بھی روتی ہیں اب ڈھونڈتے ہیں خیالوں میں جب ہوئے پروانہ تھی کسی کی نہ جگتی ہیں نہ سوتی ہیں بیتے لمبے یاد آتے ہیں اور وہ بے پرواہی کا عالم یاد ہے مجھے پل پل تنہائی ڈستی ہے نہ جی محبت ہم سے یا تھی کوئی مجبوری یہ تو آج تک نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں بنا دیا ہوتا تیری آمد کی خبر پر خوشی سے جھومنا اور سنو تم سے یہ کہتے ہیں یہیں سوچتے ہیں ہم کو جب بیتے لمبے یاد چلانا ہمیں اپنا بنا لو تم

دل میں اپنے بسا لو تم ہم ہیں بے وفایہ کبھی سوچنا بھی مت دیئے ہاتھوں سے بجائے اپنے
 ہی کو ہم کو سے چرا لوتھم سے دراب ہم نے تو یہ وفا یہ محبت یہ چاہت اب کس بیڑ کی چھاؤں ڈھونڈیں
 نہ رہ پائیں تیرے نام کی زلف اپنی ہے نہ سائے اپنے
 یہ درد جدائی نہ سہہ پائیں اب تو یوں لگتا ہے کہ نہراجیں گے کس کے ہونٹوں کی ادا یاد آئی
 اس قدر ٹوٹ کر چاہیں تمہیں یہ درد جدائی اب نہ سہہ پائیں گے ہم گل ہنسا زخم بھر آئے اپنے
 کہ دل و جان بھی تیرے کر جائیں یوں تو بھلا یاد سب کو مگر رو کے شبنم نے یہ کیا خوب کہا
 سنو تم اپنا بنا لو ہمیں اک تیری ہی ذات کو نہ بھول پائیں کوئی دکڑے نہ سنائے اپنے
 (گلشن ناز بخشہ قریشی)

اور پھر جانا جب میں کوئی شرارت
کروں گا
تم ترم سے مجھ سے لڑو گی
تم آج

جو کہتے ہیں وہ کر بھی جاتے ہیں
چھوڑ کے دنیا بس تم کو اپنائیں گے
(گلشن ناز، لیہ)

تم کو کیا یاد تم نے ہی مجھ کو زندہ رکھا نہ ہو سکا تو طبیعوں کی دوا تک کرے
(محمد لقمان اعوان، سریانوالہ)

مس کال آتی ہے

دل کی دھڑکن رک سی جاتی ہے
جب کبھی تیری مس کال آتی ہے
دیکھتا ہوں بڑے پیار سے نمبر تیرا
اتنی دیر میں پھر مس کال آتی ہے
ہوتے ہیں پھر شکوہ بہت سارے
کبھی میرے منہ سے ایسی بات آتی

ہے
دل کو سکون ملتا ہے آواز تیری سن کے
پھر آٹھ ماہ کے بعد کال آتی ہے
(محمد لقمان اعوان، سریانوالہ)

ریاض احمد لاہور کی طرف سے
چھڑو گے تو اک اک ادا تک کرے
گی
اسے کبھی نہ کبھی میری وفا تک کرے
کبھی کسی دل کے ارمانوں کا خون نہ

کرتا زندگی پر اک کتاب لکھوں گا
دل ٹوٹ گیا تو کسی کی بدعا تک
کے
پر دہناؤ و گرنے فقیر کی صدا تک کرے

ہوئی برباد میری زندگی کیسے N
گی کیسے بکھرے ہیں میرے خواب لکھوں سے
اپنی زلفوں کو ذرا سنبھال کے رکھے
ساون کی چلتی ہوا تک کرے گی
عشق مریض کا علاج ہے دیدار یار اوروں کا چہرہ گلاب لکھوں گا

کسی کو الزام ہے وفا نہ دوں گا اسے
دوست

ٹوٹ کے بکھرو گے تو یاد آؤں گا
میرے ساتھ کی جفا تک کرے گی
رضا بجر کے ماروں کی خبر کون لے
پچھڑنے والوں کی کبھی تو فضا تک
گی

موم بتی کے اندر جلتے ہوئے دھاگے
نے موم بتی سے پوچھا مل تو میں رہا
ہوں تمہارے آنسو کیوں نکلتے ہیں،
موم بتی نے کہا جس کو دل میں جگہ دی
غزل

عجب شام ڈھلی ہے کہیں سے آ جاؤ
بڑی اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
کسی سے یوں ملنا اور مل کے پچھڑ جانا
سزا یہ بہت بڑی ہے کہیں سے آ جانا

پلکوں کے بندھن
میری پلکوں کے بندھن آج ٹوٹ گئے
تجھے پا کر بھی میں پانہ کی میرے مقدر
آج پھوٹ گئے
رویا بہت دل آج تیری یاد میں
جان تیرے ہاتھوں سے میرے ہاتھ
آج چھوٹ گئے

کتاب
بہت مان تھا تیرے پیار سے ہمیں
سوچا تھا چھوڑیں گے کبھی بھی نہیں
گا
رشتہ یہ کچا نکلا جو یوں ایک دھڑکے
ٹوٹ گیا

نہ چاہے پی بھی تیرا پیار میرے ہاتھوں
چھوٹ گیا
(عابدہ رانی)

رواں دواں زندگی میں
مجھ سے پچھڑ کر

شا میں اداس کرے
کسی اور کی زندگی کو
روشن کرنے

ساحل کے اس پار چلا گیا
(ناصر ناز، خانیوال)

لا حاصل
زندگی کے سفر میں
جتنے بھی دروا ہوئے
کتنی ہی شامیں بیتیں
بجر کے فاصلوں میں

بار بار دن چڑھا
ارمانوں کا
کبھی دھوپ نہ لگی
نصیب کی
پھر وہ شخص
حالات کا مسافر

زندگی کی تنگی تلواروں کے درمیاں
دھوپ اور چھاؤں کے بیچ
چلتے چلتے
مجھ تک آن پہنچا
یہ اور بات تھی کہ

میں چکا دینے والی روشنیوں میں
گم ہو کر
آنے والے مسافر کو
دل میں جگہ نہ دے سکا

(ناصر ناز، خانیوال)

انتظار
بجر کی اداس رتوں میں
انتظار کے لمبے طویل کر کے
راتوں کی سیاہی کو

دخست ناک بنا کر
دن کے اجالوں کو دردناک کر کے
اپنے آپ سے پچھڑ کرے
تو کہاں گیا؟

کہاں دیوں؟
کس سے پوچھوں؟
کاش..... کہ
کچھ تو دیکھا ہوتا

صرف اتنا سوچا ہوتا
کہ ایک بے نام
سی بلبل
وقت کی گردان کے ساتھ
تیرے نام کی تسبیح
صبح و شام پڑھتی ہے

(ناصر ناز، خانیوال)

غزل
کاش ہم کو دل جوڑنے کی دوا مل
جائے
میں تو پہلے بھی تنہا تھا اب تم نے جدا
کون کرے گا اب یاد ہم کو جب تم نے
صرف دعا مل جائے
ہم کو محبت میں گرا رکھا ہے
اتنی ہمت مل جائے

ساری دنیا کی محبتوں کو مل کر اور ہم کو
محبت کا نام مل جائے
کاش ہم کو ایک ایسے انسان کی دل
سے دعا مل جائے
نہ ہم میں جدائی رہے نہ کسی کو کسی کی
بد دعا مل جائے
میری میرے خدا سے دعا ہے سب کو
سب کی محبت مل جائے
اس کے بدلے ہم کو زندگی میں اچھی
زندگی مل جائے
جدا ہونے والوں پریشان نہ ہو آپ کو
دکی کی دعا مل جائے
خدا ہماری دعاؤں کو قبول کرے اور
سب کو محبت مل جائے
(محمد لقمان اعوان، سریانوالہ)

غزل
تم نے تو اپنا گھر بسا رکھا ہے
دکی کو کیوں دنیا سے جدا رکھا ہے
چھوڑ دیا ہوتا اس دن کا مجھ کو
جس دن تم نے محبت کا نام رکھا ہے
کیوں کہہ دیا تھا میری محبت کا انتظار
کرتا

کاش ہم کو دل جوڑنے کی دوا مل
جائے
میں تو پہلے بھی تنہا تھا اب تم نے جدا
کون کرے گا اب یاد ہم کو جب تم نے
صرف دعا مل جائے
ہم کو محبت میں گرا رکھا ہے
اتنی ہمت مل جائے

ساری دنیا کے دل جوڑ دوں ہم کو رکھا ہے
صرف دعا مل جائے
محبت کرنے والوں کا ساتھ دوں کاش
اتنی ہمت مل جائے

جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

ماں سے پیار کا اظہار

❖..... ماں کی شان میں ساری اللہ میری ماں کو جنت میں جگہ دے۔ (علیم طفیل طونی، کویت)

❖..... ماں تیرے قدموں کی خاک میں میں تم تو چلی گئی ہو اللہ تعالیٰ کے پاس میں ہر وقت آپ کو یاد کرتا ہوں۔ آئی لو یو ماں۔ (ریاض احمد، صادق آباد)

❖..... ماں باغ ہے اور ہم ان کے پھول ہیں جب باغ ویران ہو تو پھول بھی ویران مر جائے ہوئے اس لیے ماں کے بغیر گھر میں کبھی خزاں نہیں آتی۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

❖..... ماں ایک ایسا لفظ ایسا رشتہ ہے جس کی حریف میں چٹنے الفاظ بھی لکھیں وہ کم ہیں اور ماں کی خدمت ہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہے۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

❖..... دوستو ماں کی خدمت کرنے میں دیر مت کرو ایسا نہ ہو کہ ہم سوچتے رہیں اور ماں ہم سے منہ پھیر کے چل جائے اسی لیے جتنی ہو سکتی ہے ماں کی خدمت کرو۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

❖..... ماں کے مرنے کے بعد معلوم ہوا ہے دکھ درد کیا ہوتا ہے

❖..... ماں انوں تڑپاؤں والے آپ کہ وہ کچھ پاندے نے، ماں رستے تے رب روسے تالیوں ٹھکرائے جاندے نے۔ آئی لو یو مام (ایم وائی سچا، جدہ)

❖..... دوستو اپنی ماں کا زیادہ واحد ہستی ہے جس کے قریب خدا ہے جو خود بھوک پیاسی رہتی ہے اولاد کو دے دیتی ہے دکھوں میں رو کر اولاد کو خوشی دیتی ہے۔ (سید عارف شاہ، جہلم شہر)

❖..... ماں وہ رشتہ ہے جس سے جڑی ہوئی نسبت ہی انسان کیلئے باعث جنت ہے ماں وہ ہستی ہے جو اولاد کی مسکراہٹ سے بھی پریشانی معلوم کر سکتی ہے۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

❖..... ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (غلام مصطفیٰ)

❖..... میں اپنی ماں سے بہت ہی پیار کرتا تھا اور اب میں بد نصیب انسان ہوں جو میری ماں اس دنیا میں نہیں۔ (سرور اقبال، سردار گڑھ)

❖..... ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اپنے بچوں کے لیے بہت ہی قیمتی ہے۔ ماں جنت کی ہوا ہے ماں تجھ کو سلام اے خدا سب ماؤں کی حفاظت کرنا اور جن کی مائیں اس دنیا میں نہیں ہیں ان ماؤں کو جنت الفردوس عطا کرنا۔ (ولی محمد اعوان، گولڑوی، صدر کینٹ لاہور)

❖..... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا مگر میری ماں کی زندگی ہی اتنی تھی اے ماں تیری دعائیں آج بھی میرے ساتھ ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

جواب عرض ڈائجسٹ

دعا
تجھے بھولنا کوئی خطا نہیں ہے یہ جرم مجھ سے ہوا نہیں ڈل یار کی ہے یہی صدا مجھے ہر گھڑی تیری یاد ہو میری یہ دعا بن جائے دعا

یہ زندگی بھی تیرے نام کرتے ہیں تیرے در پر دستک دے سکوں تم بھی کیا یاد کرو گے جاناں یہ حق تم نے مجھے دیا نہیں شاعری کی ہر غزل تیرے نام کرتے میں راہی ہوں راہ امید کا ہیں مجھے امید منزل پتہ نہیں (ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

چاند زمین پر

وفا کا رشتہ
تیرا اور رنگین شباب ہو رشتہ وفا کا جوڑ کر میرے چاند اور آسمان کے چاند میں (ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

صرف تم
پھر دل ہمارا توڑ کر صرف فرق ہے اتنا اس چاند کو لوگ یوں تنہا ہمیں چھوڑ کر دیکھتے ہیں آسمان پر اور میں اپنے چاند بتاؤ تمہیں کیا ملا ہمیں پکار کر کو دیکھتا ہوں زمین پر کیوں کہ میرا اپنے دل میں اتار کر چاند ہے زمین پر۔

پھر نفرت بھرا تیر مار کر (ایم جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

میں کیسے ان کے غم نہ اٹھاؤں
مجھ کو خوش اور خود کو بیقرار رکھتی ہے ہم کو مجبور کر کے سر دھواؤں کی دوش پر رشتہ ہے صرف دل کا اس سے اپنوں سے دور کر کے اڑنے والے مجھ پر وہ خود سے زیادہ اعتبار کرتی ہے زخموں سے چور کر کے خزاں رسیدہ آخر تجھے احساس ہو گیا ناں آفریدی بتاؤ تمہیں کیا ملا مجھے رسوا کر کے درختوں سے پوچھوں سوینی واقعی تم سے بہت پیار کرتی ہے خود سے جدا کر کے تنہا کیا وفا کر کے شاخوں سے ٹوٹنا (جبرائیل آفریدی، ناصر آباد)

تیرے نام
اپنی ہر سانس تیرے نام کرتے ہیں یہاں چاہتوں کا صلہ نہیں انہماں اور جان تیرے نام کرتے ہیں یہاں دوستی کا مزہ نہیں بس میری جان تم خوش رہا کرو یہاں جانے کیسی چلی ہوا محبت سب ہی اپنی تیرے نام کرتے ابھی دوستی نام ہے دوستوں میں وفا نہیں ہیں جو تم ہمارے بنا دو ہوا ہے آفریدی جل گیا میرا آشیان یادوں کا وہ شخص بھی یہاں کسی کو پتہ نہیں

جواب عرض ڈائجسٹ

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

Z حجرہ شاہ مقیم کے نام
چلو ایک نشانی بتاؤں تجھے
اداس لوگوں کی بھی غور کرنا یہ
مسکراتے بہت ہیں
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)
بے وفا کی مطلبی چاہت
ہم ملے جب ان سے تو کچھ کہہ نہ
سکے
خوشی اتنی تھی کہ ملاقات آنسو پونچھتے
ہوئے گزر
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)
مائی ویش کے نام
تیرا خیال تھا میں تھا اور تنہائی کا عالم
کھلی تھیں میری آنکھیں سو رہا تھا
سارا عالم
کہیں روشنی کی کرن اٹھتی میں سمجھتا
تو آیا ہے
بس جگنو تھے میں تھا اور رات کا عالم
(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)
مائی ویش کے نام کشمیر
یہ دعا ہی نہیں دلی آرزو بھی ہے
میرا چاند میرے گھر چمکے یہ آبرو بھی
ہے
میرے گلستان کے سارے پھول
کھلے
تیرے آگن میں خزاں نہ ہو یہ
آرزو بھی ہے
(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)
طلعت ریاض، گجرات
ایک جو امید تھی وہ بھی ختم کردی میں
نے
اپنے ارمانوں کو خود آگ لگا دی
نے
میں
کیا ہوا جو رخ پھیر لیا تم نے ظاہر
فقط تیری تصویر بسائی دل میں میں
نے
عاشق حسین طاہر ہندو نوناوالی)
اپنوں کے نام، بھول نگر
اجالا بن کے آجاؤ میرے تاریک
لحوں میں
کہ تیرے بن مجھے بھی خوشیاں غمگین
گنتی ہیں
(عثمان غنی، قبولہ شریف)
ایم کے نام
کبھی دل میں اتر کر کبھی خوابوں میں
ڈھل کر
ہے یاد تیری کیا کیا روپ
بدل کر
(محمد مسعود، گھنگوال سرگودھا)
کسی اپنے کے نام
بہت محسوس ہوتا ہے بادی
زہیب چھوٹا طونی، لاہور

بس تیرا محسوس نہ کرنا
زندگی کی راہوں میں تم بھی چھوڑ گئے
(حماظفر ہادی، منڈی بہاؤ الدین)
ہزارے والوں کے نام
اے ماڑی میں رہنے والو خطا میں
ہماری معاف کرنا
اگر خوشی کی کوئی گھڑی آئے تو
ارمانی کو بھی یاد کرنا این جی
(تمریز اعوان ارمانی، ہزارہ)
ڈیر سوئی کے نام
دن ہوا ہے تو رات بھی ہوگی
اداس مت ہو بات بھی ہوگی
اتنی چاہت سے دوستی کی ہے
آفریدی
خدا کی قسم زندگی رہی تو ملاقات بھی
ہوگی
(ایم جبرائیل آفریدی، میانوالی)
علی اعوان گولڑوی، لاہور
اے قلم رک جا ادب کا مقام ہے
تیری نوک کے نیچے علی اعوان کا نام
ہے
(ولی محمد اعوان گولڑوی، لاہور)
ماہ نور، بہاولنگر
ہمارے قریب کبھی آؤ تو سہی ہماری
الفت کو کبھی آزماؤ تو سہی
ہزاروں ہوں گے تیرے چاہنے
والے ماہ نور
لیکن آصف سانول جیسا ایک دکھاؤ
تو سہی
(آصف سانول، بہاولنگر)
ذیکہ کریم میرے ہمتیں جہاں میں تو
نے
پوچھ کر کچھ تو زخموں کی دوا دی ہوتی
سو جاتے ہم بھی جینے سے جاناں
تو نے اگر شوق سے آنچل کی ہوا دی
ہوتی
زندگی اپنی بھی جینے سے گزر جانی تھی
تو نے اگر پیار سے دل میں جگہ دی
ہوتی
زگس ناز، سکھر
غزل
اس سمت چلے ہو تو بس اتنا اسے کہنا
اب کوئی نہیں حرف تنہا ہے کہنا
دنیا تو کسی حال میں جینے نہیں دیتی
چاہت نہیں ہوتی رسوا اسے کہنا
اس نے ہی کہا تھا تو یقین میں نے
کیا تھا
امید پہ ہے دنیا قائم اسے کہنا
زرخیز زمیں کبھی بخر نہیں ہوتیں
غزل
کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی
پھر میری لاش سر بازار جلادی ہوتی
اتنی نفرت تھی تو پھر پیار سے دیکھا تھا
کیوں
مجھے پہلے ہی میری اوقات بتادی
ہوتی

آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

✚ میرا بہترین دوست ہیں۔ (ایم اکرم، حسن پیر (مریز بشیر گوندل، گوجرہ) غلام مصطفیٰ ہے مگر آجکل رابطہ ذرا (بلوچستان) کم ہے وہ اور میں دس سال ایک ساتھ پڑھتے رہے۔ وہ اچھی ذہانت کا مالک ہے ایم فل کیمسٹری کر چکا ہے۔ (عبدالسلام آرمیں بہاولنگر) ✚ میرا دل ہے میں اسے جو سمجھتا ہوں یہ سمجھ لیتا ہے جہاں سے بدوکتا ہوں رک جاتا ہے میرا کہنا مان لیتا ہے مجھے رسوا نہیں کرتا اسی وجہ سے میرا دل میرا بہترین دوست ہے۔ اسے دل سانول تھے سلام۔ (آصف سائول، بہاولنگر) ✚ میرا سب کچھ مدھ جی ہے جب سے ان سے ملاقات ہوئی ہے کسی اور سے بات کرنے کو دل نہیں کرتا مجھے ناز ہے اپنی جان پر سدا خوش ہو آئیں۔ (ایم وائی سچا، جدہ) ✚ میرا بہترین دوست جواب عرض ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نہ صرف میرے علم میں اضافہ ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ سے مجھے کافی اچھے دوست ملے

✚ میرا بہترین دوست ہیں۔ (ایم اکرم، حسن پیر (مریز بشیر گوندل، گوجرہ) ✚ میرا بہترین دوست دراز فیصل آباد والے ہیں جو بہت اچھے دوست ہیں اور ان کی دوستی پر مجھے فخر ہے اللہ سب کو ایسے دوست دے اور میرے دوست کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آئیں۔ (عمران بلوچ، حب ڈیم) ✚ میرا بہترین دوست میری جان مدھو ہے وہ اس لیے اچھی ہے کسی کی باتوں میں نہیں آتی اور بہت پیاری ہے بولتے ہوئے اور بھی اچھی لگتی ہے اس جیسی کوئی نہیں۔ (نامعلوم) ✚ میرا بہترین دوست قادر تھا لیکن وہ مجھ سے پھڑ گیا آخر کیوں اچھے دوست جلدی چلے جاتے ہیں اس کی یاد مجھے بہت آتی ہے مگر وہ اب لوٹ کر وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ (محمد آفتاب شاد، کوٹ ملکہ وکوٹہ) ✚ میرا بہترین دوست محمد اعجاز گوندل ہے جو بہت اچھا اور نیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو بہترین دوست دے آئیں۔ ساتھ سب دوست وفا نہیں

جواب عرض ڈائجسٹ

ماہنامہ دانش 212 مئی 2013ء

مجھے شکوہ ہے

کرتے آج کل صرف پیسہ ہیں بہت ملتے جلتے ہیں اور وہ پورے اور پیسے سے دوست بھی خریدے جاسکتے ہیں۔ (ایگل محسن علی جٹ، ساہیوال) ✚ میرا بہترین دوست مجید ہے جو مجھے بھی تنہا نہیں چھوڑتا اور میں جان دے کر بھی اس کی حفاظت کرتا ہوں آج تک اس نے جو بھی مانگا میں اسے دیا اور وہ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہے۔ (رانانا بعلی ناز، لاہور) ✚ میرا بہترین دوست لیاقت علی دتو ہے کیونکہ ہم بچپن سے اکٹھے پڑھتے رہے ہیں اس کا کردار بہت اچھا ہے اور بہت ذہین لڑکا ہے۔ (عبدالسلام چوہدری، بہاولنگر) ✚ میرا بہترین دوست منظور اکبر تبسم ہے جو کہ اس کا عمر ابھی عشق کرنے کا نہیں بلکہ کرکٹ کھیلنے کا ہے پلیئر پڑھے یا کرکٹ میں چھکے چوکے لگائیں۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور) ✚ میرا بہترین دوست صرف ایک ہی حاجی نصیر تھا جس نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا اللہ تعالیٰ اسے آباد رکھے آئیں۔ (محمد صفدر دھکی، کراچی) ✚ میرا بہترین دوست ثاقب پنڈی دال ہے اس لیے کہ میرے اور اس کے خیالات

اپنا بہترین دوست بنا لیا ہے آئی لو یو جواب عرض۔ (جبرائیل آفریدی، کمرٹنی ناصر آباد) ✚ میرا بہترین دوست وہ ہے جس کے اولیٰ میں قوت برداشت زیادہ ہو اس لیے کہ وہ زندگی میں شکست نہیں کھاتا اور زندگی میں پریشانیوں سے بچ جاتا ہے اور اسی وجہ سے وہ اپنے گھر کے لیے اور پورے معاشرے کے لیے اچھا انسان بن جاتا ہے اور انہی وجہ سے میرا بھی پسند ہوتا ہے۔ (فکار شیر زمان پشاور، پشاور) ✚ میرا بہترین دوست میری کتاب ہے جو نہ ناراض ہوتی ہے نہ مجھ سے کوئی گلہ شکوہ بس اب تو ایک میں ہوں اور میری کتاب ہے میرے ساتھ میرے دوستوں (انداد علی عرف ندیم عباس تنہا، پورخاص) ✚ میرا بہترین دوست میرے دل میں ہے۔ (نعیم احمد دھکی، کردوڑا شاہ) ✚ میرا بہترین دوست وہ ہے جو اچھا انسان بن جاتا ہے اس لیے وہ گھر میں بھی خوش ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ ہمارے معاشرے کے لیے ایک اچھا انسان بن جاتا ہے اور اسی وجہ سے میرا بھی بہترین دوست بن جاتا ہے۔ (فکار شیر زمان

جواب عرض ڈائجسٹ

ماہنامہ دانش 213 مئی 2013ء

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں جب انسان کو یکدم خوشی ملتی ہے تو وہ کائنات کے سارے غم بھول جاتا ہے لیکن یہ خوشیاں عارضی ہوتی ہیں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ فقیم)

میری رائے میں خوشی خوشی ہی ہوتی ہے جب بھی ملے غم سے پہلے یا غم کے بعد۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے خوشی ملے چاہے غم کے بعد ہی کیوں نہ ملے خوشی خوشی ہوتی ہے۔ (شہزاد سلطان کیف، الکویت)

میری رائے میں اسے خوشیاں ملی ہی کب تھیں ان غموں کے سوا عثمان اب تو وہ درد کی تجارت کرتا ہے اکثر تنہائیوں میں بیٹھ کر۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میری رائے میں پاکستان گیا جا کر F ناراض ہو گئی F کے ساتھ شادی ہوئی تھی تو ایسا لگا تھا سب کچھ مل گیا ہے کیا مزے دار زندگی تھی۔ (محمد طفیل طونی حکیم، کویت شہ)

میری رائے میں غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اچھی دوست دی ہے اور میرا بہت خیال رکھتی ہے آئی مس یو آئی بی۔ آئی بی خوش رہو۔

(ریاض احمد، صادق آباد رحیم یار خان)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو تھوڑی دیر غم بھول جاتے ہیں مگر خوشی تو ایمر جسکی ہوتی ہے غم زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں میری جان۔ (تمریز اعوان ارمانی، مازی ہزارہ)

میری رائے میں خوشی تو ملی ہیں لیکن بہت جلد غموں نے آ لیا ابھی تو ساری خوشیوں غموں میں بدل گئی ہیں جب خوشی ملی تو سب سے پہلے میں جواب عرض میں لکھ کر بتا دوں گا انشاء اللہ۔ (ولی محمد اعوان گولڑی، صدر کینٹ لاہور)

میری رائے میں جب اعتبار ہی اٹھ جائے کسی سے تو اس کی سچی باتیں بھی سچی نہیں لگتیں ٹڈھال ہی اتنا کر دیتے ہیں پھر خوشیاں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ (نامعلوم)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے زندگی میں پھر سے بہارا جاتی ہے اور پچھلے سارے غم بھول جاتے ہیں۔ (نوید ملک، گولاریجی)

میری رائے میں ہر انسان کی زندگی میں غم اور خوشی اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ جیسے گردن اور دھڑ ہو مگر کسی کو جب غم کے بعد خوشی ملتی

میری رائے میں جب غم ختم ہونے کے بعد خوشی ملتی ہے اس وقت روح پرسکون ہو جاتی ہے خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا غم کا بھی گزر گیا۔ (رانا نذر عباس، منڈی بہاؤ الدین)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے بے جان جسم میں پھر سے روح پھونک دی ہو، (میاں عمر زمان، چک نمبر L-75/12)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسے ہی جیسے ڈوبتے ہوئے کو اچانک سمندر کا کنارہ نظر آ جاتا ہے خوشیاں انجوائے کرنا ہر انسان کا حق ہے اور باعث مسرت ہے۔ (عمر دراز آکاش، جڑانوالہ شہ)

میری رائے میں احساس ہوتا ہے غم کا مطلب ہے درد دکھی قدرت کی طرف ہوتا ہے اور انسان کو اس کے اپنے دے جاتے ہیں جو بھی ختم نہیں ہوتا اگر ختم ہو جائے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتا ہے غم چند دن کے مہمان ہوتے ہیں مگر جس کے پاس آتے ہیں احساس ہوتا ہے۔ (محمد سہیل جگر اچوٹ بھٹی، سمندری)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسا ہے جیسے طویل لوڈ شیڈنگ کے بعد لائٹ کا آ جانا ہے آج کل تو واپڈا دل لہمی ہماری خوشیوں کا ذریعے بنے ہوئے ہیں اور روزانہ ڈھیروں تحفہ وصول کرتے ہیں۔ (عمر دراز آکاش، 377 گ ب)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے اور اب میں اپنے حقیقی احساسات کو بیان کر رہا ہوں جب سے مجھے اس بے قرار کا پیار ملا ہے میری بے قراری کو زوال آ گیا ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ ہے۔ (محمد افضل اعوان، گوہرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنا ایسا ہے جیسے نئی زندگی ملنا ہر چیز سہانی لگتی ہے سب غم بھول جاتے ہیں۔ (ایم وکیل عامر جٹ، ساہیوال)

میری رائے میں تو ایسا لگتا ہے کہ کبھی غم دیکھا ہی نہیں اور بہت اچھا لگتا ہے۔ (اشفاق دہی، 139/4B)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملنے سے غم کا احساس ختم ہو جاتا ہے انسان کی زندگی میں دوبارہ بہارا جاتی ہے۔ (مولانا عبدالغفور نقشبندی، حافظ آباد)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے کیسا لگتا ہے مجھے ابھی تک غم ہی غم ملے ہیں دعا کرو مجھے کوئی خوشی ملے میں بھی بیان کر سکوں۔ (سعدیہ جبین، شور کوٹ کینٹ)

میری رائے میں اگر صرف زندگی میں خوشیاں ہی ہوں تو غم کا پتہ نہیں چلتا اصل خوشی کا تب ہی احساس ہوتا ہے جو غم کے بعد ملتی ہے غم اور خوشی دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔ (اطہر مسعود آکاش، 214/9-R)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے انسان موت کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔ (نوید جگنو ہزارہ، مانسہرہ)

میری رائے میں کسی نے بھول کے مجھ سے پوچھا آج کل کیسے ہو؟ میں نے کہا زندگی میں غم ہیں غم میں درد ہے درد میں مزہ ہے اور مزے میں میں ہوں۔ (ثناء کنول، چکوال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان پچھلے غم بھول جاتا ہے بہتی آنکھوں کو سکون مل جاتا ہے مرچھائے ہونوں پہ مسکراہٹ چل جاتی ہے خوشی چیز ہی ایسی ہے جو سارے غموں کو بھلا دیتی ہے۔ (مدثر احمد ولد بشیر احمد، ضلع نیلم)

میری رائے میں خوشی کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے جبکہ غم مستقل زندگی کے ساتھ رہتا ہے۔ (خالد فاروق آسی، فیصل آباد)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور وہ آنسو غم کے نہیں ہوتے بلکہ وہ تو آنسو خوشی کے ہوتے ہیں۔ (مقصود احمد، میاں چنوں)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

چاہیے کیونکہ وہ پھر بھی ہم پر غم مسلط کر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو انسان بہت اچھا محسوس کرتا ہے جس کی شاندار مثال جواب عرض کا دو ماہ بعد اچانک ملنا ہے۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤ الدین)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے وہ زبردست ہوتی ہے اللہ کرے کہ مجھے منظور اکبر مل جائیں یہ میرے لیے خوشی ہوگی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو پہلے تمام غم بھول جاتے ہیں ہمارے اندر خوشیاں رقص کرتی ہیں یہ خوشی ہمارے زخموں پر مرہم کی طرح ہوتی ہے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

میری رائے میں کہاں سے لائے خوشی۔ (نعیم احمد ڈھکی، کروڑا شانگلہ)

میری رائے میں اس کوپن کے لیے تو میں بس اتنا ہی لکھوں گا کہ پلیز اس کوپن کو بند کر کے اس کی جگہ آپ میری پسندیدہ شخصیت کو شروع کر دیں۔ (نامعلوم)

میری رائے میں پلیز جناب جس اس کالم کو بند کر کے اس کی جگہ کالم میری پسندیدہ شخصیت شروع کر دیں یہ میری آپ سے چھوٹی سی گزارش ہے۔ (عثمان غنی، قبولہ)

شریف میری رائے میں ہم غم کے ماروں کو کیا خوشی خاک نصیب ہوگی جس خوشی کی طرف ہم گئے وہ خوشی ہم سے دور بہت دور۔ (رانا محمد احمد، لٹڈے والا)

میری رائے میں غم کے بعد غم ہی ملے ہیں آج دن تک خوشی کا نام سنا ہے دیکھی اب تک نہیں دعا کریں ہمیں بھی خوشی مل جائے۔ (محمد صفدر دھکی، کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملے تو انسان کو ایک ہموار راہ مل جاتی ہے جس سے جینے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔ (ذوالفقار علی سانول، ملکوال)

میری رائے میں ایک خوشی کیا ملی سو غم مجھ سے روٹھ گئے یارو دعا کرو میں پھر سے اداس ہو جاؤں۔ دوستو غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو پھر غم کا انتظار ہو جاتا ہے۔ (محمد عبداللہ، عبدالحکیم)

میری رائے میں جب کبھی خوشی ملے گی تو کوپن میں لکھ دیں گے۔ (ثوبیہ حسین، کہونہ)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ میرے پاس سب کچھ موجود ہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ (فتکار شیر زمان پشاور، پشاور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو اچھا لگتا ہے مگر غم آخر غم ہوتا

ہے اگر اچھا وقت آجائے تو کبھی غم بھول جاتے ہیں۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

میری رائے میں تو بہت اچھا لگتا ہے مگر مجھ کو ابھی تک خوشی ملی ہی نہیں جب ملی تو بتائیں گے کہ کیسا لگتا ہے سنا ہے کہ بہت اچھا لگتا ہے (پرنس عبدالرحمن بک، نین راجھا)

میری رائے میں غم کے وقت صبر اور خوشی کے وقت انجوائے کرنا چاہیے اور رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (ثوبیہ حسین، کہونہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا محسوس ہوتا ہے ہمیں ہمیشہ خوش رہ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہی غمگین بن کے پھر رہے ہیں مایوسی کفر ہے خیال کرو۔ (عبدالرشید صابم، سعودی عرب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے اور انسان کو ان خوشیوں کی قدر کرنی چاہیے کہ کتنے غموں کے بعد یہ خوشیوں کے لمحات ملے ہیں۔ (علی حسن بندجیر، سکی پنوں)

میری رائے میں مختصر یہ کہ غم کے بعد خوشی ملے تو دل خوش ہوتا ہے مگر صرف ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح خوشی گزر جاتی ہے۔ (عبدالسلام آرائیں، بہاولنگر)

میری رائے میں اللہ تعالیٰ سب کو خوشیاں دے غم سے دور رکھے خاص کر مدھو جی کو خدا خوشیاں

نصیب کرے آمین آمین! (ایم دانی سجاد، جدہ)

میری رائے میں یہ تو وہ لوگ ہی بتا سکتے ہیں جن کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے اپنے مقدر میں تو ابھی خوشی نام کی کوئی چیز نہیں دوستو! (اسحاق انجم، گلگن پور)

میری رائے میں خوشی کسی کسی کو راس آتی ہے مجھے تو ہمیشہ زندگی میں غم ہی ملے ہیں مجھے ہر موڑ پر انہوں نے لوٹا اپنوں نے اتنے غم اور زخم دیئے ہیں جس کو میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ (محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوئہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو بہت اچھا لگتا ہے مگر اب یہ کوپن بور کرنے لگا ہے سو برائے مہربانی اب اس کو تبدیل کر دیجئے۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤ الدین)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اور بہت اچھا لگتا ہے اس لیے کہ خوشیاں انسان کو کم ہی ملتی ہیں اور غم تو ہر قدم پر ملتے ہیں۔ (رانا بار علی ناز، لاہور)

میری رائے میں خوشیاں ہمارے پاس کہاں مستقل رہیں باہر کبھی سینے بھی تو گھر آ کے رو پڑے۔ (ایگل حسن علی، ساہیوال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کا ملنا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کسی عاشق کو معشوق مل جائے مجھے تو غم ملے یا خوشی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ زندگی غموں کے سائے میں ہے۔ (راجا ظہر، ساہیوال)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو پہلے تمام غم بھول جاتے ہیں ہمارے اندر خوشیاں رقص کرتی ہیں یہ خوشی ہمارے

زخموں پر مرہم کی طرح ہوتی ہے۔ (نور محمد، چیچہ وطنی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو بہت اچھا محسوس ہوتا ہے ہمیں ہمیشہ خوش رہ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ کچھ لوگ ایسے ہی غمگین بن کے پھر رہے ہیں مایوسی کفر ہے خیال کرو۔ (راشد منہاس، ننکانہ صاحب)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان پچھلے غم بھول جاتا ہے بہتی آنکھوں کو سکون مل جاتا ہے مرجھائے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پکھ جاتی ہے خوشی چیز ہی ایسی ہے جو سارے غموں کو بھلا دیتی ہے۔ (محمد سمیل بٹ، امامیہ کالونی لاہور)

میری رائے میں انسان غموں کی دنیا سے نکل کر ایک دفعہ خوشیوں کی دنیا میں آ تو جاتا ہے لیکن اسے حقیقی خوشی کی امید نہیں رہی جاتی ہے۔ (حافظ محمد ندیم ترتیب، اولکھ اوتاڑ)

میری رائے میں احساس ہوتا ہے غم کا مطلب ہے درد دھکی قدرت کی طرف ہوتا ہے اور انسان کو اس کے اپنے دے جاتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتا اگر ختم ہو جائے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتا ہے غم چند دن کے مہمان ہوتے ہیں مگر جس کے پاس آتے ہیں احساس ہوتا ہے۔ (حاجی محمد عثمان صدیقی، تاج باغ لاہور)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

جواب عرض ڈائجسٹ

ملاقات

غلام مصطفیٰ عرف موجو
عمر: 24 سال
تعلیم:

0333-4273568

پتہ: چائنہ سیکم لاہور

مشغلہ: فلمی دوستی کرنا جواب عرض

عمر: 30 سال

تعلیم:

مشغلہ: شاعر، سیر و تفریح

پتہ: ناگویت، (بھمبر آزاد کشمیر)

عاشق حسین طاہر

عمر: 18 سال

تعلیم:

مشغلہ: ماں کی تلاش کوئی ماں ہے جو

مجھ کو بنا کہہ کر پکارے

پتہ: ضلع رحیم یار خان تحصیل صادق آباد، ڈاک خانہ رحیم آباد بستی محمد ابراہیم بلوچ۔

غلام فرید جاوید

عمر: 20 سال

تعلیم:

مشغلہ: وفا کرنا اور دھوکے کھانا

پتہ: چونیوں روڈ حجرہ شاہ مقیم بابا انور

عمر: 45 سال

تعلیم:

مشغلہ: عملیات کی دنیا کا بے تاج بادشاہ صرف دکھی اور ضرورت مند

عمر:

تعلیم:

لوگوں کی فی سبیل اللہ مدد کرنا رابطہ
مشغلہ: ہر وقت مدد کو کس کرنا اس کے لیے عاقل کرنا اللہ قبول کرے آمین۔

پتہ: جس ب 690 جدہ السعود

سردار اقبال خان مستولی

عمر: 29 سال

تعلیم:

مشغلہ: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا

پتہ: ڈاک خانہ خاص سردار گلڑہ تحصیل ضلع رحیم یار خان

تمرین اعوان ارمائی

عمر: 27 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض پڑھنا دکھی

لوگوں کی خدمت کرنا

پتہ: منڈی نونا نوالی، تحصیل گھاریاں ضلع سوات عثمان غنی

عمر: 20 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض میں لکھنا

پتہ: ڈاک خانہ الجامیہ اسلامیہ تحصیل عارفوالہ ضلع پاکپتن، قبولہ شریف

عمر: 25 سال

تعلیم:

مشغلہ: ناوفا مخلص لوگوں سے دوستی اور لکھنا پڑھنا

پتہ: ریکٹ ٹینکرز 37 کلومیٹر ملتان روڈ نزد ماٹا منڈی لاہور

عمر:

تعلیم:

مشغلہ: رفاقت علی

جواب عرض ڈائجسٹ

عمر: 30 سال

تعلیم:

مشغلہ: ناوفا لوگوں سے قلمی دوستی کرنا

پتہ: بمقام گاؤں بسب کی ملیاں ڈاک خانہ خاص منوں پور تحصیل ضلع شیخوپورہ

محمد عبد اللہ

عمر: 19 سال

تعلیم:

مشغلہ: بلوکوں سے دوستی کرنا

پتہ: نمر جباریٹورنٹ عبدالحکیم کبیر والا خانیوال

آصف سانول

عمر: 22 سال

تعلیم:

مشغلہ: نوک شاعر اینڈ رائٹر

پتہ: کھر کالونی مین حاصل پور روڈ تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر

اللہ دتہ بے درد

عمر:

تعلیم:

مشغلہ: صرف جواب عرض میں لکھنا

پتہ: CMH مری کینٹ NCB اللہ دتہ

محمد صفدر کھی

عمر: 51 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض پڑھنا قلمی

پتہ: دوستی، مطالعہ

مشغلہ: اچھے اور خالص دوستوں کی تلاش

پتہ: مکان نمبر CD52 نزد جامع

عمر:

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

ملاقات

پتہ: معرفت غریبہ مسلم اسکول نزد مدینہ مسجد خالد بن ولید روڈ گلستان کالونی کراچی نمبر 53

محمد قاسم لاشار بلوچ

عمر: 30 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض پڑھنا، پاکستانی فلمیں دیکھنا

پتہ: توحید کالونی نمبر 1 گلی نمبر 4 شاہین مسلم ٹاؤن نزد توحید ماڈل پھند روڈ پشاور

محمد لقمان اعوان

عمر: 21 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض میں لکھنا پڑھنا

پتہ: گاؤں سر سوانوالہ پوسٹ آفس بکس مالووال تحصیل ضلع شیخوپورہ

ایگل محسن علی جٹ

عمر: 21 سال

تعلیم:

مشغلہ: بندہ بندی سے دوستی کرنا

کہانیاں پڑھنا لکھنا

پتہ: فرید ٹاؤن ساہیوال

ممریز بشیر گوندل

عمر: 23 سال

تعلیم:

مشغلہ: ایس کو یاد کرنا

پتہ: ضلع منڈی بہاؤ الدین تحصیل ملکوال شہر گوجرہ

حسین ہاشمی

عمر: 26 سال

تعلیم:

مشغلہ: جواب عرض ڈائجسٹ

جواب عرض ڈائجسٹ

ملاقات

ملاقات

ملاقات

ملاقات

ملاقات

ملاقات

مشغل: اچھے لوگوں سے پیار کرنا
پتہ: سنٹرل جیل گوجرانوالہ بیرک
نمبر 2 ضلع حافظ آباد تھانہ دیکھ تارڑ
اشفاق دھکی

عمر: 22 سال
تعلیم:

مشغل: اچھے لوگوں کی عزت کرنا
پتہ: تحصیل میلی ضلع وہاڑی ڈکوٹہ
139/WB

ایم عاصم بونا دھکی

عمر: 20 سال
تعلیم:

مشغل: بخلص دوستوں کی تلاش
پتہ: چوک متیل ڈاک خانہ خاص
تحصیل میلی ضلع وہاڑی

محمد رمضان چانڈیو

عمر: 17 سال
تعلیم:

مشغل: موٹر سیکٹر اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: بستی کالیوال پل موضع نور احمد
آباد، تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار
خان

ملک ولی اعوان

عمر: 16 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا اور لکھنا
پتہ: طفیل روڈ صدر کینٹ لاہور
عبدالسلام

عمر: 25
تعلیم:

مشغل: مطالعہ کرنا
پتہ: پوسٹ آفس لالہ کا موضع پنڈی
لالہ کا تحصیل ضلع بہاولنگر
ایم مظہر نظیر

عمر: 17 سال
تعلیم:

مشغل: شاعری و مصوری اور مطالعہ
پتہ: تحصیل بالا کوٹ ضلع مانسہرہ
ڈاک خانہ کھوئی

جبرائیل آفریدی

عمر: 22 سال
تعلیم:

مشغل: حسین لوگوں سے دوستی
پتہ: کمر مشانی ناصر آباد
محمد سلیم

عمر: 23 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا اور لکھنا
پتہ: گاؤں محمد رفیق پریمس دیدہ
107 میر پور خاص

رانا ظفر عباس رنجی

عمر: 18 سال
تعلیم:

مشغل: نئے دوست بنانا جواب
عرض پڑھنا
پتہ: چک نمبر 26 ڈاک خانہ خاص
تحصیل ملکوال ضلع منڈی

بہاؤ الدین

عمر دراز آکاش خیالی

عمر: 19 سال
تعلیم:

مشغل: افسانے پڑھنا اور تیار کرنا
پتہ: چک نمبر 377 گ ب پوسٹ
آفس 376 گ ب گورنمنٹ
رائمری سکول تحصیل جڑانوالہ ضلع
فیصل آباد

وسیم سلطان صابر خٹک

عمر: 24 سال
تعلیم:

مشغل: دھکی لوگوں کا مدد کرنا
پتہ: ضلع و تحصیل کرک ڈاک خانہ
کرک گاؤں دوڑخیل

ایم وکیل عامر جٹ

عمر: 20 سال
تعلیم:

مشغل: سب کی مدد کرنا اور مطالعہ
کرنا
پتہ: چک نمبر 152/9-ا تحصیل و
ضلع ساہیوال

رانا نذر عباس رنجی

عمر: 18 سال
تعلیم:

مشغل: شعر پڑھنا اور شاعری کرنا
پتہ: چک نمبر 26 ڈاک خانہ خاص
تحصیل ملکوال ضلع منڈی

بہاؤ الدین

محمد قدیر

عمر: 20 سال
تعلیم:

مشغل: دھکی لوگوں کے کام آنا محبت
جواب عرض ڈائجسٹ

کرنا
پتہ: ضلع و تحصیل ہری پور ڈاک خانہ
خان پور بمقام مڈل سکول کھوئی میرا
ایم افضل کھل

عمر: 24 سال
تعلیم:

مشغل: بخلص دوستوں کی تلاش میں
پتہ: گاؤں تعلیم والا ڈاک خانہ
داربرن تحصیل ضلع ننکانہ صاحب
شکیل تنہا

عمر: 22 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا کرکٹ
کھیلنا
پتہ: گاؤں ڈاک خانہ مسلم آباد ضلع
گواٹ

نوید ملک

عمر: 21 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 26 تحصیل گولارچی
ضلع بدین

مشہور محمد رشید تنہا

عمر: 20 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا اور لکھنا
پتہ: چک نمبر 26 تحصیل چکوال ڈاک خانہ
ایس ایم ایس کرنا

پتہ: تحصیل و ضلع چنیوٹ محلہ فیروز
کالونی نزد الیاس کریانہ سنور

ساجد عدیل

عمر: 25 سال
تعلیم:

مشغل: گلوکاری کرنا، شاعری قلمی
دوستی

عمر: 24 سال
تعلیم:

پتہ: ساجد عدیل سائیل میوزیکل
گروپ البدر بلڈنگ گوجرانوالہ
محمد افضل اعوان

عمر: 24 سال
تعلیم:

پتہ: محلہ طارق آباد قلمی نمبر 5 مکان
نمبر P450 پیسٹرہ روڈ کوجرہ ضلع
ٹوبہ ٹیک سنگھ

عمر: 18 سال
تعلیم:

مشغل: جواب عرض پڑھنا اور بے
وفاؤں سے وفا کرنا
پتہ: ضلع نیلم تحصیل آٹھ مقام ڈاک
خانہ پائین لوات خاص مقام نگلدر
کناری ٹک

عمر: 18 سال
تعلیم:

پتہ: چک نمبر 387 گ تحصیل
سندری ضلع فیصل آباد
منیر احمد

عمر: 22 سال
تعلیم:

پتہ: چک نمبر 26 تحصیل چکوال ڈاک خانہ
ڈھڈیال بمقام جھالے
مولانا عبدالغفور نقشبندی

عمر: 44 سال
تعلیم:

پتہ: بدوکی گوسائیاں ضلع گوجرانوالہ
تحصیل وزیر آباد

دوستی کرنا

پتہ: خطیب جامع مسجد اعظم گارون
محلہ ڈی بی ایس سکول نزد
مدہریانوالہ بانی پاس حافظ آباد

عمر: 17 سال
تعلیم:

پتہ: جواب عرض لکھنا اور پڑھنا
پتہ: چک نمبر 214/9R ڈاک خانہ
227/9 تحصیل فورٹ عباس ضلع
بہاولنگر

عمر: 20 سال
تعلیم:

پتہ: سید عبارت کاظمی
سید عبارت کاظمی

عمر: 20 سال
تعلیم:

پتہ: سید مرید عباس ڈویرٹل
سپر سنڈنٹ آفس جی پی او ڈی آئی
خان

عمر: 18 سال
تعلیم:

پتہ: چک نمبر 387 گ تحصیل
سندری ضلع فیصل آباد
منیر احمد

عمر: 22 سال
تعلیم:

پتہ: چک نمبر 26 تحصیل چکوال ڈاک خانہ
ڈھڈیال بمقام جھالے
مولانا عبدالغفور نقشبندی

عمر: 44 سال
تعلیم:

پتہ: بدوکی گوسائیاں ضلع گوجرانوالہ
تحصیل وزیر آباد

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

مجھے شکوہ ہے

وہی اپنی طرز و فارسی، وہی ان کی مشق جفا
وہ ظلم کرتے ہیں اس طرح جیسے میرا کوئی
خدا نہیں (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)
تمہیں بھولنے میں ہمیں کچھ وقت تو ملے گا
اور وہی کچھ وقت ہی ہماری زندگی ہے (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)
کیف لوٹ کے سب کچھ میرا جاتے جاتے پتھر بھی مار گیا
چلو آج اپنے آپ کو کیلیں کا بجنوں لکھتا ہوں
(شہزاد سلطان کیف، الکویت)
آج سورج سے کہو کسی اور راستہ سے گزر
کھلے آسمان تلے میرا محبوب زلفیں سنوارے بیٹھا ہے
(شہزاد سلطان کیف، الکویت)
زندگی وہی تھی جو تیری محفل میں گزار آئے
اب تو فقط جینے کی رسم ادا کرتے ہیں (اسحاق انجم، قصور)
بکھرے بال سرخ آنکھیں زرد چہرہ کون ہو
آج اپنے ہی عکس سے یہ سوال پوچھ رہی ہے (عثمان غنی، قبولہ شریف)

پس میری پردیس کی مکمل کمائی ہے مجھے شکوہ ہے
اب مجھے شوگر مار رہے ہیں۔ (حکیم محمد طفیل، کویت)
سے تو پھر وہ دنیا سے ڈرتی کیوں ہے تم خوش رہو Z میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)
کسی سے نہیں ہے کیا کروں گا کسی سے شکوہ کر کے۔
(شہزاد سلطان کیف، الکویت)
میں اس شخص سے شکوہ کروں بھی تو کس طرح سے وہ جواب میرا دامن بھی چھوڑ کے جا چکا ہے۔
(عثمان غنی، قبولہ شریف)
کسی بات کا، وہ ہوتا اپنا تو یہ فاصلہ ہی کیوں بڑھاتا۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)
اپنے سرال سے جن کے ساتھ ہے کوئی شکوہ ہے
سہارا ہے کوئی شکوہ ہے

آصف بھائی (نوید ملک، گولاریچی)
اپنے آپ میں بہت براہوں میری وجہ سے کی کو دکھ آیا تو پلیز معاف کر دیں۔ (ندیم عباس اداس ڈھکو، ساہیوال)
اپنی جان عباسی سے کہ وہ رابطہ نہیں کرتا۔ (حفظ نور، سیالکوٹ)
ان لوگوں سے جو اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتے۔ (نامعلوم)
ایسے لوگوں سے جو اپنے دوستوں کو تنگ کرتے ہیں اور ایسے بندوں سے جو اپنے بوڑھے ماں باپ کو گھروں سے نکال دیتے ہیں منظور اکبر نسیم اور عمر دراز سے مجھ کو خاص طور پر شکوہ ہے کیونکہ میرا بہت نقصان ہوا ہے۔ (ولی محمد اعوان گلاروی، صدر کیٹ لاہور)
ماہ نور سے کہ وہ مجھے تڑپا دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ ہم جان اتنا بھی مجھے نہ تڑپاؤ کہ میری جان ہی نکل جائے۔ (آصف، سائل، بہاولنگر)

مجھے شکوہ ہے

225 مئی 2013ء

جواب عرض ڈائجسٹ

بیتھے (اسحاق انجم، قصور)
دل بھر گیا ہے ان کا شاید ہم سے ان کی بے رخی کا یہ انداز پہلے بھی نہ تھا
(نور حسین، گل لاہور)
دور رہ کر تجھ سے ہم آئیں بھرتے ہیں نہ تو جیتے ہیں اور نہ مرتے ہیں
سدا خوش رہو مجھے رلانے والے مسعود بس ہم تو پل پل یہی دعا کرتے ہیں
(محمد مسعود، سرگودھا)
ہمیں ہی کیوں دیتے ہو پیار کا الزام کنول
کبھی خود سے بھی تو پوچھو کہ اتنے پیارے کیوں ہو
(عروسہ کنول، جہلم)
زندگی تو چلی ہے اپنے ہی پاؤں پہ غیروں کے سہارے تو جنازے اٹھا کرتے ہیں
(منزہ یامین، چکوال)
اس کے لہجے سے مجھ کو بس یہ معلوم ہوا اسے دشوار لگتا ہے اب مجھ سے تعلق رکھنا
(منزہ یامین، چکوال)
مجھ کو دھوکہ دے گیا میرا ہی ذوق انتخاب
درحقیقت جو لوگ میزے نہ تھے مجھے اپنے بچنے میں بند چڑیا اڑادی میں نے
(شہزاد سلطان کیف، الکویت)

جواب عرض ڈائجسٹ

224 مئی 2013ء

پسندیدہ اشعار

پلیز کسی کے ساتھ ایسا بھی نہ کریں۔
(نامعلوم، شکر گڑھ)

بات نہیں ہے ذرہ سوچو بھائی جان۔
(جاوید اقبال، جاوید، فیصل آباد)

جب وہ دل جدا کرتے ہیں۔
(ایم)

یعتوب اعوان، بشارت چکوال

نہیں پر شکایت ضرور

ہے وہ آتش صاحب سے اور ایم جی

آتش صاحب میرے کو پین شائع

نہیں کرتے اور ایم جی آپ ہمیں فون

نہیں کرتے۔ (صنم شاہ عرف سنی، پیر

عبدالرحمن)

ان لوگوں سے جو

دوسروں کا حق مارتے ہیں حقدار کو اس

کا حق ملنا چاہیے حقدار کو حق دلا نا اللہ

تعالیٰ کو خوش کرنا ہے۔ (محمد ہارون شمر،

بیج پور ہزارہ)

مجھے شکوہ ہے A سے وہ مجھے پہلے

کیوں نہیں ملی اب مجھے ملی ہے جب وہ

چاہ کر بھی میری ہونہیں سکتی میں کو شش

کر کے بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا۔

(جلیل فدا خیر پوری، خیر پور میرک)

مجھے شکوہ ہے عمر دراز بادشاہ اور

منظور اکبر سے جو مجھ سے رابطہ نہیں کر

رے ہیں وہ دونوں مجھے بھول گئے

ہیں لیکن میں یاد کرتا ہوں۔ (پرنس

مظفر شاہ، پشاور)

مجھے شکوہ ہے ایس سے کہ وہ اپنا

خیال نہیں رکھتی اور ان لوگوں سے شکوہ

ہے جو محبت کر کے چھوڑ دیتے ہیں جو

دوستی اور محبت کی قدر نہیں کرتے۔

(محمد رمضان SR، گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے کشور کرن جی سے جو

بار بار کہنے پر مجھ سے رابطہ نہیں کرتی

کشور جی برائے مہربانی مجھ سے رابطہ

کر و پلیز۔ (تنویر خالد، دوکوئہ)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو

اسلام کو بھول گئے ہیں اور نماز کو بھی

بھول گئے ہیں جس سے ہر روز گناہ ہو

تا ہے۔ (کامران راجہ، کسودال)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ آتش سے جو

میری غزلوں اور اشعار کو جواب عرض

میں شائع نہیں کرتے جو میں نے اتنی

محنت سے لکھی ہیں۔ (ایم علی مغل،

چھتر وہ)

مجھے شکوہ ہے اشتیاق نقوی سے جو

جلدی رابطہ نہیں کرتا نقوی صاحب

رابطے میں اتنی دیر نہ کیا کرو یہ اچھی

جواب عرض

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے

بھائی ریاض کیسے ہمارے چارے کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت ہی خوش ہوئی شمارہ ہمیں عاصم بونادھی نے گفت کیا تھا
آئینہ روبرو میں ایک لیٹر کافی لہا تھا اس پاگل نے لوگوں پر کافی طنز یہ الفاظ لکھے تھے لیکن آخر میں اپنا نام لکھنے کی
ہمت نہ کی تھی میں سوچ رہی تھی کہ پاگل نہ جانے کون ہے اتنے میں عاصم کی کال آگئی اس نے بتایا کہ صفحہ نمبر دس
پر میرا لیٹر لگا ہے جس میں کپورنگ کی غلطی سے میرا نام شائع نہیں ہوا سوری عاصم میں نے آپ کو پاگل کہہ دیا آئی
ایم وی سوری۔ پلیز ناراض مت ہونا۔ اگر ہو بھی جاؤ گئے تو مجھے منانے کا طریقہ آتا ہے ہم پانچ سہلیاں ہیں جو
آپ کے پیچھے پڑ گئی ہیں اگر خیریت چاہتے ہو تو مجھے کہہ دو جو میں چاہتی ہوں اور ہاں آپ نے مارچ میں بھی ضلع
وہاڑی کا ایڈریس لکھ دیا۔ ایسا کیوں کیا۔ ضرور بتانا۔ اور باقی سب خیروں نے خوب مزاد یا ہے سب کو ہی میں
سلام پیش کرتی ہوں اور گزارش کرتی ہوں کہ رسالے کے لیے بہتر سے بہتر تحریریں لکھا کریں تاکہ عالمگیر
صاحب کا لگا یا ہو یہ پودا ہمیشہ نکھر رہا ہے۔

☆ مارچ کا جواب عرض عاصم عرف بونادھی نے ہمیں بھیجا جسے پڑھ کر دل کو روحانی خوشی ملی۔ بھائی عاصم
آپ بہت ہی گریٹ انسان ہو میں پانچ سالوں کے بعد جواب عرض میں صرف آپ کی اور تنزیلہ کی وجہ سے آئی
ہوں عاصم مجھے آپ سے بہت خوش ہوں دیکھو آج میں تنزیلہ۔ زید۔ سعدہ اور نازیہ اٹھنی بیٹھی ہوئی ہیں اور لیٹر
لکھ رہی ہیں ان کے لیٹر بھی مجھے لکھنے پڑ رہے ہیں بھائی آپ کو اچھا دوست کیوں نہیں ملتا اس دن آپ نے مجھے
کافرئس میں خاموش رہنے کا نہ کہا ہوتا تو میں نے ارمان سنگم کے بارے میں بہت کچھ کہہ دیتا تھا لیکن کچھ بھی نہ
کہہ سکی۔ امید ہے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں ارمان سنگم سمجھ گئے ہوں گے۔ اور باجی آمنہ میں آپ سے بہت جلد
آپ سے دوبارہ رابطہ کروں گی عاصم بھائی کو کہہ دیا ہے کہ آپ کا نمبر تلاش کر کے مجھے دے۔ باقی رسالے کی
ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

☆ ایک مرتبہ پھر اپنی کاوش کے ساتھ حاضر ہوں امید ہے کہ جلد ہی اسے قریبی رسالے میں جگہ دیں
گے۔ تمام راسخ زکویری طرف سے سلام قبول ہو خاص کر امے آرا حلیہ منظور دوست محمد خان وٹو۔ ملک عاشق حسین
ساجد۔ باجی کشور کرن۔ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ جواب عرض کے تمام قارئین کو میری طرف سے بہت سلام قبول ہو
باقی میری کہانی کو جلد شائع کرنا مہربانی ہوگی۔

☆ میں سنٹرل جیل گوجرانوالہ میں تقریباً دو سال سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں جو اپنی مثال آپ ہے اب
تو جواب عرض اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ جسے پڑھ کر محفل یاراں میں چھلانگ لگائے بغیر نہیں رہ سکا امید ہے کہ
آپ میرا یہ خط شائع کر کے مجھے شکر یہ کا موقع دیں۔ یہ ستم نہ بھولے گا پڑھی بڑی اچھی داستان تھی خاموش محبت
بھی اچھی کہانی تھی اس کے علاوہ محبت کی فضا۔ زخمی محبت بے وفا۔ یہ سب بہترین کہانیاں تھیں جن کو پڑھ
کر اپنے دل کے پرانے زخم بھی جاگ گئے۔ غزلوں میں اشرف زخمی دل۔ نرگس ناز نائلہ طارق۔ باجی کشور
رکرن کی شاعری بہت ہی پسند آئی ان سب کو مبارک باد قبول ہو۔

☆ نامعلوم۔ نام نہیں لکھا۔

☆ جواب عرض میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے اس بار جنوری کا شمارہ سراپوں کا سفر جلد ملا میرا دل خوشی سے
جھوم اٹھا۔ اب آتے ہیں ڈائجسٹ پر تعریفی تبصرے کی طرف جواب عرض خواتین اور مرد شوق سے پڑھتے ہیں
اس میں سب تحریریں رنگ رنگ معلومات موجود ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ساری دنیا میں پڑھا
جاتا ہے اس پر جتنا بھی تعریفی تبصرہ کیا جائے کم سے تنقیدی تبصرہ کچھ بھی نہیں ہے اس لیے کہ اس میں دلچسپی کے
سارے مواد موجود ہیں کچھ۔ گلے اور شکوے یہ ہیں کہ نومبر اور دسمبر کے رسالوں میں میرا تعارف شائع نہیں ہوتا تھا
۔ مہربانی کر کے میرا تعارف شائع کیا کریں۔ اور موبائل والا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے۔ جواب عرض کی مزید
ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

☆ چند ماہ بعد جواب عرض کی دہلی نگری میں دوبارہ شامل ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔ دوستوں سے
معذرت خواہ ہوں کہ بہت مشکل سے وقت نکال کر آپ کے مسج کا جواب دیتا ہوں۔ عمر دراز آکاش۔ منظور اکبر
تہسم۔ آصف سانول۔ ندیم عباس۔ جواد احمد اکاش۔ ولی اعوان۔ فرح بہن سونیا آفریدی۔ ناز جانی۔ آمنہ
جی۔ عرینہ عرف ناموس صبا جی۔ افرامیڈم۔ ارم خان۔ افضل جواد احمد نجی بھیا۔ مجید احمد جانی۔ ملک عاشق حسین
ساجد۔ دوست محمد وٹو۔ ظفر عماد۔ جنید اقبال۔ جنید جانی۔ پرنس مظفر شاہ۔ خالد سانول۔ امین مراد آپ سب کا
شکوہ بجائے کہ میں آپ سب کو نام نہیں دیتا ہوں مگر اسے باوجود بھی آپ سب اتنی محبت سے اتنی چاہت سے یاد
کرتے ہو یقین سے خوشی سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ محترم ناز یہ اکبر ادا اس آپ کی نوازش اور محبتوں کا
بھی شکریہ آپ کی سنوری ادارے کو ارسال کر دی ہے جو شائع ہو جائے گی اور جناب ریاض احمد کبھی غلطی سے یاد
کر لیا کریں۔ اگر ہو سکے تو ہمارے غریب خانے پر تشریف لا کر ہمیں خدمت کا موقع دیں۔ جواب عرض کے
مبارک گویا ہی بنائیں جو بھی تھا سب دوست اس کو اس کے اصل روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں امید ہے کہ میری
گزارش پر غور فرمائیں گے۔

☆ جرائیل آفریدی۔ کرمستانی۔ ناصر آباد۔
سب سے پہلے میں خالد محمود سانول کو ان کے بیٹے کی پیدائش پر ذلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور خدا سے
دعا کرتا ہوں کہ اس ننھے معصوم کو لمبی اور خوشیوں بھری زندگی سے نوازے تاکہ اپنے ماما پاپا کی آنکھوں کا ہمیشہ اس
کے لیے خوشیوں کا تار بنارہے۔ اور اپنے ناراض ساتھیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ جلد جواب عرض میں شامل
ہونے کی کوشش کریں کیونکہ جواب عرض کو ہمیشہ کی طرح آج بھی یاد کر رہا ہے۔ اور پھر تمام ساتھیوں سے یہی محفل
جنتی ہے محفل میں رونق ابھرتی ہے ملک عاشق حسین ساجد بھائی۔ ہر بل یاد کرنے کا شکریہ۔ سیف زخمی۔ انتظار
حسین ساقی۔ اشرف زخمی دل۔ منیر رضا۔ اور میرے وہ ساتھی جو مجھے ہر وقت یاد رکھے ہوئے ہیں ان سب کا
شکریہ۔ اگر میں ان سب کے نام لکھنے بیٹھ جاؤں تو تمام صفحات میرے ہی خط سے بھر جائیں سب کو سلام پیش
کرتا ہوں۔

☆ ریاض احمد۔ باغبانپورہ لاہور۔
☆ دسمبر کا شمارہ خریدا بہت پسند آیا کہانیوں میں کشور کرن نے خوبصورتی عذاب بناتے ہوئے خوب لکھا
اس کے علاوہ میں تمام ستوریاں اچھی تھیں شاعری بہت پسند آئی تفصیلی بتا نہیں سکتا نام کم ہے قارئین کرام میں
آصف سانول بہادنگر اور باقی سب کو سلام کہتا ہوں۔

☆ دبیر کا جواب عرض ابھی مرے سامنے پرگر کچھ مصروفیات کی بنا پر ابھی پڑھ نہیں سکا ہوں جواب عرض بڑی خوش اسلوبی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے آنے والی ہر محر اور گزرنے والی ہر شام یونہی ترقی کرتا رہے میری طرف سے جواب عرض کے تمام شاف کو سلام قبول ہو۔

☆ فروری کا جواب عرض پڑھا بہت اچھا لگا اس بار تمام لیٹر پہلے صفحوں پر نظر آئے بہت عجیب سا لگا بہت پیاری بہت ہی اچھی کہانیاں شائع تھیں میں نے اپنے پاپا کو بولا کہ یہ تم نہ بھولے گا پڑھ کر سناؤ پاپا نے پڑھ کر سنا تو بہت اچھی لگی اور دلفریب داستان تھی۔ مجھ کو وہ دن یاد ہے جب میرے پاپا کا دوست شہزادہ عالمگیر اس جہان فانی سے رخصت ہوا تھا تو میرے پاپا نے کھانا نہیں کھایا تھا اور رو کر کہتے تھے کہ بیٹا آج ادبی دینا کا ایک اور بادشاہ ہم کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا ہے جو جواب عرض کا ہی نہیں میرے پاپا کے لیے بھی بہت بڑا نام تھے اس ماہ فروری میں مجھ کو بہت اچھی کہانیاں لگیں۔ یہ تم نہ بھولے گا اور تیسری بارش آخری سانس میری طرف سے انکل منظور کو اور ولی اعوان کو فروری آصف سانول ملک ندیم اور میرے میٹ دوست علی اعوان کو ڈھیروں دعا میں۔ اور سب کو سلام قبول ہو۔

☆ جواب عرض کا جنوری کا شمارہ اس دفعہ بھی کافی جلدی مل گیا پلیز قسط وار کہانیاں نہ شائع کیا کریں بہت انتظار کرنا پڑتا ہے اپنے دوستوں مجید احمد اور ارمان سنگھ صدام ساحل کی کہانیاں پڑھ کر کافی خوشی ملی شاز یہ چوہدری ایم حاصل پور سیف الرحمن کی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں اس ماہ غزلیں نہیں تھیں پلیز ان باتوں کی طرف دھیان دیا کریں۔ شاعروں میں گلشن ناز۔ کشور کرن کی شاعری بہت اچھی لگی انتظار حسین سانی شاز یہ وقاص اشفاق بٹ آپ لوگ آج کل نظر نہیں آ رہے ہیں پلیز رسالے میں شامل ہوں۔ باقی سب کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔

☆ جولائی کا شمارہ ملا سب اسے پہلے کہانیوں کی فہرست دیکھی جس میں خوبصورتی عذاب بن گئی۔ بہت اچھی رہی۔ کشور کرن نے واقعی بہت محنت کی ہے اس کے بعد حقیقت زندگی صدام حسین ساحل قلم تیرے آچل کی مدثر عمران ساحل دو گام منزل نامعلوم تیرے غم نے کیا پردہ کی مجید احمد جانی۔ گلاب جامن احمد دہی اس کے بعد شاعروں میں ارمان سنگھ اے آرا حیلہ کشور کرن کی شاعری اچھی تھی کا مران حیدر تنویر خال منظور اکبر اداس ندیم ڈھوک مریم بشیر گوندل کا شکر یہ جنہوں نے میری کہانی کو پسند کیا۔ ثوبہ حسین میری غزل پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ سب کو سلام قبول ہو۔

☆ میں سترہ سال سے جواب عرض کا قاری ہوں اور اپنے شہر میں جواب عرض کی پہچان ہوں جناب ہمارے دلوں میں بسنے والے شہزادہ عالمگیر ہمیں ہر وقت یاد آتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں سمجھتے تھے ہم ان کو سمجھتے تھے امید ہے آپ بھی ہمیں اپنے ساتھ رکھیں گے جنوری کے جواب عرض میں خوبصورتی عذاب بن گئی۔ کشور کرن کی آخری قسط پڑھی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بہن کے ہاتھوں بہن کی موت کا بہت دکھ ہوا سوچیں شہزاد

سلطان کیف بے رونق سے زندگی آصف سانول ایک محبت اور سنی امندر اولینڈی دکھاری زندگی مجید احمد جانی کی بابر کی موت کا بہت دکھ ہوا الٹی ہے میری دینا شیخ اللہ دتہ۔ ان سب کی کہانیاں بہت اچھی تھیں ان سب کو میری طرف سے مبارکباد قبول ہو۔ باقی سارے کالم اپنی مثال آپ تھے۔

☆ محمد آفتاب شاہ کوٹ ملک دو کوڑ۔

☆ ماہ مارچ کا شمارہ جلد ہی مل گیا۔ تمام سلسلے بہت اچھے تھے مگر نئے نئے چہرے دیکھنے کو مل رہے ہیں اور کچھ لوگوں کی یادیں دل سے مٹا۔ بھئی نہیں مٹ سکتیں جیسے خورشید وہب اب جواب عرض میں نظر نہیں آ رہے ہیں مس عالیہ لاہور ماسٹر رفیق رجبہ۔ محمد نواز آرزو۔ بھی غائب ہیں پلیز جہاں بھی ہو واپس جواب کی مگر میں آجائیں۔ ہم آپ لوگوں کی منتظر ہیں۔

☆ حماد ظفر ہادی۔ گو جڑہ۔

☆ فروری کا شمارہ بہت اچھا لگا لیکن اس میں اپنی کہانی نہ دیکھ کر بہت ہی دکھ ہوا۔ کہانیاں سب ہی اچھی تھیں اور غزلیں شعر اور دوسرے کالم بہت ہی اچھے تھے سب کو دلی مبارکباد قبول ہو۔ اور جواب عرض کے تمام شاف کو سلام قبول ہو۔

☆ ترہیز اعوان ارمانی۔ ماڑی شریف ہزارہ۔

☆ ماہ فروری کا شمارہ کراچی اسٹیشن سے لیا اسلامی صفحہ کی محسوس ہوئی خیر کہانیوں میں باجی کشور کرن منظور اکبر تبسم ملک عاشق حسین دوست محمد خان انتظار حسین سانی بہت خوب لکھا ہے میری طرف سے ان کو مبارکباد ہو غزلوں میں بھی سب نے بہت اچھا لکھا ہے اور جواب عرض کے صفحہ نمیں اضافہ کیا جائے اور نوں نمبر بھی شائع کئے جائیں۔ سب کو سلام قبول ہو۔

☆ نوید ملک۔ گولارچی۔ سندھ

☆ اس بار مارچ کا جواب عرض جنون عشق نمبر بہت پسند آیا کہانیوں میں محبت کے وہ پھول تصور وار کون ادھورا پیار۔ فوجن۔ جنون عشق۔ ایک ہی راستہ۔ کیسی ہے زندگی۔ راز۔ اور دیوانگی کا آخری حصہ پسند آئیں۔ شعروں کی طرف توجہ دیں باقی سب کچھ ٹھیک ہے اور سب کو سلام قبول ہو۔

☆ برنس افضل شاہین۔ ڈھاباں بازار بہاولنگر۔

☆ فروری کا جواب عرض پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور برسات بھی آنکھوں سے آنسوؤں کی کیونکہ ماہ فروری کا رسالہ میں جتنی بھی کہانیاں تھیں وہ سب ہی دیکھی تھیں میں جواب عرض کا مستقل قاری ہوں مگر لکھنے کی ہمت پہلی بار کی ہے لکھنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ بہت سے قارئین نے شکایت کی ہے کہ ہماری کہانیوں کو جواب عرض میں جگہ نہیں دی جاتی اگر میری کہانی کو جواب عرض میں جگہ نہ ملی تو بہت دکھ ہوگا۔ مگر میں ہمت نہیں ہاروں گا اور ہاں میں قارئین کو ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں جواب عرض کی ٹیم کا کوئی بھی قصور نہیں ہے بہت قارئین کرام بھیجتے ہیں وہ کن کن کی کہانیوں کو جواب عرض میں جگہ دیں ہمیں انتظار کرنا ہوگا کیونکہ وہ ایک دن ضرور شائع ہو جائیں گی۔ جن راسخوں نے فروری میں کہانیاں لکھیں ان سب کو دلی مبارکباد قبول ہو۔

☆ وقار یونس ساگر۔ چیچہ وطنی۔ ساہیوال۔

☆ ماہ مارچ کا جنون عشق نمبر میرے ہاتھ میں ہے پڑھا بہت دنوں کے بعد کیونکہ کافی دنوں بعد مجھ کو آج ملا ہے گھروں پر بیٹائی کی وجہ سے جواب عرض نہ لے سکا آج ہی جبرائیل آفریدی نے دیا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی

کہ میرے بیٹے فریڈ کی قلم سے لکھی ہوئی تحریر بھی جواب عرض میں شامل تھی۔ میں جواب عرض کی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے میرے دوست کی تحریر شائع کی۔ بانی آصف سانول۔ منظور اکبر نسیم اور بھی قلم کاروں کی کہانیاں بہت اچھی تھیں ایک قاری جس کا نام مجھ کو یاد نہیں اس کی سنواری غموں کے بغاوت تھی وہ اگر یہ لیٹر پڑھ رہا ہے تو اس سے میں التماس کرتا ہوں کہ ویسی ہی کوئی رولادینے والی سنواری ضرور لکھیں کیونکہ اس طرح کی داستانیں میں بہت لگن سے پڑھتا ہوں اور جواب عرض کی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ مجھ کو جواب عرض میں جگہ دیتے ہیں۔ بعض لوگ نئے نئے نمبرز سے متوجہ کر کے تنگ کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ ایسے کام نہ کریں ان کی اپنی عزت میں فرق پڑتا ہے امید ہے کہ عمل کریں گے۔

----- دلی محمد اعوان کوٹروی لاہور۔

☆ آج بہت عرصہ بعد جواب عرض پڑھا ہے اور یہ دیکھ کر حیرانگی ہوئی ہے کہ اس میں بہت سی لڑکیاں لکھا کرتی تھیں لڑکوں اور لڑکیوں کی سنوریوں کا مقابلہ ہوا کہم تا تھا لیکن اب لڑکیوں کا تعداد بہت کم ہو گئی ہے اس کی ایک وجہ شاید وہ پرانی ہو گئی کہ جو بھی لڑکی جواب عرض میں لکھتی تھی اس کو کچھ لوگ مفت میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے اور وہ بدنامی کے خوف سے لکھنا ہی چھوڑ دیتی تھی۔ ایسے واقعات میں نے خود بھی محسوس کیے تھے کہ ایک رائٹر لڑکی تھی میں اس کا نام نہیں لوں گا وہ لکھا کرتی تھی اور میرے چند دوستوں کو دعویٰ ہوا کرتا تھا کہ وہ لڑکی ان کی دوست ہے بعد میں پتہ میں چلا کہ وہ محض اس کو نہ صرف بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ اپنے آپ کو تمیں مار سمجھتے تھے کہ جواب عرض کی رائٹر لڑکیاں ان سے رابطہ کرتی ہیں۔ پلیز سائیو اپنی سوچوں کو بدلو جواب عرض ہم سب کا ہے اسمیں سب کا اتنا حق ہے جتنا ہمارا ہے ہمیں چاہیے کہ ان لڑکیوں کو عزت دیں جو ہمارے درمیان موجود ہیں ان کو مفت میں بدنام نہ کریں ایسا کرنے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا الٹا انسان اپنی اور دوسروں کی نظروں سے گر جاتا ہے میں سب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ دوبارہ سے لکھیں اور اس یقین سے لکھیں کہ جواب عرض کے سب قارئین ان کی عزت کریں گے ان کو وہ مقام دیں گے جو وہ چاہتی ہیں امید ہے کہ ایسا کرنے والے قارئین میرا خط پڑھنے کے بعد کچھ ضرور سوچیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ جواب عرض کی وہی محفل ہو جو کبھی ہوتی تھی ہر کسی کو اس کا مقام حاصل ہو۔

----- منان۔ پسرور روڈ سیالکوٹ۔

مارچ کا شمارہ جنون عشق نمبر جہلم سے خرید اس میں میرے صرف دو اشعار تھے غزلیں نہ تھیں اور کچھ بھی نہ تھا پلیز میری تحریروں کو شائع کیا کریں میں جواب عرض سے بہت لو کرتا ہوں اشعار میں سید شہزاد۔ عابدہ رانی۔ ثوبیہ۔ کے اچھے شعر تھے کہانیاں پڑھیں ایک ہی راستہ منظور اکبر نسیم۔ پچھڑے تم سے زندگی اجڑی۔ جنون عشق۔ پھیکے رنگ محبت کے۔ یہ کہانیاں بہت اچھی تھیں ان کے رائٹروں کو مبارکباد قبول ہو۔ اور جواب عرض کی ٹیم کو بہت سلام قبول ہو۔

----- سید عارف شاہ۔ اسامہ چوک جہلم۔

☆ میں جواب عرض کافی عرصہ سے پڑھتا آ رہا ہوں میں کافی غزلیں شاعری لکھا کرتا تھا۔ کیونکہ پہلے مجھ سے بے وفادوست ہو گئے تھے میں شہزادہ عالمگیر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری عزت افزائی کی تھی لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے خدا تعالیٰ ان کو جو ارحمت میں جگہ دے وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ جواب عرض کی بدولت مجھے میرا کھویا ہوا سانس مل جائے۔ میرا وہ دوست مل جائے جو کبھی میرے

جواب عرض

ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اور جواب عرض کا مقام مزید بلند ہو۔

الرحیم لاسی بابا۔ وند۔

☆ میں دس سالوں سے جواب عرض پڑھ رہا ہوں اس کے پڑھنے سے بہت سے میرے دوستوں نے بہت اچھی اچھی تحریریں لکھی ہیں جن پر عمل کرنے سے زندگی سنور جاتی ہے محمد شہناز گل۔ محمد ارشد وفا۔ کی کہانیاں پڑھ کر بہت متاثر ہوتا ہوں میں کچھ ماہ سے جواب عرض نہ پڑھ سکا تھا لیکن ماہ جنوری کا جواب عرض پڑھا مجھے پتہ چلا ہے کہ ہمارے شہزادہ صاحب اس دنیا سے پردہ پا گئے ہیں بہت ہی شدید دکھ ہوا خدا تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے اور ان کی آخرت میں تمام کوتاہیوں کو معاف کرتے ہوئے جنت میں جگہ دے آمین۔

مولانا عبدغفور نقشبندی کیلانی۔ حافظ آباد۔

☆ اس دفعہ فروری کا شمارہ ملا جو کہ مجھے اس وقت ملا جب مارچ کا بھی شمارہ مارکیٹ میں آ گیا تھا۔ سنوریاں اس بار سب ہی اچھی تھیں لیکن اس دفعہ جواب عرض کافی تبدیل کیا تھا آمینہ برو آخر سے اٹھا کر پہلے لے آئے تھے اب پتہ نہیں کیا کیا ہوتا ہے محمد لقمان صاحب کا بہت بہت شکریہ آپ نے میری سنوری کا پسند کیا اور ارمان سنگم صاحب زیادہ شرمندہ کیا کریں۔ رانا بابر بھائی میں آپ کا کیسے شکریہ ادا کروں باقی سب دوستوں کا بھی شکریہ جنہوں نے مجھے یاد کیا ندیم دھکانام لکھنے سے نہیں بلکہ دل میں یاد کرنا بھی ایک بڑی بات ہے سب کو خلوص دل سے سلام قبول ہو۔

اللہ وہ ہے درد۔ مری کینٹ۔

☆ جنوری کا شمارہ سراہوں کا سفر بروقت ملا رسالہ بہت ہ دلچسپ تھا کچھ بھائیوں نے بہت اچھی کہانیاں لکھیں میں نے رضا شعیب اختر صاحبہ اعوان آصف سانول ملک عاشق حسین ساجد۔ اور آمنہ راہیل پنڈی کی تحریریں اچھی لگیں باقی دوستوں سبھی محنت کی تھی ارمان سنگم عمر دراز بادشاہ۔ منظور اکبر۔ عامر وکیل اور باقی کافی دوست حاجی انور لانگ کی طرح غیر حاضر رہے دوستوں سے اپیل ہے کہ جواب عرض پڑھتے رہیں آخر پر تمام قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ میرے والد پا گئے ہیں ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے آمین۔

پرنس مظفر شاہ۔ ناگمان چوک پشاور۔

☆ کچھ ماہ سے میں جواب عرض نہ خرید سکا کچھ مجبوری تھی اور ماہ فروری کا جواب عرض خرید ا میں اپنی شاعری دیکھی اور دوسروں کی بھی شاعری دیکھی بہت خوش ہوئی۔ اور کہانیاں تو سب اپنی مثال آپ تھیں اور اس درمیان جو میں نے نہیں لکھا ایسے کئی قارئین بھی تھے جن کی مجھے کال آئے تھے کہ لقمان بھائی آپ لکھتے کیوں نہیں پر میں کوئی جواب نہ دیتا تھا قارئین کرام کے پیار اور محبت نے مجھے پھر سے لکھنے پر مجبور کر دیا ہے اور قلم اٹھایا لیا ہے امید کرتا ہوں کہ میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اور میں اب انشاء اللہ تعالیٰ ہر ماہ لکھتا رہوں گا۔ باقی میری طرف سے سب دوستوں کو سلام۔

محمد لقمان۔ سریانوالہ۔

☆ ماہ فروری کا شمارہ دیا اگلی نمبر تاہم پرل گیا کہانیاں سب ہی اچھی تھیں رحیلہ خاموش بختیں سیف الرحمن رنجی کی رنجی محبت تازہ یہ جو بددیوبہ وفا۔ منظور اکبر۔ ستم نہ بھولے گا اور کشور کرن ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لکھا دیوانی یہ سب کہانیاں لا جواب تھیں نظمیں غزلیں بھی اچھی تھیں انتظار حسین ساقی مس صباد دوست محمد ذو

جواب عرض

مئی 2013ء

237

مہر آباد پشاور

آمینہ برو

